سہ ماہی　　　　نئی دہلی

خبرنامہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

جلد نمبر: ۹　　جنوری تا جون ۲۰۱۵ء　　شمارہ نمبر: ۲، ۳

ایڈیٹر

(مولانا) سید نظام الدین

خط و کتابت کا پتہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

76A /1، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی - ۲۵

Tel:. 011-26322991, Telefax:. 011-26314784

E-mail: aimplboard@gmail.com / Web: www.aimplboard.in

ایڈیٹر پرنٹر و پبلیشر سید نظام الدین نے اصیلہ آفسیٹ پرنٹرس دریا گنج نئی دہلی-۲ سے چھپوا کر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ 76A /1، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵ سے شائع کیا

فہرست مضامین

صفحہ	اسمائے گرامی	مضامین	نمبرشمار
۳	(حضرت)مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	پیغام	۱
۶	(حضرت)مولانا سید نظام الدین	اداریہ	۲
		● عائلی قوانین	
۸	حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ	ہم اپنے اسلامی عقیدہ پر اٹل ہیں	۱
۹	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	عائلی قوانین ایمان وعقیدہ کا بنیادی جزء ہے	۲
۱۰	حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ	مُعاشرتی دشواریاں	۳
۱۱	مولانا محمد برہان الدین سنبھلی	شریعت کے ازدواجی قوانین میں عورتوں کے حقوق	۴
۱۶	مولانا شاہ بدر احمد مجیبی	وصیت اور میراث سے متعلق چند مسائل	۵
		● تاریخ بورڈ وخدمات	
۱۹	محمد وقار الدین لطیفی	آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ ایک نظر میں	۱
۲۲	محمد عبدالرحیم قریشی	آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ۔سرگرمیوں کا ایک خاکہ	۲
۲۸	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ اور اس کی زریں خدمات پر ایک نظر!	۳
۳۴	محمد وقار الدین لطیفی	اجلاسہائے عام موضوعات کی روشنی میں	۴
۴۲	محمد ارشد عالم	بورڈ کی چند اہم اور تاریخی قراردادیں	۵
		● اصلاح معاشرہ	
۵۳	حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ	اصلاح معاشرہ پر توجہ کی ضرورت	۱
۵۴	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	جاہلیت کی واپسی	۲
۵۷	مولانا رضوان احمد ندوی	سماجی استحصال سے تحفظ-تعلیمات رسول کی روشنی میں	۳
۵۹	مولانا محمد شمشاد ندوی	حقوق اطفال-اسلامی نقطہ نظر سے	۴
۶۲	محمد فاروق الیاس	اولاد کی تربیت میں ماں کا کردار	۵
		● متفرق	
۶۴	محمد عبدالرحیم قریشی	گھر واپسی! نشانہ کچھ اور......	۱
۶۷	مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی	وحدتِ امت کی اہمیت اور اس راہ کی بنیادی رکاوٹیں	۲
		● تاریخ جامعہ ہدایت وجے پور	
۷۲	ابوسعید ندوی	جامعہ ہدایت کی مختصر تاریخ وخدمات	۱
۷۸	مولانا محمد شمشاد ندوی	گلابی شہر جے پور کے تاریخی مقامات کا ایک مختصر تاریخی جائزہ	۲
		● بورڈ کی سرگرمیاں	
۸۳	محمد وقار الدین لطیفی	....بورڈ کی سرگرمیوں کا مختصر خاکہ	۱
۸۷	قاضی تبریز عالم	بورڈ کے ملحقہ دارالقضاء-تعارف وخدمات-ایک مختصر جائزہ	۲
۹۶	ادارہ	ایجنڈا ونظام الاوقات ۲۴؍رواں اجلاس عام جے پور	۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام

(حضرت مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم
صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

الحمد للہ و کفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ۔امابعد

ہندوستان کے موجودہ حالات اس کے سابقہ حالات کے مقابلہ میں کچھ مختلف محسوس کئے جا رہے ہیں، اور اس کا تعلق مسلمانوں سے کچھ زیادہ معلوم ہو رہا ہے، مگر اس کو گہرائی سے اگر دیکھا جائے تو مسئلہ اگرچہ قابل فکر اور لائق توجہ ہے لیکن مایوس کن بھی نہیں، ہم مسلمانوں کو ایسی کسی صورتحال میں یہ ضرور پیش نظر رکھنا چاہئے کہ مسلمان ایک بلند مقصد رکھنے والی امت کی حیثیت رکھتے ہیں، حالات پر ان کی نظر اسی کے لحاظ سے ہونی چاہئے، دستور ان کو جو حق دیتا ہے وہ ان کے اسلامی تشخص کے بقاء کی کوشش میں معاون ہے۔

دستور کی حیثیت ایک معاہدہ کی ہے، جس کی پابندی میں اکثریت اور اقلیتوں کے لوگ برابر کے شریک ہیں، اور اس میں دونوں قسم کے لوگوں کو برابر کے حقوق دیئے گئے ہیں، جن کے حصول کا اپنی اپنی جگہ دونوں کو حق حاصل ہے، مسلمانوں کو اسی کے ساتھ اپنی اس خصوصیت کو بھی سامنے رکھنا ہے کہ ان کا مذہب عالمی اور پائیدار قدروں کا حامل ہے، وہ زندگی کے متنوع پہلوؤں اور تقاضوں کا جامع ہے اور دائمی حیثیت کا حامل ہے، اس کی عظیم تاریخ رہی ہے، اس کو جب بھی برے حالات پیش آئے اللہ رب العالمین کی طرف سے پھر ابھرنے اور حالات کو سازگار بنانے کے اسباب عطا ہوئے، لہذا جب بھی حالات کی ناسازگاری پیش آئے تو حالات کا جائزہ لینے کے ساتھ اپنا بھی جائزہ لینا چاہئے؛ تاکہ نقائص اور کوتاہی معلوم ہو سکے اور اس کی بنیاد پر جو تدابیر قابل عمل ہوں، وہ اختیار کی جا سکے۔

جہاں تک ملک کی صورت حال میں کسی ممکنہ تبدیلی کا تعلق ہے تو یہ بات بھی پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ اس وقت دنیا کے چھوٹے یا بڑے ملک سب ایک دوسرے سے کسی نہ کسی پہلو سے جڑے ہوئے ہیں، اس کی بناء پر کوئی بھی ملک بالکل الگ تھلگ رہتے ہوئے اپنی پالیسی نہیں چلا سکتا، اور اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہ الگ تھلگ پالیسی اختیار کر کے اپنے مخصوص اور الگ تھلگ طریقہ پر چل سکتا ہے، تو وہ ایک طرح سے خوش فہمی میں ہے، اس وقت صورت حال یہ ہے کہ دنیا کے کم طاقت والے ملک بڑی طاقت والے ملکوں کے دباؤ میں یا ضرورت کے تحت ہیں، ہمارے مشرق وسطیٰ کے ممالک میں جو اتار چڑھاؤ اور ردو

بدل کی صورتیں سامنے آ رہی ہیں، ان سے اس بات کی دلیل ملتی ہے، ہمارے ملک ہندوستان کو مغربی سامراج سے آزاد کرانے والوں نے ملک کے لیے باوقار اور ملک کی آبادی کے مختلف مذاہب اور مختلف طبقات اور مختلف سیاسی نقطہائے نظر کا لحاظ رکھنے والی پالیسی اختیار کی تھی، جو اس کے دستور کا جزء ہے، اس پالیسی کو بعض اہل وطن شروع ہی سے بدلنے کی رائے رکھتے تھے، جس کو کامیابی نہیں ملی؛ لیکن اس رائے کے حامل لوگ ابھی اس رائے سے فارغ نہیں ہوئے، وہ وقتا فوقتا اس کا اظہار اور اس کو عمل میں لانے کی کوشش میں ہیں، حالیہ اندازے یہ بتاتے ہیں، ان اندازوں کی بناء پر ملک کے مختلف طبقات کو تشویش بھی ہے، لیکن دنیا میں جو رائج الوقت بین الاقوامی نظام بنا ہوا ہے، وہ کسی بڑی تبدیلی کے لیے زیادہ سازگار نہیں ہے۔

اور جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تو ان کو اپنی حفاظت اور بقاء کے سلسلہ میں اپنی چودہ سو سالہ تاریخ میں کئی بار سخت سے سخت حالات سے گذرنا پڑا، اور بالآخر حالات سے بحفاظت نکلنے کا موقع ملا؛ اس لیے اس امت کو مشکل سے مشکل حالات میں بھی مایوس اور کم ہمت نہیں ہونا چاہئے، البتہ اپنے طریقہ کار کو مخلصانہ اور دانشمندانہ بنانے کا اہتمام کرنا ضروری ہے، ان کو اپنے طریقہ کار میں عجلت پسندی اور ظاہری جوش سے پرہیز کرنے کی بھی ضرورت ہے، عجلت پسندی بعض وقت کام کو خراب کر دیتی ہے، اور جوش کا معاملہ یہ ہے کہ عموماً اس کو مخالفانہ جوش سے سابقہ پڑتا ہے، جو اکثریت واقلیت کی صورت حال میں اقلیت کے لیے مضر ہوتا ہے، ملک کے جمہوری وسیکولر نظام میں حکمت عملی اور دستوری طریقہ کار زیادہ مؤثر ہوتا ہے، اور ہمارے بورڈ نے اسی طریقہ کو اپنا کر یہاں کی امت مسلمہ کے مفاد میں کامیابی بھی حاصل کی ہے، لہذا ہم کو اپنا یہ طریقہ قائم رکھنا ہے، امت مسلمہ کا جو مخلصانہ ومصلحانہ انداز عمل ہے اس کو اپنائے رکھنا ہے، اجتماعی مقاصد میں اتفاق ووحدت کو قائم رکھنا اور فروعی معاملات میں آپسی ٹکراؤ سے اور اس کے ساتھ مروجہ سیاسی انداز عمل سے امت کو بچانا ہے۔

بورڈ کے پروگرام میں اس سلسلہ میں تین اہم پہلو زیر عمل ہیں، ایک تو اصلاح معاشرہ کی کوشش کہ مسلمان اپنی شریعت کے احکام پر عمل کریں، دوسرے: تفہیم شریعت تاکہ غیروں اور قانون دانوں کو شریعت کے احکام سے صحیح طریقہ سے واقف کرایا جائے، تیسرے: ملک کی انتظامیہ وقانون کے ان فیصلوں پر نظر رکھنا جو مسلمانوں کی شریعت سے تعلق رکھتے ہیں؛ تاکہ حسب ضرورت دستوری وقانونی سطح پر اصلاح ودرستگی کی کوشش کی جاسکے۔

ان تین پہلوؤں کی طرف بورڈ کی توجہ ہے، یہ توجہ ان شاء اللہ امت کے سامنے آنے والے قابل فکر حالات کی درستگی میں معاون ہوگی۔

تحفظ شریعت اسلامی کے یہ پہلو ایسے بنیادی پہلو ہیں کہ ان کی سلامتی وحفاظت کی کوشش پر مسلمانوں کے تمام مسلکوں اور طبقات کا اتفاق ہے، اور یہی اتفاق بورڈ کی طاقت ہے، اور اس طاقت کی ضرورت ہندوستان کی امت اسلامیہ کی ضرورت

ہے، بورڈ کے اس متحدہ پلیٹ فارم کے قیام کا مطلب یہ نہیں ہے، کہ اس کے قیام سے ملت کی مختلف کارپرداز جماعتیں غیر ضروری ہوگئیں، ان کی ضرورت اسی طرح باقی ہے جیسے کہ پہلے سے رہی ہے؛ کیوں کہ مسلمانوں کے ملی تحفظ کے مختلف ومتنوع شعبے ہیں، جن کی ضرورت ایک متحدہ جماعت پورا نہیں کر سکتی، بورڈ نے شریعت اسلامی کے تحفظ کے بنیادی مسائل کو اپنے فرائض کا موضوع بنایا ہے، ان کے سلسلہ میں بورڈ نے ملت کی آواز کو متحدہ آواز کی حیثیت بنایا ہے، اور وہ مسلمانوں کے مذہبی تحفظ کی خدمت متحدہ آواز کے ذریعہ انجام دیتا ہے، جس میں مسلمانوں کے تمام مسلکوں اور طبقوں کی نمائندگی ہے، لیکن ملی زندگی کے دیگر مسائل کے سلسلہ میں دیگر متعدد جماعتیں خاص طور پر کوشاں ہوتی ہیں، جن کا کام اپنی اپنی جگہ اہم اور ضروری ہے۔

یہ ملک مختلف مذہبوں اور مختلف زبانوں اور ثقافتوں کا ملک ہے، یہاں کے متعدد معاملات میں ملک کے ایسے معاملات بھی ہیں جن میں ملکی سطح پر غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کی شراکت کرنا ہوتی ہے، جو ملک کی ترقی اور تحفظ سے تعلق رکھتے ہیں، ان میں ملک کے تمام مذاہب وطبقات کی ذمہ داری ہوتی ہے، یہ اور دیگر متعدد کام اس بات کے متقاضی ہوتے ہیں کہ ملت کے مخصوص دائرہ اور ہم وطنوں کی شرکت کے ساتھ کاموں کے تنوع اور ان کی خصوصیات کے لحاظ سے ملت اسلامیہ اپنا فرض انجام دے، اور الحمدللہ ان سب ضرورتوں کے لیے ملت کی متعدد جماعتیں ہیں اور وہ اپنی اپنی جگہ حسب ضرورت کام انجام دے رہی ہیں، اور ان کی کوششوں سے ملت کو اپنے مسائل کے حل میں مدد ملتی ہے، اور بورڈ اپنی جگہ مرکزی سطح پر کام انجام دے رہا ہے، اور اس کی آواز ملت کی متفقہ آواز ہونے کی بناء پر اچھا اثر رکھتی ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ مطلوبہ کاموں کے لیے زیادہ سے زیادہ فکرمندی اور کام کی انجام دہی کی جائے، اس کے لیے توجہ کی ضرورت ہے۔

مسلمان اس ملک میں اقلیت میں ہیں، اور جو اقلیت میں ہوتا ہے، اس کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اکثریت کے مقابلہ میں زیادہ توجہ وفکرمندی سے کام کرے، اور یہ حقیقت ہے کہ زیادہ توجہ وفکرمندی اختیار کرنے پر اقلیت اکثریت کے مقابلہ زیادہ اچھا نتیجہ حاصل کرتی ہے، اور اس ملک کی اکثریت خود کئی اقلیتوں کا مجموعہ ہے، اور ان میں کی ایک اقلیت ملک کی ترقی اور اہمیت میں آگے ہے، ملت اسلامیہ کے لوگ اقلیت میں ہونے کے باوجود ٹھوس اور سنجیدہ قدم اٹھاتے ہوئے بہتر کارکردگی کے ذریعہ کامیابی حاصل کر سکتے ہیں، احساس کمتری یا مایوسی کی بات نہیں، اور ان کو یہ بات بھی پیش رکھنی چاہئے کہ وہ امت دعوت ہیں، ان پر ذمہ داری انسان کو صلاح وفلاح کی دعوت دینے اور انسانیت نوازی کو بیدار کرنے کی بھی ہے، اس ذمہ داری کو انجام دینے میں ان کو اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوگی اور اس خیر خواہانہ کام کی صورت میں کسی سے ٹکراؤ کی نوبت کم ہی پیش آئے گی؛ لہٰذا وہ اس کارخیر پر عمل کا اہتمام کریں تو داعی امت کی حیثیت سے ان کا فریضہ بھی ادا ہوگا اور ان شاء اللہ ان کو اہل ملک سے بھی قدردانی حاصل ہوگی۔

❁ ❁ ❁

اداریہ

مسلمانانِ ہند اپنی آنکھیں کھلی رکھیں

مولانا سید نظام الدین
جنرل سکریٹری بورڈ

جب خطرات کے بادل منڈلا رہے ہوں تو سمجھ دار انسان سویا نہیں کرتا ہے، ہندوستان کے مسلمان اس وقت اسی صورت حال سے دو چار ہیں، اس ملک کے معماروں نے اسکی بنیاد تکثیریت اور سیکولرزم پر رکھی تھی، ملک کا دستور بھی اسی اصول پر مرتب ہوا، اور آج بھی محبّ وطن شہریوں کی یہی سوچ ہے، کیوں کہ اسی میں اس ملک کی بھلائی ہے، اور یہی ایک راستہ ہے جس کے ذریعہ اس ملک کی سالمیت کو برقرار رکھا جا سکتا ہے، اور یہاں امن وامان قائم رہ سکتا ہے، مگر افسوس کہ کچھ فرقہ پرست طاقتوں کو ملک سے زیادہ اپنے اقتدار سے محبت ہے، وہ اس ملک کو آگ لگا کر اپنے قصر اقتدار کا چراغ روشن کرنا چاہتے ہیں۔

ان حالات میں مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ اپنی آنکھیں کھلی رکھیں، شعور سے کام لیں، اور ہمت وحکمت کے ساتھ صورت حال کا مقابلہ کریں، خاص کر دو باتیں اس وقت مسلمانوں، دیگر مذہبی اقلیتوں، اور انصاف پسند ہندو بھائیوں کیلئے بے حد تشویش کا باعث ہیں، ایک ''گھر واپسی'' کا پروگرام، جو کھلا ہوا دھوکہ ہے، فرقہ پرست جماعتوں کو بھی اس بات کا خوب اندازہ ہے کہ وہ دوسرے اہل مذاہب خصوصاً مسلمانوں کو تبدیلی مذہب پر آمادہ نہیں کر سکتے، ایمان کی دولت ایسی نہیں، جو چند روپے کے عوض فروخت کر دی جائے؛ لیکن پروگرام کا اصل مقصد ملک میں ایسی فضا تیار کرنا ہے کہ تبدیلیٔ مذہب پر مکمل پابندی کے قانون کا مطالبہ ہونے لگے اور اس طرح کا قانون پارلیامنٹ میں لایا جائے، ظاہر ہے یہ دستور میں دی گئی مذہبی آزادی کے حق کو چھیننے کی ایک کوشش ہے، اسلئے ہمیں ایک طرف امت کی فتنہ ارتداد سے حفاظت کرنی چاہئے، دوسری طرف پوری قوت کے ساتھ مذہبی آزادی کے حق کا دفاع ہونا چاہئے۔

دوسرا مسئلہ مرکزی حکومت کی طرف سے خود اس کے بقول ''ازکاررفتہ قوانین'' کو ختم کرنے کا ہے، ازکاررفتہ قوانین میں متعدد ایسے قوانین کو شامل کیا گیا ہے، جن سے پرسنل لا کا تحفظ ہوتا ہے، جیسے: شریعت اپلیکیشن ایکٹ ۱۹۳۷ء، قانون انفساخ نکاح ۱۹۳۹ء، وقف علی الاولاد سے متعلق قانون، اگر ان قوانین کو ختم کر دیا جائے تو مسلم پرسنل لا کا تحفظ ناممکن نہ ہو تو دشوار تر ضرور ہو جائے گا، مسلم ممبران پارلیامنٹ اور مختلف تنظیموں کو بھی اس بات پر گہری نظر رکھنی چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ چشم زدن میں ملت کا پورا سرمایہ لٹ کر رہ جائے، مسلم پرسنل لا بورڈ اور اسکی لیگل کمیٹی صورت حال پر نظر رکھی ہوئی ہے، اور مسلسل اس کے تدارک کیلئے کوشاں ہے، اور چاہتی ہے کہ پوری ملت اسلامیہ اتحاد قول وعمل کے ساتھ اس کوشش میں شریک ہوں۔

اس وقت کوشش کی جارہی ہے کہ مسلمانوں کو تنہا کر دیا جائے اور اکثریتی فرقہ اور اس سب سے بڑی اقلیت کے درمیان اتنی اونچی دیوار کھڑی کر دی جائے کہ وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ نہ سکیں حالانکہ اس ملک میں ہندو، مسلمان صدیوں سے بھائی بھائی بن کر ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گذارتے رہے ہیں، آزادی کی لڑائی انہوں نے شانہ بہ شانہ لڑی ہے، ملک کی حفاظت میں بھی وہ ایک دوسرے کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر کھڑے رہے ہیں، مسلمان حکمرانوں نے اپنے عہد حکومت میں

ہندوؤں کو بڑے عہدوں پر فائز کیا، حکومت میں برادران وطن کو شامل رکھا، ہر گروہ کے مذہبی جذبات کا احترام کیا گیا، مذہبی مقامات کیلئے فراخ دلانہ جاگیریں دی گئیں، مگر اب تاریخ کو مسخ کیا جارہا ہے، پہلے جوز ہر کتابوں کے ذریعہ پلایا جاتا تھا، اب الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ پلایا جارہا ہے، اور سوشل میڈیا تو اس سے آگے بڑھ گیا ہے، اور ہر طرح کی قانونی اور اخلاقی بندھنوں سے آزاد ہوکر نفرت کی تبلیغ میں سرگرم ہے۔

ان حالات میں ضروری ہے کہ مسلمان حسن تدبیر کے ساتھ فرقہ پرستوں کی اس کوشش کو ناکام بنادیں، برادران وطن سے تعلقات استوار کئے جائیں، شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے سماجی روابط بڑھائے جائیں، اپنے عمل اور اخلاق کے ذریعہ اس پروپیگنڈہ کا غلط ہونا ثابت کیا جائے، انصاف پسند غیر مسلم بھائیوں کا تعاون حاصل کرتے ہوئے امن و امان قائم رکھا جائے اور ایسے مشترکہ ایجنڈوں پر ان کے ساتھ مل کر کام کیا جائے جو ملک وقوم کے مفاد میں ہے، اس محاذ سے ہم جتنی غفلت برتیں گے اسی قدر نفرت کی دیواریں اونچی ہوتی چلی جائیں گی۔

مارچ ۲۰۱۵ء میں بورڈ کا چوبیسواں اجلاس عام منعقد ہونے جارہا ہے، اس اجلاس میں شرعی نقطۂ نظر سے درپیش اہم چیلنجوں پر غور کیا جائیگا، اور ان نازک حالات میں مسلمانوں کیلئے ایک ایسا لائحہ عمل پیش کرنے کی کوشش کی جائیگی، جس کے ذریعہ مسلمان اپنی شناخت کا تحفظ کرسکیں، اور ملک کے امن وامان کو برقرار رکھتے ہوئے اور قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے اپنی جان، مال اور آبرو کی حفاظت کے ساتھ شریعت اسلامی اور شعائر اسلامی کے تحفظ کی جدوجہد کریں۔ جو قوم اپنے مسائل کو نہیں سمجھتی ہے خود فراموشی میں مبتلا ہوجاتی ہے، اور حالات پر نہیں نظر رکھتی، وہ داستان پارینہ بن جاتی ہے۔ اللہ تعالی ہماری مدد فرمائے اور ملت اسلامیہ ہند کو دین وشریعت پر ثابت قدم رکھے اور حکمت وبصیرت کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

۞۞۞

بقیہ: وصیت اور میراث سے متعلق چند مسائل

''مورث کی زندگی میں وارثین کی اجازت معتبر نہیں ہے بلکہ اس کی وفات کے بعد کی اجازت کا اعتبار ہے۔'' (الدر المختار)

(۵) کسی وارث کے لئے وصیت کا اعتبار نہیں ہے لیکن اگر اس وارث کے سوا جس کے لئے وصیت کی گئی ہے کوئی دوسرا وارث ہے ہی نہیں تو وصیت کا اعتبار ہوجاتا ہے۔ اس لئے اگر کسی شخص نے بیوی کے لئے وصیت کی اور بیوی کے سوا اس کا کوئی دوسرا وارث نہیں تھا تو میراث کے ساتھ بیوی کو وصیت کے مطابق بھی ملے گا۔

''یا اس کے سوا اس کا کوئی وارث نہ ہو...... اگر کسی نے اپنی بیوی کے لئے وصیت کی یا بیوی نے شوہر کے لئے وصیت کی اور کوئی دوسرا وارث نہیں ہے تو یہ وصیت درست ہوگی'' (الدر المختار)

(۶) وارث کے حق میں کوئی وصیت معتبر نہیں ہوتی ہے خواہ وہ ایک تہائی کی ہو یا اس سے زیادہ کی ہو۔ البتہ غیر وارث کے حق میں ایک تہائی کی وصیت معتبر ہوتی ہے، اس سے زیادہ کی معتبر نہیں ہوتی ہے۔ ہاں وارثین اجازت دیں تو غیر وارث کے لئے ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت بھی درست ہوجائے گی۔ یہاں بھی مورث کی وفات کے بعد کی اجازت معتبر ہوگی۔ اس لئے اگر کسی نے غیر وارث کے لئے ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت کی اور اس پر دیگر ورثہ مورث کی زندگی میں رضامند بھی ہوگئے تو اس رضامندی کا ابھی اعتبار نہیں ہے، مورث کی موت کے بعد وارثین کی رضامندی کا اعتبار ہے، اس لئے مورث کی وفات کے بعد بھی ورثہ رضامند رہ کر اس کی اجازت دیدیتے ہیں تو اس کا اعتبار ہوگا، ورنہ اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

''وارثین کی اجازت مورث کی موت کے بعد معتبر ہوتی ہے۔ کیونکہ اس (میراث) میں اسی وقت ان کا حق ثابت ہوتا ہے، اس سے قبل نہیں۔ اور حق ثابت ہونے کے بعد ساقط ہوتا ہے۔ جب وارثین نے مورث کی موت کے بعد اجازت دی تو انہوں نے اپنے حق کو ثابت ہونے کے ساقط کیا ہے، اس لئے یہ درست ہے۔'' (الاختیار)۔

۞۞۞

ہم اپنے اسلامی عقیدہ پر اٹل ہیں

حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ (سابق صدر بورڈ)

اسلام ایک ایسی مملکت ہے کہ جس کی سرحدیں اٹل ہیں اور وہ سرحدیں خداوندی دستور سے بنی ہوئی ہیں، جو قلعہ بند شہر پناہ کی مانند ہیں۔ زمانہ کی کسی ضرب سے نہ وہ ٹوٹ سکتی ہیں اور نہ ہل سکتی ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ کچھ لوگ ان سرحدوں سے باہر نکل جائیں مگر یہ ان کی تعدی ہوگی، حدود اپنی ہی جگہ اٹل رہیں گی۔ اسلام کا قالب جن قانونی دستاویزوں اور فطری اصولوں سے مشیت خداوندی نے تیار کیا ہے ان میں تمام ہنگامی اور دوامی اصلاحات اور ان کے اصول وقوانین جمع کر کے ان میں سے ان تمام سماجی برائیوں کو نکال دیا ہے جن کا نام جاہلیت تھا۔ اس میں کسی تغیر اور تبدیلی کے معنی اسی جاہلیت کو دوبارہ لے آنے کے سوا دوسرے نہیں ہو سکتے، جس سے مالک مطلق نے انسانیت کو پاک کر کے درجہ کمال پر پہنچایا تھا۔

آج پرسنل لا کے نام پر ان تبدیلیوں کا مواد بنام اصلاح وترمیم پیش کیا جارہا ہے۔ کیا حقیقتاً یہ اصلاح اور کوئی اصلاحی تحریک ہے؟ یہ اصلاح اسی قسم کی ہے، جسے قرن اول کے منافقین انما نحن مصلحون کے نعرے کے ساتھ لے کر کھڑے ہوئے تھے۔ ہم اپنے دین ودانش کے لحاظ سے یہ تسلیم نہیں کرتے کہ مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کی تحریک کوئی اصلاحی تحریک ہے۔ بلکہ دوربین سے دیکھئے یا خوردبین سے، صاف نظر آئے گا کہ یہ ایک سیاسی تحریک ہے، جو ہندو کوڈ بل سے پیدا ہوئی ہے، سو یہ آپ کی سیاست ہے، آپ اسے اپنے پاس رکھئے۔

ہندوستان کا دستور، مذہب اور سیاست کو الگ الگ قرار دیتا ہے تو آپ ہمارے مذہب کے معاملے میں اپنی سیاست ملا کر حکومت اور عوام کو ناراض کرنے کی کوشش کیوں کر رہے ہیں؟ آپ کا دعویٰ ہے کہ حکومت ریفارمس چاہتی ہے اور ہم مصلح ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ ملک میں سماجی برائیوں، اخلاقی گراوٹوں اور غلاظتوں کے جو ڈھیر لگے ہوئے ہیں، حکومت کے قانون، حکام کی طاقت اور نام نہاد مصلحین کی اصلاحی مہم کا رخ اس طرف کیوں نہیں؟

مجھے اس وقت ایک سخت لفظ کہنے پر معاف کیجئے کہ وہ سماج کا کتنا دیوث ہے، جو لاکھوں ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو بازار میں بیٹھنے کی اجازت دیتا ہے اور چار شادیوں کی محض اجازت اور وہ بھی خاص شرائط عدل ودیانت سے مشروط اجازت پر اعتراض کرتا ہے اور اس غلاظت پر ان مظلوم قسمت کی ماری بازار گنہگار عورتوں پر کتنے مرد ظلم توڑتے ہیں، نہ کوئی پابندی عائد کرتا ہے اور نہ کوئی داروگیر کا روادار ہے، سماج نے گناہوں کے بازار لگا رکھے ہیں۔ آج بھی اس ملک میں ایسے فرقے ہیں جو اسی بیویاں رکھتے ہیں اور سماج ان کے بارے میں چوں تک نہیں کرتا۔

برائیوں کے بازار کھلے ہوئے ہیں، جن میں ہر برائی اور ہر اخلاقی گندگی بکری کے مال کی طرح بکتی ہے۔ تباہ حال اچھوتوں کا کیا حال ہے، غریب ہندو عورتوں کا کیا حال اور مآل ہے، جوان نسل کے لڑکے اور لڑکیاں کن کن سماجی مصیبتوں میں مبتلا ہیں، جھونپڑیوں میں عورتوں کی عزت عصمت کیسے دردناک حالات سے دوچار ہیں، ہو ہاں کوئی مصلح، کوئی لیڈر اس اصلاحی مہم کو لے کر اٹھنے کی تکلیف گوارہ فرما کر نہیں پہنچتا اگر وہ اس اصلاحی مہم کو لے کر اٹھیں تو میں اعلان کرتا ہوں کہ ہم سب اسی وقت ان مصلحین کے پروگراموں کا آخر تک ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں۔

شاید ان ہی غلاظتوں کی پردہ پوشی کے لئے پرسنل لا کے چند مسائل کو ہدف بنا کر ان میں ترمیمات اور اصلاحات کے نعرے لگائے جارہے ہیں، یا ممکن ہے کہ اقلیتوں کو جذباتی ہیجان میں مبتلا رکھنے کی یہ کوئی تدبیر ہو۔ بہر حال نعرہ زنوں کا اندازہ قد ہر لباس میں عریاں ہے۔ خواہ وہ آئین کا لباس پہن کر آئیں، یا سماج اور معاشرہ کی اصلاح کا، لیکن اگر ان میں سے کوئی فرد، دین خداوندی میں ترمیم وتبدیلی کا نعرہ بزعم خود کوئی اصولی بات سمجھ کر لگا رہا ہے تو میں اس اجتماع کے موقع پر اپنے تمام علماء کرام اور دانشوران محترم کی طرف سے یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اپنے اس عقیدہ پر اٹل ہیں کہ جس طرح خدائے بزرگ برتر نے اپنے نظام خلق کو اپنی سچی فطرت پر قائم کیا ہے، جس میں تبدیلی ناممکن ہے کہ لاتبدیل لخلق اللہ۔ اسی طرح اس نے اپنے نظام امر کو بھی جس کا نام دین ہے، اپنی اسی فطرت کے اساس پر قائم کیا ہے، اس لئے اس میں بھی تبدیلی ممکن نہیں، لاتبدیل لکلمات اللہ.

❁❁❁

عائلی قوانین ایمان وعقیدہ کا بنیادی جزء ہے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ (سابق صدر بورڈ)

ملت ابراہیمیؑ اور دین محمدیﷺ کی اس دعوت کو آج صراحت اور تعین کے ساتھ پیش کرنے کی ضرورت ہے، یہ اس تہذیب کی دعوت ہے جس کی بنا ابراہیم علیہ السلام نے ڈالی ہے اور تکمیل وتجدید حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے، اجتماع واخلاق میں اس کے معین اصول ہیں، یہ فرد کی حریت اور فلاح کی ضامن ہے، چند معین عقائد، معین اصولوں اور معین کرداروں نے اس کو وجود بخشا ہے، یہ ابراہیم علیہ السلام ومحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشترکہ دعوت اور میراث ہے اور اس کے سوا کوئی تیسری چیز خدا کو قبول نہیں۔

جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے، ان کے ایمان وعقیدہ کا جزء ہے کہ ان کا عائلی قانون (Family Law) اسی خدا کا بنایا ہوا ہے جس نے قرآن اتارا اور عقائد وعبادات کا قانون عطا کیا، سارا قرآن مجید ان تصریحات سے بھرا ہوا ہے، مسلمان اس عقیدہ پر ایمان لانے پر مجبور ہیں اور اس کے بغیر وہ مسلمان نہیں رہ سکتے، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قانون خدائے علیم وخبیر کا بنایا ہوا ہے، جو انسان کا بھی خالق ہے اور اس کائنات کا بھی، وہ فطری ضرورتوں اور کمزوریوں دونوں سے واقف ہے۔

اسی طرح وہ زمانہ کا خالق ہے، ہمارے لحاظ سے ماضی وحال و مستقبل کی تقسیم کتنی ہی صحیح اور ضروری ہو اس کے لحاظ سے سب ماضی ہی ماضی ہے، اس لئے ایک بار یہ مان لینے کے بعد وہ خدا کا بنایا ہوا قانون ہے جو ایک زندہ جاوید امت اور ایک عالمگیر اور دائمی شریعت کے لئے بنایا گیا ہے تو ترمیم وتبدیلی کی ضرورت کا مطالبہ ایک کھلے منطقی تضاد اور جہاں تک مسلمان کہلانے والے اشخاص کا تعلق ہے ایک اعتقادی وعلمی نفاق کے سوا کچھ نہیں، پھر معاملہ صرف بالغیب اور مذہبی عقیدت اور عصبیت کا نہیں، اس قانون کے مکمل متوازن اور عادل ہونے اور زمان ومکان کی تبدیلی پر حاوی ہونے کے عقلی وعلمی شواہد اور مسلم وغیر مسلم، مشرقی ومغربی فضلاء، حجری و انصاف پسند مقننین کے واضح اعترافات اور عملی تجربے اتنے ہیں کہ کوئی "شپرہ چشم" ہی ان سے انکار کرسکتا ہے، اس موضوع پر متعدد نامور فضلاء نے قلم اٹھایا ہے اور بڑا قیمتی مواد جمع کردیا ہے۔

ہندوستان میں جب یہ مسئلہ اٹھا اور دیکھنے والوں کو یہ نظر آیا کہ افق پر خطرہ کی علامتیں نمایاں ہوگئی ہیں اور یہ بادل جو ابھی کسی وقت گرجتا ہے کسی وقت ضرور برسے گا تو انہوں نے "مسلم پرسنل لا بورڈ" کے نام سے دسمبر ۱۹۷۲ء میں بمبئی میں ایک متحدہ پلیٹ فارم بنایا جس سے وقتاً فوقتاً قانون سازی کی نوعیت اور اس کے رخ کا جائزہ لیا جاتا رہے، اور مسلمانوں کی رائے عامہ کو بیدار رکھنے کا سامان کیا جاتا رہے، تاکہ اچانک ان پر یہ یا کوئی دوسرا مسئلہ شب خون نہ مارنے پائے یہ ایک ایسا نمائندہ بورڈ تھا جس کی مثال اپنی وسعت اور عمومیت اور مختلف مکاتب خیال کی نمائندگی کے لحاظ سے تحریک خلافت کے بعد نہیں ملتی، ۱۹۴۷ء کے بعد اتنے بڑے اجتماعات دیکھنے میں نہیں آئے، اس بورڈ کی تشکیل اور اس کے ان شاندار اور بے نظیر جلسوں کا اتنا اثر ضرور ہوا کہ حکومت اور مسلم پرسنل لا میں اصلاح وترمیم کی آواز بلند کرنے والے حضرات کو ہوا کا رخ معلوم ہوگیا، اور اتنا ثابت ہوگیا کہ مسلمان اس مسئلہ پر صد فیصد متفق ہیں، اس لئے دانش مندی، حقیقت پسندی اور انتخابی سیاست کا بھی تقاضا ہے کہ اس مسئلہ کو اٹھانے میں احتیاط کی جائے۔

مسلم ملت ایک معاشرہ، تہذیب وتمدن اور فکر و دانش کا ایک مستقل مدرسہ (School of Thought) بھی ہے لیکن اس کی جو اصل حقیقت ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایک "دین" ہے اور اس دین کو دنیا میں پیش کرنے والے اور اس کو بروئے کار لانے والے، اس کو ہماری زندگی میں داخل کرنے والے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور یہ ان کی زبان اور ان کا طرز فکر نہیں، اس کا بنیادی چشمہ ان کے دماغ میں نہیں تھا بلکہ ان سے باہر اور ان سے بلند تھا اور وہ ان کے لئے اسی درجہ کا قابل احترام اور قابل اطاعت تھا، جیسے ہمارے آپ کے لئے اور سارے امتیوں کے لئے۔ ۞۞۞

مُعاشرتی دشواریاں

حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ (سابق جنرل سکریٹری بورڈ)

کہا جاتا ہے کہ ''مُسلم پرسنل لا'' پر عمل کرنے سے معاشرتی دشواریاں پیدا ہوتی ہیں، اور مسلم معاشرہ ان قوانین کی وجہ سے کراہ اُٹھتا ہے۔ خاص طریقہ پر طلاق اور تعدد ازدواج ایسی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے عورتوں کی زندگی ہر وقت خطرات میں گھری رہتی ہے اور طلاق کی ننگی تلوار عورت کے سر پر لٹکتی رہتی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ مسلم پرسنل لا کی رُو سے مرد کو طلاق کا اختیار دیا گیا ہے اور اسے ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی گئی ہے۔ لیکن یہ قانون کی خامی نہیں ہے نہ کوئی ایسا جُرم، جس کے تذکرہ سے فضا گونج جائے...... شریعت نے شوہر اور بیوی میں علیٰحدگی کی مختلف شکلیں بتائی ہیں، مرد کو طلاق کا اختیار دیا گیا ہے اور عورتوں کے لئے خلع اور فسخ نکاح کی راہ بتائی گئی ہے...... یہ صحیح ہے کہ مرد اپنے اس حق کا براہ راست استعمال کر سکتا ہے اور عورتیں اپنا حق بالواسطہ استعمال کرتی ہیں۔ مرد اور عورت کے حقوق میں اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ دونوں کی ذمہ داریوں کی نوعیت جُدا جُدا ہے، نکاح کے بعد مرد پر جتنی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، عورتوں پر اتنی ذمہ داری نہیں رکھی گئی ہے۔ مرد پر بیوی اور بچوں کے اخراجات کے علاوہ مہر کی شکل میں ایک رقم بھی واجب ہوتی ہے۔ علیٰحدگی کا فیصلہ اگر بلاواسطہ عورتوں کے بھی حوالہ کیا جاتا تو عورتیں اپنے اس حق کو استعمال کرتیں جس کے نتیجہ میں عورتوں پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی مگر مہر کی رقم کی فوری ادائیگی اور بچوں کی کفالت اور تربیت کا نظم مرد کو کرنا پڑتا اور مرد بلا وجہ دشواریوں میں مبتلا ہوتا، اس لئے شریعت نے علیٰحدگی کا براہ راست اختیار مرد کو دیا تا کہ اپنے حق کو استعمال کرتے وقت وہ ان اخراجات اور دشواریوں کی فہرست کو بھی سامنے رکھے اور کمزور اسباب کی بنیاد پر یا بلا سبب بیوی کو علیٰحدہ نہ کرے۔

ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ گرچہ طلاق کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے مگر اسے ''ابغض المباحات'' (جائز چیزوں میں سب سے زیادہ کریہہ) قرار دیا ہے اور یہ ہدایت بھی دی گئی ہے کہ جب نباہ ہونے کی کوئی شکل باقی نہ رہے تو بہت سوچ سمجھ کر طلاق دینی چاہئے اور ایک ہی مرتبہ تین طلاق نہیں دینی چاہئے۔ شریعت نے تفصیل کے ساتھ طلاق کا طریقہ بتایا ہے، اس طریقہ پر عمل کرنے کے بعد اس کی گنجائش ہی نہیں رہتی کہ مرد اشتعال کے نتیجے میں یا جذبات کی رو میں طلاق دیدے۔ شریعت کی ہدایت کے مطابق دی ہوئی طلاق ایک عاقلانہ اور ٹھنڈا فیصلہ ہی ہو سکتی ہے، وہ ایسی تلوار ہرگز نہیں ثابت ہو سکتی جو ہمیشہ عورت کے سر پر لٹکتی رہے لیکن اگر کوئی مرد، شریعت کی ان ہدایات کے باوجود وقتی اشتعال کے نتیجہ میں طلاق دیتا ہے تو یہ طلاق واقع ہوگی۔ ہم اسے قانون کی خرابی نہیں کہہ سکتے۔ یہ قانونی حق کا غلط استعمال ہے، اس غلط استعمال کو روکنے کیلئے ذہنی تربیت کی ضرورت ہے نہ کہ قانون بدلنے کی!

شریعت نے عدل وانصاف کی شرط کے ساتھ تعدد ازدواج کی اجازت دی ہے اس مسئلہ میں یہ خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ شریعت نے عورتوں کے احساسات کی رعایت نہیں کی...... لیکن اگر عائلی زندگی کے پورے نظام کا جائزہ لیا جائے اور شریعت نے عصمت وعفت کی جیسی تعلیم دی اسے پیش نظر رکھا جائے تو یہ کوئی غیر منطقی چیز نظر نہیں آئے گی۔ مغرب نے دنیا کو جس معاشرہ سے روشناس کرایا ہے، اس میں عصمت وعفت جیسے الفاظ کی معنویت تلاش کرنا مشکل ہے اور اس معاشرہ کو سامنے رکھ کر تعدد ازدواج جیسے قانون کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، لیکن اسلامی معاشرہ کے پیش نظر اس قانون کی ضرورت پڑ سکتی ہے اور مرد کے ایسے حالات ہو سکتے ہیں کہ وہ صاف ستھری زندگی گذارنے کیلئے دوسرے نکاح کی ضرورت محسوس کرے۔

شریعت کے ازدواجی قوانین میں عورتوں کے حقوق

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی

انسان کی فطری ضرورتوں اور طبعی تقاضوں میں سب سے اہم۔ یا اہم ترین میں سے ایک وہ تقاضا ہے جس کی تکمیل ازدواجی رشتہ سے ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ اس جیسے اہم تقاضے کو کوئی معمولی سا قوانین کا مجموعہ بھی نظر انداز نہیں کرسکتا۔ چہ جائیکہ احکم الحاکمین کی طرف سے عطا کردہ وہ دستور، جو پوری انسانیت اور اس کے ہر ہر تقاضے کی رعایت اپنے اندر لئے ہوئے ہے، وہ بھلا کس طرح اسے نظر انداز کرسکتا ہے۔ (اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَ هُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ)۔

قرآن وسنت میں نکاح سے متعلق احکام کی تفصیلات

شریعت نے اس تقاضہ کو کتنی اہمیت دی ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ اور کسی انسانی، شخصی و عملی، ضرورت کے لیے اتنے مفصل اور واضح احکام وہدایات قرآن وسنت میں نہیں ملتے جتنے اس کے بارے میں ملتے ہیں، پھر فرائض وواجبات (یعنی قانونی حیثیت رکھنے والے امور) کے اظہار و بیان پر ہی مشتمل وہ ہدایات نہیں ہیں بلکہ مستحبات و مندوبات (ترجیحی اور زیادہ بہتر پہلوؤں) کی نشاندہی بھی ان میں بکثرت موجود ہے، یہ بجائے خود اس موضوع کی اہمیت اور عنداللہ مطلوبیت کی مستقل دلیل ہے، یہ قوانین قرآن مجید اور صحیح احادیث میں صاف صاف بیان کئے گئے ہیں۔ کسی انسانی ذہن کی پیداوار نہیں ہیں۔ چنانچہ نکاح وطلاق سے متعلق قرآن مجید کی چھ سورتوں۔ بقرہ، نساء، نور، احزاب، ممتحنہ، طلاق۔ میں تقریباً تیس آیتوں کے اندر احکام دیئے گئے ہیں، اسی طرح وراثت کے بارے میں بھی تفصیلی قوانین قرآن مجید کی سورہ نساء کے پورے ایک رکوع میں یکجا بیان ہوئے ہیں اس کے علاوہ اور بھی مواقع پر۔ مثلاً سورہ نساء کے آخر میں بتائے گئے ہیں، زوجین کے حقوق وفرائض کی تفصیلات بھی متعدد سورتوں (بقرہ، نساء، احزاب، طلاق وغیرہ) میں مذکور ہیں، اور ایسی احادیث کا تو شمار ہی مشکل ہے جن میں مذکورہ بالا مسائل بیان ہوئے ہیں۔

تو اب خدا نہ کردہ یونیفارسول کوڈ نافذ کیا جاتا اور ''مسلم پرسنل لا'' جزواً یا کلاً ختم کیا جاتا ہے تو اس اقدام سے قرآن مجید کی چالیس سے زیادہ آیتوں اور سینکڑوں احادیث کو عملاً معطل ومنسوخ کرنے اور ان سب پر عمل کرنے سے مسلمانوں کو جبراً محروم کرنے کا خطرہ لاحق ہوجائے گا۔ کیا کوئی بھی غیرت دار اور مسلمان یہ جبر وظلم گوارہ کرنے پر آمادہ ہوگا، اور اگر بالفرض کوئی مسلمان اسے گوارہ کرتا ہے تو وہ مسلمان رہ سکے گا! ظاہر ہے کہ ـــــــ قرآن مجید کی آیات کی اتنی بڑی تعداد اور بکثرت احادیث کی منسوخی ومعطلی کو خوش دلی سے برداشت کر لینے والا مسلمان نہیں رہ سکتا۔

یہ بات کسی معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والے سے بھی مخفی نہیں ہوگی کہ ان قوانین پر عمل کرنے سے مسلمانوں کا امتیاز باقی نہیں رہے گا اور مسلمان، مسلمان کی حیثیت سے باقی نہیں رہ سکتا ہے یعنی اگر یہ امتیاز ختم ہوگیا تو مسلمان یہاں بحیثیت مسلمان کے ختم ہوجائیں گے اور اکثریت کے اندر ایسے ضم ہوجائیں گے کہ تمیز نہ ہوسکے گی۔ چاہے نام مسلمانوں جیسا رہے، پھر آگے چل کر نام کے بھی مسلمان نہیں رہ جائیں گے جیسا کہ اسپین وغیرہ میں یہ صورت سامنے آچکی ہے۔ (لا قدر اللّٰہ)

رہا یہ پروپیگنڈہ کہ ''اسلامی قوانین غیر منصفانہ ہیں اور ان میں عورت کو نظر انداز کیا گیا ہے'' سراسر بے بنیاد ہے۔ اسلام نے عورتوں کو اتنے حقوق دیئے ہیں کہ کسی بھی مذہب یا قانون نے نہیں دیئے، اس کا کچھ اندازہ زیر نظر سطور سے ہوجائے گا۔

یہاں ان سب کا احاطہ نہ مقصود ہے اور نہ آسان، کیونکہ تمام

تفصیلات، کسی مقالہ میں نہیں ضخیم کتاب میں ہی سماسکتی ہیں۔ بحمدللہ اس موضوع پر متعدد مفید کتابیں موجود ہیں (راقم سطور کی کتاب ''معاشرتی مسائل'' بھی اسی طرح کے موضوع پر عرصہ ہوا سامنے آچکی ہے، جس کے متعدد ایڈیشن ''مجلس تحقیقات ونشریات اسلام'' ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع ہو چکے ہیں) بلکہ صرف از دواجی رشتہ قائم ہو جانے کے بعد اسے خوشگوار طریقہ اور بہتر طور پر نباہنے کے لئے جو ہدایات وتعلیمات قرآن وسنت میں ہمیں ملتی ہیں ان کا مختصر تذکرہ اس وقت پیش نظر ہے۔

ایک فریق کا عقد نکاح میں نازک ہونا

اس حقیقت سے انکار آج بھی ممکن نہیں کہ اس رشتہ (یا عقد و معاہدہ) میں ایک فریق فطری طور پر کمزور و نازک ہوتا ہے (اس صنف کی نزاکت کا لحاظ کرتے ہوئے حدیث نبویؐ میں اسے ''قوارِ'' (آبگینہ یعنی شیشہ) کہا گیا ہے۔ (دیکھئے، بخاری ج۲ص۹۱۷، مسلم ج۲ص۲۵۵)

دوسرا، نسبۃً مختلف اعتبارات سے مضبوط اور طاقتور، اور سب جانتے ہیں کہ طاقت ور کا کمزور کو حق دینا۔ حیوانی طبیعت کے مطابق آسان نہیں ہوتا، جو بیدار مغز شخص بھی اسلامی تعلیمات وہدایات کا گہری نظر سے مطالعہ کرے گا اس کے سامنے یہ حقیقت آجائے گی کہ دونوں کے فطری فرق کی پوری پوری اس میں رعایت کی گئی ہے۔ لیکن کسی صنف یا مجموعہ کی رعایت پر مشتمل قوانین و ہدایت کا تنہا مرتب ومعلوم ہو جانا پورے قانونی حقوق دلانے کے لیے عموماً کافی نہیں ہوا کرتا (جس کی سب سے نمایاں اور واقعاتی مثال اقلیتوں کے حقوق ہیں کہ اگرچہ بہت سے ملکوں کے دستور انہیں برابر کے حقوق دیتے ہیں۔ مگر عملاً کیا ہوتا ہے؟ اسے بتانے کی ضرورت نہیں!)

وجہ ظاہر ہے کہ اپنی ذات پر جبر کر کے یا نقصان اٹھا کر ضعیف کی رعایت کرنے پر آسانی سے طبیعت آمادہ نہیں ہوتی، جب تک کسی کا خوف یا کوئی لالچ نہ ہو۔ دنیاوی قوانین بالخصوص ایسے قوانین کہ جن پر عمل کرنے میں مادی نقصان یا طبیعت پر جبر ہوتا ہو، عمل پر آمادہ کرنے میں بالکل ناکام ہو چکے ہیں۔ خاص طور پر ایسی شکل میں جہاں قانونی چارہ جوئی اور مظلوم کی دادرسی کا امکان بھی بہت کم ہو، (اور یقیناً زوجین کے حقوق ومعاملات اصلاً اکثر ایسے ہی ہوتے ہیں جن کا کسی بھی غیر کے سامنے بیان کرنا تک باعث ننگ، بلکہ بسا اوقات تباہ کن، بالخصوص عورت کے حق میں ہوتا ہے) تو بجز خوف خداوندی کے اور کوئی ایسا مؤثر عامل نہیں، جو کسی ضعیف کا حق دینے پر طبیعت کے نہ چاہنے بلکہ بار خاطر ہونے اور مادی نقصان کی صورت میں بھی طاقتور کو مجبور کر سکے۔

خطبہ نکاح میں حکمت؟

غالباً اسی وجہ سے رشتۂ از دواج کے انعقاد یعنی نکاح کے وقت جو خطبہ (اتباع سنت میں) پڑھا جاتا ہے اس میں قرآن مجید کی وہ تین آیتیں پڑھنا مسنون ہے جن میں ''تقویٰ'' (یعنی خوف خدا کا، نیز اس کے بتائے ہوئے قوانین کی خلاف ورزی سے بچنے کا حکم ہے اور ان میں جو آیت سب سے پہلے پڑھی جاتی ہے (یَآ اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ الخ) (سورۃ النساء:۱) اس کے اندر تو خوف خدا کے حکم کے ساتھ یہ بات بھی بتادی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت دونوں کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے، جس کا تقاضہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک، انسان ہونے کے لحاظ سے برابر ہے (یعنی قوت وصنعت کے فرق کے باوجود) اس لیے کسی کو کمتر سمجھنا نہ صرف ظلم بلکہ خلاف حقیقت اور انسانیت سے بعید ہوگا۔

دوسری سورۂ آل عمران کی آیت ۱۰۲: یَـا اَیُّها الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِه الخ، تیسری سورۃ الاحزاب کی آیت ۷۰: یا اَیُّها الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوا قَوْلاً سَدِیْداً الخ، شاید اسی ضعف ونزاکت کی وجہ سے اولا دکو اللہ سچے رسول کی طرف سے یہ ہدایت ہے کہ وہ حسن سلوک کرنے میں ماں کو مقدم رکھے۔ (باپ کے مقابلے میں بھی) (بخاری ج۲ص۸۸۳)

پردہ، عورت کی فطرت کا تقاضا

یہ طبعی بات ہے کہ نازک چیز یا جسم کے نازک حصہ کی رعایت سب سے زیادہ ہوتی ہے، مثلاً اس پر سخت بوجھ نہیں لادا جاتا اور نہ کسی ایسے کام کی انجام دہی اس سے متعلق کی جاتی ہے جو اس کے ضعف ونزاکت کے لحاظ سے ناقابل تحمل ہو، سچ پوچھئے تو عورت کو حجاب کا حکم دینے میں اسی وصف (نزاکت) کی رعایت ہی مقصود ہے۔ کیونکہ نازک اور قابل احترام چیز کی

رعایت وحفاظت زیادہ کی جاتی ہے، اگر عورت واقعی حقیقت شناس ہو اور اپنی قدر پہچان لینے کی صلاحیت رکھتی ہو تو اس کے نزدیک سب سے بہتر چیز ''اجانب کی نگاہوں سے اپنی حفاظت ہوگی'' جیسا کہ خاتون جنت (بلکہ جنتی عورتوں کی سردار) حضرت فاطمہؓ نے اپنے والد معظم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس سوال کے جواب میں کہ ''عورت کے لئے سب سے بہتر چیز کیا ہے''؟ فرمایا تھا ''نہ وہ کسی اجنبی مرد کو دیکھے اور نہ اسے کوئی اجنبی مرد دیکھے''۔

اخراجات کا عورت پر کوئی بار نہیں

اس لئے شریعت نے کوئی ایسی ذمہ داری عورت پر نہیں ڈالی جو اصل فطرت کے لحاظ سے اس پر بار ہو، چنانچہ شریعت نے اس پر نفقہ کی (خود عورت کے اپنے نفقہ کی بھی) ذمہ داری عام حالات میں نہیں ڈالی، اس بارے میں شریعت کا قانون یہ ہے کہ عورت کا (شادی سے قبل) نفقہ اس کے والد پر ہے۔ (دیکھئے قرآن مجید سورہ بقرہ آیت ۲۳۳ وسورہ طلاق آیت ۱۰۲، کتب حدیث میں دیکھئے مثلاً بخاری ثانی ۸۰۶، ۸۰۷ و مسلم ثانی ۳۶، ۵۷، ۳۱۲۔ فقہ حنفی (شریعت اسلامی) کی مشہور و معتبر کتاب درمختار اور اس کی شرح ردالمختار۔ (نوٹ) نفقہ کا باب بہت طوالذیل ہے مذکورہ بالا کتاب (ردالمختار) کی جلد ثانی میں ۶۴۳ سے ۶۸۹ تک پھیلا ہوا ہے) خلاصہ یہ کہ عورت پر ہنگامی اور نادر حالات کے علاوہ اور کوئی ایسا وقت نہیں آتا کہ اس پر نفقہ کی ذمہ داری ہو۔ اس انتظام کی موجودگی میں مطلقہ کے نفقہ کی ذمہ داری سابق شوہر پر ڈالنا ظلم کہلانے کی مستحق ہے۔ جیسا کہ سی۔آر۔پی کی دفعہ ۱۲۵ میں ڈال دی گئی ہے۔) (شامی ج ۲ ص ۶۸۱، ۶۸۲)

والد نہ ہونے یا اخراجات برداشت کرنے کے لائق نہ ہونے کی صورت میں حسب اصول وراثت، دادا، چچا، بھائیوں وغیرہ پر۔ مطلب یہ ہے کہ اس عورت کی وفات کی صورت میں جس وارث کو شرعی طور پر جتنا حصہ مل سکتا ہے اسی نسبت کے بقدر اس عورت کے (موجودہ شکل میں) متوقع وارث پر اخراجات لازم ہوں گے۔

منافع ذمہ داریوں سے وابستہ

اس سے شریعت کے ایک اور حکیمانہ اصول کا پتہ چلتا ہے کہ اس میں منافع کو ذمہ داریوں کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔

شادی کے بعد عورت کے اخراجات شوہر پر لازم ہوتے ہیں۔ شوہر سے علیحدگی کی صورت میں بھی، عدت کے درمیان پورے اخراجات شوہر کے ذمہ ہیں، یہاں تک کہ اگر بیوی کھانا پکانے کی عادی نہ ہو تو پکا پکایا کھانا مہیا کرنا شوہر کے ذمہ ہوگا، یا باورچی کا انتظام کرنا ہوگا، اور شیر خوار بچہ کی موجودگی میں عدت کے بعد بھی جب تک بچہ کا دودھ نہ چھوٹے اس کے اور بچے کے اخراجات شوہر کے ذمہ ہیں، بچہ کا دودھ چھوٹنے کے بعد بھی اس کی پرورش کرنے کی وجہ سے اگر وہ کسی دوسرے مرد سے شادی نہیں کرتی اور بچہ کی پرورش میں مشغول رہتی ہے، تو پوری مدت کے درمیان (جو لڑکے کے لئے تقریباً سات سال اور لڑکی کے لئے بلوغ تک ہے) اس کا اور بچہ کا خرچ بچہ کے باپ کے ذمہ رہے گا، مزید یہ کہ باپ، بچہ کی ماں کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ (احکام القرآن للجصاص۔ ج ۱ ص ۴۰۸) الا یہ کہ بچہ کی جان یا صحت کو خطرہ ہو، اگر ماں دودھ پلانے پر راضی نہ ہو تو باپ کو دوسری دودھ پلانے والی عورت کا انتظام کرنا پڑے گا، (اگر وہ خوش حال ہو) عدت کے بعد اولاد پر، اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں پھر شادی سے قبل کی طرح والد یا دیگر قریبی رشتہ داروں پر ہے، اور جن لوگوں پر عورت کے اخراجات لازم کئے گئے ہیں وہ محض رضا کارانہ نہیں بلکہ قانونی طور پر واجب ہیں۔ یعنی اس کے لیے ان لوگوں کو مجبور کیا جائیگا اور قانوناً ان سے دلوایا جائے گا۔ شوہر اگر خوش حال ہے تو اس کی حیثیت کے مطابق بیوی کو اخراجات دلوائے جائیں گے۔ اور (عورت کو بعض شکلوں میں) ان کی طرف سے حکومت قرض بھی دلوا سکتی ہے۔ بدقسمتی سے اگر عورت کے رشتہ دار بھی نہ ہوں (یا اس لائق نہ ہوں) نیز اور بھی کوئی معقول ذریعہ معاش نہ ہو تو پھر اس کے نفقہ کی ذمہ داری حکومت وقت پر ہے۔ (شرعی حکومت نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین اس کی قائم مقام ہوتی ہے) خلاصہ یہ کہ عورت کو اپنی ضروریات زندگی کے واسطے کمانے کی محنت ومشقت سے ہمیشہ کے لیے بچایا اور اس کا تکفل اکثر کسی نہ کسی مرد کے ذمہ کر دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ بھی ''آبگینہ'' کی رعایت کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے!

ترکہ میں عورت کا حصہ کم کیوں؟

یہیں سے ترکہ میں عورت کا حصہ مرد کے حصہ سے (اکثر صورتوں میں) کم ہونے کی حکمت بھی معلوم ہو جاتی ہے، کہ عورت پر عام و

نارمل حالات میں ایسی کوئی مالی ذمہ داری شرعاً عائد ہی نہیں ہوتی کہ وہ خرچ کرنے پر مجبور ہو، مزید برآں، مرد کے برخلاف عورت کو نکاح کرنے کی صورت میں مہر بھی ملتا ہے، جو اکثر خطیر رقم ہوتی ہے۔ پھر بھی اس کے تمام اخراجات کی ذمہ داری شوہر ہی پر ہوتی ہے۔ اس طرح عورت، ترکہ میں حصہ بظاہر کم پانے کے باوجود زیادہ کی مالک بن جاتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی مورث ایک لڑکا اور ایک لڑکی وارث چھوڑ جائے اور تیس ہزار روپیہ کا ترکہ، تو لڑکے کو بیس اور لڑکی کو دس ہزار روپئے ملیں گے۔ پھر اس کے بعد اگر لڑکا اور لڑکی دونوں شادی کریں اور فرض کیجئے ہر ایک کا مہر دس دس ہزار مقرر ہوا تو لڑکے کے پاس مہر کی رقم نکالنے کے بعد دس ہزار روپئے رہ جائیں گے، اور لڑکی کو شوہر کی طرف سے مہر کی رقم مل جانے کے بعد اس کے پاس بیس ہزار ہو جائیں گے۔ مزید یہ کہ لڑکے کو اپنے ذاتی اخراجات کے ساتھ اپنی بیوی کے اخراجات بھی اٹھانا ہوں گے۔ اور لڑکی پر کوئی خرچ نہیں خود اس کا اپنا بھی نہیں، کیوں کہ وہ بھی اس کے شوہر کے ذمہ ہوگا، اس طرح عورت، ترکہ میں حصہ ابتداءً کم پانے کے باوجود بالآخر زیادہ مال کی مالک ہو جاتی ہے، جو فی الواقع اس کے بینک بیلنس بڑھانے کا ہی ذریعہ ہوگا، کسی حقیقی ضرورت پر خرچ کرنے کی نوبت شاید ہی آسکے گی! پھر عورت اسلامی شریعت کے مطابق شادی سے قبل کی طرح شادی کے بعد بھی نہ صرف اپنے والدین (اور بعض صورتوں میں بھائی بہن وغیرہ) کے ترکہ میں شریک ہوتی ہے۔ بلکہ اپنے شوہر اور اولاد کی میراث میں سے بھی حصہ پانے کی مستحق ہوتی ہے۔ اسی بناء پر بہت سے حقیقت پسند اور منصف مزاج باخبر غیر مسلم مفکرین بھی یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوئے کہ ''اسلامی قوانین میں عورتوں کو جتنے حقوق دیئے گئے ہیں وہ کسی بھی قانون میں نہیں دیئے گئے۔'' (اجلاس احمد آباد اکتوبر ۹۵ء میں پڑھا گیا حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کا خطبہ صدارت)

تعجب کی بات

لیکن تعجب ہے کہ ان شرعی قوانین کو جن میں عورتوں کو اتنے حقوق اور رعایتیں دی گئی ہیں، جو کسی بھی ملکی یا مذہبی قوانین میں نہیں دیئے گئے ہیں۔ حقوق نسواں کی پامالی کرنے والا ٹھہرایا اور کہا جارہا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں ایسی تہذیب و معاشرت کو عورت کے حقوق کا نگہبان اور ان کی عزت افزائی کرنے والا قرار دیا جارہا ہے۔ جس نے اسے پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے بسوں کی کنڈکٹر اور دکانوں کی سیل گرل ہی نہیں بنایا بلکہ کال گرل جیسی لعنت میں گرفتار کیا اور مردوں کی تفریح طبع کے لیے بے پردہ کر کے اسے شمع انجمن بنایا اور جس کی برہنہ اور نیم برہنہ تصویروں کو بازاری سامان کی طرح ہر گلی کوچے میں نیلام ہی نہیں، رسوا کیا جارہا ہے۔ اس کے باوجود یہ تہذیب عورت کی محسن و خیرخواہ ہے! ؎

خِرد کا نام جنوں رکھ لیا جنوں کا خِرد

شوہر پر بیوی کے حقوق

عورت کی صنفی رعایت ہی کا احترام ولحاظ کرنے کے لئے اللہ تعالٰی نے قرآن مجید میں مردوں کو خاص طور پر حکم دیا ہے وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورہ نساء آیت ۱۹) یعنی اپنی بیویوں کے ساتھ بہتر طریقہ پر زندگی گذارو، اور اللہ کی کتاب کے اسی کی طرف سے شرح وتفصیل کرنے والے سچے رسولؐ نے حسنِ معاشرت کا قولی ہی نہیں عملی طور پر ایسا نمونہ پیش کیا جس سے زیادہ بہتر کا تصور کرنا بھی ہے۔ سیرت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اسی سلسلہ کے یہاں چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

اسوۂ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم)

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے کام کاج میں ازواج کا ہاتھ بٹاتے تھے'' اس کی تشریح زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہؓ نے (کہ جن سے زیادہ، گھریلو زندگی کے بارے میں معتبر شہادت کسی اور کی نہیں ہو سکتی) یہ فرمائی کہ آپؐ اپنے کپڑے صاف کر لیتے، بکری کا دودھ دوہ لیتے، کپڑے خود سی لیتے، چپل درست کر لیتے، اور ڈول کی مرمت کر لیتے۔'' آپؐ نے اپنی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہؓ کی دل جوئی کی خاطر ان کے ساتھ بھاگ دوڑ میں مقابلہ بھی کیا، اور ان کی کم عمری کی وجہ سے انہیں سہیلیوں کے ساتھ کھیلنے کی پوری آزادی دے رکھی تھی، پھر آپ کا یہ کریمانہ برتاؤ صرف حضرت عائشہؓ کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھا بلکہ ایسا ہی برتاؤ کم وبیش تمام ازواج کے ساتھ تھا۔ بیوی کے ساتھ رعایت اور حسن سلوک کا آخری درجہ یہ ہے کہ اس کی وفات کے بعد بھی

خیال رکھا جائے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجۂ اولیٰ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی وفات کے بعد بھی انہیں برابر یاد فرماتے ان کے حق میں دعائے خیر کرتے اور یہ معمول بھی تھا کہ کبھی بکری ذبح کر کے اس کے گوشت کی بڑی مقدار آں مرحومہ (رضی اللہ عنہا) کی سہیلیوں کو بھجواتے" اسی بنا پر ازواج مطہرات کا متفقہ فیصلہ تھا کہ آپؐ بحیثیت بہترین شوہر کے بھی بے نظیر وعدیم المثال تھے، آپؐ نے امتیوں کو بھی عورتوں (اپنی بیویوں) سے میٹھے انداز میں گفتگو کرنے کا حکم دیا بلکہ (شوہروں سے) یہ بھی فرمایا کہ بقدر امکان حلیہ بھی تم بہتر بنائے رکھو جیسا کہ تم چاہتے ہو کہ عورتیں تمہارے لئے سنگار کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح ازواج کے ساتھ خود کریمانہ برتاؤ کیا اسی طرح اپنی امت کے مردوں سے بھی مطالبہ کیا کہ وہ بھی اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے سے اچھا برتاؤ کریں، اگر خصوصی طور پر اس کی تاکید نہ بھی کی جاتی تب بھی نبی اکرمؐ کی اتباع کے عام حکم کا تقاضہ یہی ہوتا، لیکن اس کے باوجود خصوصیت کے ساتھ آپؐ نے مختلف موقعوں اور متعدد پیرایۂ بیان میں اس بارے میں تاکیدیں اور نصیحتیں فرمائیں۔ مثلاً ایک موقع پر عورت کی فطری وخلقی کمزوری کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی کوتاہیوں سے صرف نظر کرنے کا حکم دیا، یعنی یہ کہ عورت کی طرف سے کچھ کوتاہی ہو جانے کے باوجود (جس میں وہ فطری طور پر معذور سی ہے) اس کے ساتھ بہتر سے بہتر معاملہ کرتے رہو۔ برکت و بصیرت کے لئے اصل کلمات طیبات پڑھتے چلیں :استوصوا بالنساء خیراً۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۴۶۹) عورتوں کے ساتھ بہتر برتاؤ کرنے کے (بارے میں میری) نصیحت مانو" (یہ ایک طویل حدیث کا مختصر حصہ ہے، اس سے پہلے حصہ میں وہ بات فرمائی گئی ہے جو ابھی مذکور ہوئی)۔

عورت کی رعایت

غور فرمائیے اس صنف کے ساتھ کس درجہ رعایت کا حکم دیا جا رہا ہے کہ عورت سے اگر ناگواری پیدا کرنے والی حرکات سرزد ہوں تو بھی تحمل کا ثبوت دو اور اس میں اسے معذور گردانتے ہوئے بہتر سے بہتر سلوک کرتے رہو۔ تکلیفیں سہتے رہنے کے باوجود کریمانہ برتاؤ کرتے رہنے پر ذہن کو بھی مطمئن کرنے کے لیے یہ ارشاد فرمایا۔"لایفرک مومن مومنۃ ان کرہ منہا خلقا رضی منہا آخر" (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۵) یہ دراصل قرآن مجید کی ایک آیت عسیٰ اَن تَکرَھُوا شَیئًا وَّیَجعَلَ اللّٰہُ فِیہِ خَیراً کَثِیراً کی تشریح ہے) یعنی کوئی شوہر اپنی بیوی سے تعلقات (کسی ایک آدھ ناگوار بات کی بناء پر) ایک دم منقطع نہ کرلے۔ کیونکہ اس کی کوئی بات اگر ناگوار ہوئی ہے تو کچھ باتیں اس میں ضرور پسندیدہ بھی ہوں گی! غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے اس طرح غور کرنا کس درجہ مؤثر ہوگا؟ یہ بتانے کی ضرورت نہیں! آں حضرتؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ بندہ کو ایمان میں کمال اسی وقت حاصل ہوگا، جب حسن اخلاق میں وہ انتہائی بلند درجہ پر پہونچ جائے، یہ بھی فرمایا کہ خدا کے نزدیک سب سے بہتر وہ مسلمان ہے جو اپنی (خدا ترس) بیوی کی نظر میں بھی بہتر ہو، قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقا وخیارکم خیارکم لنساء ھم۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۳۸) ان ہدایات کا یہ اثر ہوا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی تعلیمات کو بسر وچشم قبول کرنے والوں نے عورتوں کے واجب حقوق ادا کرنے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کی دلجوئی اور رعایت میں اس حد تک چلے گئے جس سے زیادہ کا تصور بھی مشکل ہے، جس کی ایک نمایاں مثال حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے طرز عمل میں ملتی ہے۔ جسے وہ خود ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں" انی لا تزین لامرأتی کما تتزین لی، بقولہ تعالیٰ" وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ بِالْمَعْرُوْف " (بحوالہ تفسیر المنار ج ۲ ص ۳۷۷۔ از علامہ رشید رضا مصری) یعنی میں اپنی بیوی کی خاطر بنا سنورا رہتا ہوں جیسا کہ وہ میری خاطر، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ شوہر کے بیوی پر جیسے حقوق ہیں ویسے ہی بیوی کے شوہر پر بھی ہیں، صنف نازک کی دلداری اور رعایت کا آخری درجہ یہ ہے کہ جب نباہ نہ ہو سکنے کی بنا پر مجبوراً طلاق کی نوبت آجائے اور علیحدگی ضروری ہو جائے تو ایسے نازک وقت میں بھی اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے:۔ وسَرِّحُوھُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ـــ سَرِّحُوھُنَّ سَرَاحاً جَمِیْلاً" (سورۃ البقرۃ ۲۳۱ ۔ والاحزاب ۴۹) یعنی بیویوں سے علیحدگی بھی خوش اسلوبی اور اچھے طریقہ سے اختیار کرو۔

❁❁❁

وصیت اور میراث سے متعلق چند مسائل

مولانا شاہ بدر احمد مجیبی (رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ)

مورث کے انتقال کے بعد اس کے متروکہ مال کو شرعی حصوں کے مطابق تمام وارثین میں تقسیم کرنا واجب ہے تاکہ وارثین کو ان کا شرعی حصہ مل جائے اور کسی کے حصہ میں کمی نہ ہو۔ میراث کے احکام اور وارثین کے حصول کی تعیین اللہ تعالیٰ نے خود کتاب اللہ میں تفصیل سے بیان کر دی ہے۔ اس میں کوئی کمی یا تبدیلی کرنا درست نہیں ہے۔ شرعی حصوں کے مطابق میراث کی تقسیم کی ذمہ داری خود وارثین کی ہے۔ اگر یہ ان سے نہ ہو سکے تو ان پر لازم ہے کہ اپنے علاقے کے علماء اور مفتی حضرات سے اس میں مدد لیں تاکہ شرعی طریقے پر میراث کی تقسیم ہو سکے۔

اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنے مال یا اپنی جائیداد میں سے کسی کے لئے کچھ وصیت کرتا ہے تو اس کی وفات کے بعد اس کے متروکہ مال کے ایک تہائی حصہ میں اس کی وصیت جاری کی جائے گی۔ یہ غیر وارث کے لئے ہے۔ یعنی جو شخص اس کا وارث نہیں ہو رہا ہے اس کے لئے میراث کے ایک تہائی حصہ میں سے وصیت درست ہوگی۔ وارث کے لئے وصیت درست نہیں ہے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ وصیت کا نفاذ میراث کی تقسیم سے پہلے ہوتا ہے۔ وصیت پوری کرنے کے بعد باقی متروکہ مال میں سے وارثوں میں میراث کی تقسیم ہوتی ہے۔

جن ممالک میں میراث کا قانون اسلام کے نظام میراث کے مطابق نہیں ہے، بلکہ اس سے علیحدہ اس کا اپنا نظام ہے وہاں کے مسلم باشندوں پر بھی لازم ہے کہ وہ میراث کی تقسیم میں اسلامی نظام میراث کو جاری کریں اور اسی کے مطابق میراث تقسیم کریں۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فریضہ ہے۔ اس کے خلاف میراث تقسیم کرنا جائز نہیں ہے۔

میراث اور وصیت سے متعلق کچھ سوالات اور ان کے جواب ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں:

(۱) بہت سے غیر مسلم ممالک میں میراث کا اسلامی نظام جاری تو نہیں ہے مگر میت کی وصیت کا پورا خیال رکھا جاتا ہے اور اس کو پورا کیا جاتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص یہ وصیت کر جائے کہ میری وفات کے بعد میرے متروکہ مال کو میرے وارثین میں اس طریقے پر تقسیم کیا جائے تو وہاں کی عدالت اس پر عمل کراتی ہے۔

لہٰذا اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں ایسا وصیت نامہ تیار کر دے جس میں اپنے متوقع وارثین کے لئے ان کے شرعی حصوں کی صراحت کر دی گئی ہو اور وضاحت سے لکھ دیا گیا ہو کہ فلاں، فلاں اشخاص کو میری وفات کے بعد میرے متروکہ اموال میں سے اتنا اتنا دے دیا جائے تو یہ صورت جائز ہے اور اس طرح وصیت نامہ تیار کرانا درست ہے بلکہ بہتر اور اولیٰ ہے۔ کیونکہ اس سے وارثین کو میت کے ترکہ میں سے ان کے شرعی حصے مل جائیں گے۔

یہاں پر ایک سوال اٹھتا ہے کہ ایسے غیر مسلم ملکوں میں کیا مورث کے لئے واجب ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ایسی وصیت مرتب کر دے جس سے اس کے شرعی وارثین کو ان کا شرعی حصہ مل جائے؟

میری رائے میں مورث پر ایسی وصیت مرتب کرنے کو واجب قرار دینا درست نہیں ہے، کیونکہ شرعی طریقہ پر تقسیم میراث کی ذمہ داری وارثین کی ہے، مورث کی نہیں ہے۔ اس لئے مورث پر اس وصیت کا وجوب نہیں ہوگا۔

اہل علم جانتے ہیں کہ وارثین کے لئے وصیت نہیں ہوتی۔ ان کے لئے وصیت کرنا درست نہیں ہے۔ حدیث میں اس کی نفی کی گئی ہے۔ ''لا وصية لوارث'' وارث کے لئے وصیت نہیں ہے۔ اب یہ سوال سامنے

آتا ہے کہ اوپر جس وصیت کا تذکرہ کیا گیا ہے کیا اس طرح کی وصیت کرنا اس حدیث کے خلاف ہے؟

بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وارث کے لئے کسی طرح کی وصیت کرنا اس حدیث کے خلاف ہے، مگر جب ہم گہرائی سے اس مسئلہ کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات واضح ہوکر سامنے آجاتی ہے کہ اس طرح کا اجمالی یا تفصیلی وصیت نامہ لکھنا حدیث ''لاوصیة لوارث'' کے خلاف نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی وارث کے لئے وصیت کی جو نفی حدیث میں کی گئی ہے اس کی علت یہ ہے کہ ایسی وصیت سے دوسرے وارثین کا حق متاثر ہوتا ہے یعنی ان کا حصہ کم ہو جاتا ہے جس سے ان کو نقصان وضرر پہنچتا ہے۔ اسی لئے بعض حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے کہ اگر دیگر ورثہ اس کی اجازت دیدیتے ہیں تو وارث کے لئے وصیت درست ہوگی:

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وارث کے لئے وصیت جائز نہیں ہے سوائے اس صورت کے کہ وارثین بھی اس کو پسند کریں۔'' (دار قطنی)

علامہ عبداللہ موصلی تحریر فرماتے ہیں:

''اوراسی طرح کسی وارث کے لئے وصیت کرنا باقی وارثین کے حق کی وجہ سے ممنوع ہے...... اوراس لئے کہ اس (میراث) سے سب (وارثین) کا حق متعلق ہوتا ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا۔ تو جب بعض (وارث) کے ساتھ اس کو خاص کردیا جائے گا تو باقی وارثین کو اس سے تکلیف پہنچے گی۔ اوراس سے ان (کے دلوں) میں کینہ پیدا ہوجائے گا اور صلہ رحمی ختم ہونے تک معاملہ جاسکتا ہے۔ لہٰذا جب بقیہ وارثین اس کی اجازت دیدیں تو اس سے معلوم ہوجائے گا کہ کینہ وغیرہ نہیں ہے تو یہ وصیت درست ہوجائے گی۔'' (الاختیار شرح المختار)

اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ وارث کیلئے وصیت درست نہ ہونے کی علت دیگر ورثہ کو ضرر لاحق ہونا ہے، اس لئے اگر ایسی کوئی صورت ہو جس میں دیگر ورثہ کو ضرر نہیں پہنچ رہا ہے تو یہ وصیت درست ہوگی۔ اسی لئے جب اس وارث کے علاوہ دوسرا کوئی وارث نہ ہو یا دوسرے ورثہ نے اس وصیت کی اجازت دیدی ہو تو یہ وصیت درست مانی جاتی ہے۔

حدیث نبوی ''لاوصیة لوارث'' کا مورد ایسی وصیت ہے جس میں کسی وارث کو اس کے حصے سے زیادہ دلانا مقصود ہو۔ حدیث میں اسی کی نفی کی گئی ہے۔ خود حدیث میں بھی اس کی طرف اشارہ موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق دیدیا ہے، اس لئے کسی وارث کے لئے وصیت نہیں ہوگی۔ یعنی جب وارث کو اس کا حق یعنی حصہ شرعی مل رہا ہے تو اب وصیت کے ذریعہ اس کو ترکہ میں سے مزید دینا درست نہیں ہے۔

''حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے سال اپنے خطبہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق دیدیا ہے۔ تو کسی وارث کے لئے وصیت نہیں ہے۔'' (ترمذی)

اب اس کو دیکھیں کہ غیر اسلامی ممالک میں شرعی حصوں کے مطابق وارثین کیلئے وصیت کرنے سے وارثین میں سے کسی کو اس کے شرعی حصہ سے زیادہ نہیں ملے گا بلکہ سب کو شرعی حصہ کے مطابق ملے گا تو کسی کو ضرر نہیں پہنچے گا اور نہ کسی کا حق متاثر ہوگا لہٰذا یہ وصیت اس حدیث کے خلاف نہیں ہے۔

(۲) یہ بات واضح ہے کہ کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کا اور کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ دونوں کے دین کا اختلاف میراث سے مانع ہے، یعنی مورث اور وارث میں اگر دین کا اختلاف پایا جارہا ہے کہ مورث کا دین دوسرا ہے اور وارث کا دین دوسرا ہے تو وارث میراث سے محروم ہوجائے گا۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔

لیکن غیر مسلم ملک میں بعض وقت ایسی صورت حال پیش آتی ہے کہ کوئی شخص اسلام قبول کرلیتا ہے اوراس کے دوسرے رشتہ دار باپ، ماں، بھائی، بہن وغیرہ اسلام قبول نہیں کرتے ہیں، بلکہ اپنے پرانے دین پر باقی رہتے ہیں، ایسی صورت میں جب اس مسلم شخص کے کسی غیر مسلم رشتہ دار کا انتقال ہوجاتا ہے تو ملکی قانون کے مطابق اس مسلمان شخص کو بھی میراث میں

حصہ ملتا ہے۔ اسی طرح اگر اس مسلمان شخص کا انتقال ہو جائے تو اس کے غیر مسلم رشتہ داروں کو بھی اس مسلمان کی میراث میں سے حصہ ملتا ہے، تو ایسی صورت میں جب کسی مسلمان کے متروکہ مال میں سے وہاں کے قانون کے اعتبار سے غیر مسلم رشتہ داروں کو حصہ دیا جارہا ہے تو کیا غیر مسلم رشتہ دار کے انتقال پر مسلمان بھی اس میں سے حصہ لے سکتا ہے جب حکومت یا اس کے غیر مسلم رشتہ دار اس کو حصہ دے رہے ہوں؟ کیا یہ جائز ہے اور اس مسلم کے لئے اس کا لینا درست ہوگا؟

غیر مسلم ملک میں اگر حکومت کی طرف سے کسی مسلمان کو اس کے غیر مسلم رشتہ دار کے ترکہ میں سے حصہ دیا جارہا ہے تو وہ شرعی طور سے اس کا مستحق نہ ہونے کے باوجود اسکو لے سکتا ہے، کیونکہ وہ اس کا مطالبہ نہیں کررہا ہے، حکومت اس کو خود دے رہی ہے یا دوسرے غیر مسلم رشتہ دار دے رہے ہیں اور غیر مسلم ملک میں غدر اور دھوکہ کے بغیر کسی مسلمان کو کوئی مال ملے تو اسے لینا جائز ہے۔ البتہ اس کا مطالبہ کرنا میری رائے میں درست نہیں ہوگا۔ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:

''اور اس لئے کہ دارالحرب کے لوگوں کا مال ان کے دار میں مباح ہے۔ تو جس طریقے سے مسلمان نے اس کو حاصل کیا تو مال مباح حاصل کیا ہے جب اس میں دھوکہ نہ ہو۔'' (فتح القدیر)

''اور اس لئے کہ ان کا مال مباح ہے، عقد امان (دارالحرب میں داخل ہونے کے معاہدۂ امن) سے وہ معصوم (محفوظ) نہیں ہوا ہے مگر یہ کہ اس نے (عقد امان سے) یہ التزام کیا ہے کہ ان کو دھوکہ نہیں دے گا اور ان کے پاس جو چیزیں ہیں ان سے ان کی مرضی کے بغیر تعرض نہیں کرے گا۔ لہذا جب اس نے ان سے ان کی مرضی سے مال لیا تو اس نے مباح مال لیا بغیر غدر کے۔ اس لئے وہ سابقہ اباحت کے حکم سے اس کا مالک ہو جائے گا'' (تبیین الحقائق والبحر الرائق باب السلم)

(۳) بعض لوگ اختلاف سے بچنے کے لئے اپنی زندگی میں ہی اولاد کے درمیان اپنے تمام مال و جائیداد کو تقسیم کر دیتے ہیں اس طرح پر کہ ہر ایک کا حصہ مقرر دیا جاتا ہے مگر زندگی میں اس کو ہبہ نہیں کرتے بلکہ چاہتے یہ ہیں کہ ان کی وفات کے بعد ان کی منشا کے مطابق ترکہ تقسیم ہو۔ کیا یہ صورت درست ہے؟

اگر اس میں تمام وارثین کو ان کے حصہ شرعی کے مطابق دیا گیا ہے، کسی وارث کو چھوڑا نہیں گیا ہے، نہ کسی کا حصہ شرعی کم کیا گیا ہے تو ایسی وصیت درست ہے، اس میں شرعی اعتبار سے کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔ کیونکہ اگر یہ وصیت نہ ہو جب بھی شرعی طریقہ سے تقسیم میراث میں ہر وارث کو اسی قدر حصہ ملے گا جیسا انہوں نے وصیت میں مقرر کیا ہے۔

البتہ اگر وصیت میں کسی وارث کو بالکلیہ چھوڑ دیا گیا ہے یا کسی وارث کو اس کے حصہ شرعی سے کم دیا گیا ہے تو ایسی وصیت درست نہیں ہوگی اور اس کا اعتبار نہیں ہوگا، کیونکہ اس سے بعض ورثہ کو نقصان پہنچ رہا ہے۔

(۴) وارث کے حق میں وصیت درست نہیں ہے، البتہ اگر دیگر ورثا اس کی اجازت دیدیں تو اس کا اعتبار ہوگا اور وصیت پوری کی جائے گی۔ اس سلسلہ میں ایک سوال یہ ہے کہ کیا مورث کی زندگی میں وارثین کی طرف سے دی گئی اجازت معتبر ہے اور یہ کافی ہو جائے گی؟ یا مورث کی وفات کے بعد دوبارہ وارثین کی اجازت ضروری ہے؟

اس کے بارے میں فقہاء کرام تحریر کرتے ہیں کہ مورث کی وفات کے بعد وارثین اجازت دیں تو اس کا اعتبار ہوگا، مورث کی حیات میں دی ہوئی اجازت کا اعتبار نہیں ہے۔ اس کی وفات کے بعد وارثین کی اجازت سے وصیت درست ہوگی۔

اس لئے جب کوئی شخص اپنی زندگی میں کسی خاص وارث کی مجبوری یا اس کی خدمت دیکھتے ہوئے اس کے لئے حصۂ میراث کے علاوہ کچھ مزید حصہ وصیت کے طور پر دینا چاہتا ہے اور اس کے لئے اس نے وصیت نامہ بنادیا ہے جس پر اپنی زندگی میں ہی دوسرے وارثین کی رضامندی سے ان سے دستخط بھی کرالیا تو وصیت نامہ اس وقت نافذ ہوگا جب اس کی موت کے بعد بھی تمام ورثا اس رضامندی پر قائم رہتے ہیں۔ اگر مورث کی وفات کے بعد ورثا اس وصیت نامہ کو قبول نہیں کرتے ہیں تو یہ وصیت نامہ درست نہیں ہوگا۔ (بقیہ صفحہ ۲۷ پر)

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ایک نظر میں

از: وقارالدین لطیفی

۱۔ آغاز تحریک : ۲۷/۲۸ دسمبر ۱۹۷۲ء

۲۔ مقام آغاز : بمبئی

۳۔ سن قیام : ۷/۸ اپریل ۱۹۷۳ء

۴۔ مقام قیام : حیدرآباد

۵۔ تاریخ رجسٹریشن بورڈ : ۲۰ فروری ۲۰۰۶ء

۶۔ رجسٹریشن نمبر : S-54919-of 2006

۷۔ بورڈ کا ای میل: aimplboard@gmail.com

۸۔ بورڈ کی ویب سائٹ: www.aimplboard.in

۹۔ بورڈ کے مرکزی آفس کا پتہ وفون نمبر: 76A/1, Main Market Okhla Vill. Jamia Nagar New Delhi 110025- Ph: 011-26322991 Telefax : 26314784

۱۰۔ تعداد ارکان اساسی بورڈ : ۱۰۲

۱۱۔ تعداد ارکان میقاتی بورڈ : ۱۴۹

۱۲۔ تعداد ارکان عاملہ : ۵۱

۱۳۔ خواتین ارکان بورڈ کی تعداد : ۳۰

۱۴۔ ۱۹۷۳ء تا ۲۰۱۴ء کل تعداد اجلاس عاملہ : ۹۳

۱۵۔ ۱۹۷۳ء تا ۲۰۱۵ء کل تعداد اجلاس عام : ۲۴

۱۶۔ کمیٹیوں کی تعداد : ۹

۱۷۔ تعداد مطبوعات : ۴۸

۱۸۔ تعداد خبرنامہ : ۳۹

۱۹۔ اہم عہدیداران

صدر

۱۔ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — لکھنؤ

نائب صدور

۱۔ مولانا سید کلب صادق صاحب قبلہ مجتہد — لکھنؤ

۲۔ مولانا محمد سالم قاسمی — دیوبند

۳۔ مولانا سید جلال الدین عمری — دہلی

۴۔ مولانا کاکا سعید احمد عمری — عمرآباد تامل ناڈو

۵۔ مولانا سید شاہ فخرالدین اشرف — امبیڈکرنگر

جنرل سکریٹری

۱۔ مولانا سید نظام الدین — پٹنہ

اسسٹنٹ جنرل سکریٹری و ترجمان

۱۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی — حیدرآباد

سکریٹریز

۱۔ مولانا سید محمد ولی رحمانی — مونگیر

۲۔ جناب عبدالستار یوسف شیخ — تھانے

۳۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی — حیدرآباد

خازن:

۱۔ پروفیسر ریاض عمر صاحب — دہلی

۲۰۔ تعداد ارکان بورڈ باعتبار صوبہ

صوبہ	اساسی	میقاتی	کل
دہلی	۱۵	۱۵	۳۰

بہار	۱۰	۱۰	۲۰
اترپردیش	۲۶	۲۷	۵۳
آندھراپردیش	۸	۱۰	۱۸
راجستھان	۲	۲	۴
کیرالا	۲	۷	۹
مہاراشٹر	۱۲	۱۳	۲۵
کرناٹک	۶	۸	۱۴
تامل ناڈو	۶	۹	۱۵
پنجاب	۱	۱	۲
مغربی بنگال	۲	۱۱	۱۳
آسام	۳	۴	۷
گجرات	۲	۸	۱۰
جموں وکشمیر	۳	۳	۶
مدھیہ پردیش	۱	۱۰	۱۱
ہریانہ	۰	۱	۱
اڑیسہ	۱	۱	۲
منی پور	۰	۱	۱
چھتیس گڑھ	۰	۱	۱
جھارکھنڈ	۲	۴	۶
اتراکھنڈ	۰	۱	۱
میگھالیہ	۰	۱	۱
تری پورہ	۰	۱	۱
کل ارکان	**۱۰۲**	**۱۴۹**	**۲۵۱**

۲۱۔ کمیٹیوں کے نام اور کنوینر:

۱۔ملک گیر آئینی حقوق بچاؤ تحریک

کنوینر حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب

۲۔اصلاح معاشرہ کمیٹی

کنوینر حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب

۳۔تفہیم شریعت کمیٹی

کنوینر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب

۴۔مجموعہ قوانین اسلامی ترتیب نو کمیٹی

کنوینر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب

۵۔دارالقضاء کمیٹی

کنوینر مولانا عتیق احمد بستوی صاحب

۶۔لازمی نکاح رجسٹریشن کمیٹی

کنوینر ڈاکٹر قاسم رسول الیاس صاحب

۷۔لیگل سیل

کنوینر یوسف حاتم مچھالہ صاحب ایڈوکیٹ

۸۔بابری مسجد برائے مقدمات

کنوینر ظفریاب جیلانی صاحب ایڈوکیٹ

۹۔آثار قدیمہ کمیٹی

پروفیسر ڈاکٹر شکیل صمدانی صاحب

۲۲۔ مطبوعات:

۱۔ مجموعہ قوانین اسلامی — ترتیب: آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

۲۔ نظام قضاء کا قیام — مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ

۳۔ مسلم پرسنل لا کی صحیح نوعیت واہمیت — مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

۴۔ یونیفارم سول کوڈ — مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ

۵۔ قانون شریعت کے مصادر اور نئے مسائل کا حل — ″ ″

۶۔ متبنٰی بل ۱۹۷۲ء ایک جائزہ — ″ ″

۷۔ نکاح اور طلاق — ″ ″

۸۔ مسلم پرسنل لا — ″ ″

۹۔ خاندانی منصوبہ بندی — ″ ″

۱۰۔ مسلم پرسنل لا کا مسئلہ نئے مرحلہ میں — ″ ″

۱۱۔ مسلم پرسنل لا بحث ونظر کے چند گوشے — ″ ″

۱۲۔ نظام قضا-ایک اہم شرعی ذمہ داری	// //
۱۳۔ مسلم پرسنل لا کا مسئلہ تعارف وتجزیہ	قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ
۱۴۔ دستور ہند اور یونیفارم سول کوڈ	محمد عبدالرحیم قریشی
۱۵۔ مسلم پرسنل لا بورڈ سرگرمیوں کا خاکہ	محمد عبدالرحیم قریشی
۱۶۔ اصلاح معاشرہ	مولانا محمد برہان الدین سنبھلی
۱۷۔ یونیفارم سول کوڈ مسلم پرسنل لا اور عورت کے حقوق	//
۱۸۔ خواتین کے مالی حقوق	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
۱۹۔ طلاق کے استعمال کا طریقہ	مولانا صغیر احمد رحمانی
۲۰۔ وراثت میں پوتے کا حصہ	مولانا زبیر احمد قاسمی
۲۱۔ اسلام کا نظام میراث	مولانا عتیق احمد بستوی
۲۲۔ ہندوستان اور نظام قضا	// //
۲۳۔ نظام قضاء کا قیام اہمیت اور ضرورت	// //
۲۴۔ہندوستان میں مسلم پرسنل لا کا مسئلہ	مولانا عتیق احمد بستوی
۲۵۔ اسلامی پردہ کیا اور کیوں؟	ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی
۲۶۔ رہنمائے دارالقضاء	مولانا عبدالصمد رحمانیؒ
۲۷۔ تقریبات کا لین دین اور اس کے مفاسد	مولانا محمد عبیداللہ الاسعدی
۲۸۔ طلاق کیوں اور کیسے	ڈاکٹر مفتی فہیم اختر ندوی
۲۹۔خواتین کی عظمت اور ان کے حقوق	مفتی محمد خالد حسین نیموی قاسمی
۳۰۔ مسائل نکاح	مفتی محمد سراج الدین قاسمی
۳۱۔لازمی نکاح رجسٹریشن	مولانا نیاز احمد رحمانیؒ
۳۲۔ اصلاح کی فکر کیجئے	مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی
۳۳۔ اچھا سماج بنائیے	مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی
۳۴۔تعدد ازدواج ـــ حقائق کے آئینہ میں	مولانا نور الحق رحمانی
۳۵۔متحدہ اسلامی قیادت کا مسلمانانِ ہند کے نام پیغام	محمد وقار الدین لطیفی
۳۶۔ خطبات جمعہ	ترتیب مسلم پرسنل لا بورڈ

۳۷۔ مسلم پرسنل لا سے متعلق پارلیمنٹ سے منظور شدہ متفرق ایکٹ کا اردو ترجمہ
ترتیب مسلم پرسنل لا بورڈ

۳۸۔ مسلم پرسنل لا اور عدالتوں کے فیصلے کا اردو ترجمہ ترتیب مسلم پرسنل لا بورڈ

۳۹۔ مسلم پرسنل لا بورڈ خدمات اور سرگرمیاں ترتیب: ترتیب مسلم پرسنل لا بورڈ

۲۳۔مطبوعات اصلاح معاشرہ:

۱۔امت مسلمہ کی دو امتیازی خصوصیات	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
۲۔لڑکیوں کا قتل عام	حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی
۳۔شادی مبارک	مفتی فضیل الرحمان ہلال عثمانی
۴۔جب رشتہ ٹوٹتا ہے	// // //
۵۔اسلام نے عورت کو کیا دیا	// // //
۶۔دختر کشی کی لعنت	// // //
۷۔پینا حرام ہے	// // //
۸۔عورتوں کے لئے اسلام کے تحفے	مولانا محمد برہان الدین سنبھلی
۹۔عقیقہ کی سنت ادا کیجئے	مولانا عبدالعظیم حیدری مظاہری

۞۞۞

اعلان ملکیت ودیگر تفصیلات
فارم (۴) قاعدہ نمبر (۸)

رسالہ کا نام:	سہ ماہی خبر نامہ
مقام اشاعت:	نئی دہلی
مدت اشاعت:	سہ ماہی
پرنٹر، پبلیشر وایڈیٹر کا نام:	سید نظام الدین
قومیت:	ہندوستانی
پتہ:	۷۶ا۔ے/۱، مین بازار اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی

میں سید نظام الدین تصدیق کرتا ہوں کہ متذکرہ بالا امور میرے علم و یقین سے صحیح ہیں۔

دستخط

سید نظام الدین

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ۔ سرگرمیوں کا ایک خاکہ

محمد عبدالرحیم قریشی (اسسٹنٹ جنرل سکریٹری)

شہر جے پور اور اس جامعہ جامعۃ الہدایت کو یہ سعادت مل رہی ہے کہ یہاں دوسری مرتبہ، شریعت اسلامی کے تحفظ اور ملک میں اس کے نفاذ کی برقراری کے لئے سرگرم آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا اجلاس عام (جنرل باڈی میٹنگ) دوسری مرتبہ منعقد ہورہا ہے۔ اس سے قبل ۱۹۹۳ء میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا اجلاس یہیں منعقد ہوا تھا۔ اس وقت کے حالات سے آج کے حالات بالکل مختلف ہیں مرکز اور کئی ریاستوں میں ایک مخصوص سیاسی جماعت برسر اقتدار آ گئی ہے۔ اس تبدیلی کے بعد یہ پہلا اجلاس ہے جو جے پور میں اس جامعہ میں منعقد ہورہا ہے جس میں تبدیل شدہ حالات سے پیدا شدہ اور پیدا شدنی اثرات کا جائزہ لے کر لائحہ عمل تیار کیا جائے گا تاکہ مسلمانان ہند کو اپنے عائلی معاملات میں شریعت اسلامی پر عمل کرنے اور اپنے قضیات کو شریعت کے مطابق فیصل کرانے کے بنیادی حق میں کوئی کمی یا مداخلت نہ ہو۔

مسلم پرسنل لا بورڈ کے نام کے ساتھ ہی ذہن کے پردے پر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کنونشن کے مناظر سامنے آجاتے ہیں جو ۱۹۷۲ء میں عروس البلاد ممبئی میں منعقد ہوا تھا اور جس میں شریعت کے عائلی قوانین یعنی مسلم پرسنل لا کے ملک میں تحفظ اور مسلمانان ہند کو شریعت کے عدل وانصاف پر مبنی حیات بخش اصولوں پر کاربند ہونے کا شعور اجاگر کرنے کے لئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تشکیل کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ وقت وہ تھا جبکہ حکومتی سطح سے متوازی قانون سازی کے ذریعے شرعی قوانین کو بے اثر کرنے کی کوشش کی جارہی تھی۔ پارلیمنٹ میں لے پالک بل پیش کیا جاچکا تھا اور اس وقت کے وزیر قانون مسٹر ایچ آر گوکھلے نے اس کو یونیفارم سیول کوڈ کی تدوین کی طرف پہلا قدم قرار دیا تھا، دوسری طرف علماء اور قائدین اور مسلم تنظیموں اور جماعتوں کی کوششوں سے مسلمانان ہند میں یہ احساس پیدا ہو چکا تھا کہ اگر ان کوششوں کا مقابلہ پوری ملت اسلامیہ اتحاد واتفاق کے ساتھ نہ کرے تو شریعت کے قوانین کو ختم کرنے کی سازش کامیاب ہوجائیگی۔

ان ہی حالات میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا کنونشن منعقد ہوا، ملک کی آزادی کے بعد بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ تحریک خلافت کے بعد مسلمانان ہند کے مختلف مسالک کے درمیان یہ پہلا موقع تھا جبکہ حوصلہ افزاء اتحاد اُبھر کر سامنے آیا اور مسلمانوں نے اپنی آنکھوں سے تمام مسالک کی عظیم شخصیتوں کو ایک پلیٹ فارم پر دیکھا۔ یہ کنونشن مسلمانوں کے اتحاد کا ایسا نمائندہ اجتماع تھا کہ کسی کہنے والے نے کہا تھا اور درست کہا تھا کہ آج ہندوستان کے کسی گوشے میں جاکر دریافت کرو کہ مسلمانوں کے فلاں رہنما اور قائد کہاں ہیں تو ایک ہی جواب ملے گا وہ ممبئی کے آل انڈیا مسلم پرسنل لا کنونشن میں ہیں جس میں سب ہی تھے، حنفی، شافعی بھی تھے، اہل حدیث بھی، سنی بھی تھے شیعہ بھی تھے، دیوبندی بھی تھے بریلوی بھی تھے، داؤدی بوہرہ بھی اور سلیمانی بوہرہ بھی تھے۔ اللہ کی نصرت سے مسلمانوں کا والہانہ جذبہ ان علماء وقائدین کے حوصلہ کو بڑھا رہا تھا۔

تحفظ شریعت کی اس تحریک کو حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی علیہ الرحمہ اور حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی علیہ الرحمہ نے شروع کیا تھا۔ اس کنونشن نے بہ اتفاق اور مسالک سے بلند ہو کر حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی علیہ الرحمہ کو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا صدر منتخب کیا اور مولانا سید منت اللہ رحمانی علیہ الرحمہ جو اس تحریک کے روح رواں تھے بورڈ کے پہلے جنرل سکریٹری قرار پائے۔

مسلم پرسنل لا سے مراد شریعت کے وہ قوانین ہیں جو خاندان کی تشکیل اور خاندانی امور سے متعلق ہیں جن کو مشرق وسطیٰ میں الاحوال الشخصیہ کہا جاتا ہے۔ ہندوستان میں مغلیہ دور تک ان ہی قوانین کا نفاذ حکام او

رقاضیوں کے ذریعہ ہوتا تھا۔انگریزوں کے ملک پر قابض ہونے کے بعد بھی ایک عرصہ تک نکاح ،طلاق وغیرہ کے مقدموں میں انگریزی عدالتیں قاضی اور مفتی کی مدد لے کرشریعت کے مطابق فیصلہ کرتی رہیں۔مگر جب انگریز حکومت نے عدالت سے مسلمانوں کے لئے مفتی اور ہندوؤں کیلئے شاستری کا تعلق ختم کردیا تو بعض وقت فیصلے ایسے ہونے لگے جوشریعت کے بالکل خلاف تھے۔ایسے ہی ایک فیصلے کے خلاف اس زمانے کے علماء ومشائخین نےتحریک چلائی اور انگریزی حکومت پر واضح کیا کہ مسلمانوں کا چاہے وہ حاکم ہوں یا حکومت سےمحروم کردیئے گئے ہوں عائلی معاملات میں شریعت پرعمل کرنا ضروری ہے۔انگریز حکومت نے شریعت کے عائلی قوانین کے ساتھ مسلمانوں کی بے مثال وابستگی کو دیکھتے ہوئے ۱۹۳۷ء میں شریعت اپلیکیشن (مسلم پرسنل لا) ایکٹ نافذ کیا جس کی رو سے ملک کی عدالتیں نکاح، طلاق، فسخ،خلع ،ایلاء ظہار، مبارات، نفقہ،مہر ،حضانت ،میراث، ہبہ،وقف اورشفعہ کے مقدمات میں شریعت کے مطابق فیصلہ دینے کی پابند ہیں۔

The Rule of Decision Shall be)
(Shariat

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے مسلمانوں میں دینی احساس کو بیدار کیااوران کے اندرشریعت پرکاربند ہونے کے جذبے کو جگانے کی کوشش کی۔تحفظ شریعت کے سلسلہ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے جومہمیں منظم کی گئیں اور جو پروگرام مرتب کئے گئے ان کے نتیجہ میں مسلمانان ہند میں شریعت سے جذباتی وابستگی کے ساتھ ساتھ شعوری آگہی پیدا ہوئی۔ جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں میں شریعت کےتعلق سےشرمسار،اور معذرت خواہی کا جوانداز تھاوہ ختم ہونے لگا۔آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے پلیٹ فارم سےشریعت کے احکامات کی معقولیت اور انسان کے فطری تقاضوں اورفطری ساخت سے انکی مناسبت کوواضح کیا گیا جس سے احساس کمتری دورہوئی۔بورڈ نے اس کے ساتھ ہی غیر مسلم اور برادران وطن کے سامنےبھی اسلام کے عائلی قوانین کی معقولیت اورفطرت انسانی سے ان کی مناسبت کو پیش کرنے کی کوشش کی۔آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی ان کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آئے دن یونیفارم سیول کوڈ کی تدوین اورمسلم پرسنل لا کی تنسیخ کیلئے جوآوازیں اٹھا کرتی تھیں ان کا جوش وخروش کم ہوگیا اور اب ملک کی یکجہتی اسی وقت مضبوط اور مستحکم ہوسکتی ہے جبکہ ان میں اپنے مذہبی ضوابط اورمیراث کےمحفوظ ومامون ہونے کا احساس پایا جائے۔اوراب یہ جماعتیں مسلم پرسنل لا کی تنسیخ اور یونیفارم سیول کوڈ کی تدوین کی مخالفت میں کھڑی ہوئی نظر نہیں آتیں۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنی تشکیل کے ساتھ ہی متبنّیٰ بل کے خلاف رائے عامہ کوہموار کرنا شروع کیا یہ بل ۱۹۷۲ء ہی میں پارلیمنٹ میں پیش کیا جاچکا تھا متبنّیٰ لینا یعنی کسی کولے پالک بنانا ہندوؤں کیلئے ایک مذہبی ضرورت ہےاوراس کیلئے ۱۹۵۲ء ہی میں قانون بنایا جاچکا تھا۔شریعت اسلامی میں کسی کو متبنّیٰ بنانے کی اجازت نہیں ہے۔غریب اور بے سہارا لڑکےلڑکیوں کی پرورش کرنا ان کی تربیت کرنا اوران کو پروان چڑھانا بڑی نیکی کا کام ہے۔لیکن ایسےلڑکے یالڑکی کا شمار صلبی اولاد میں نہیں ہوسکتا۔اس لئے پرسنل لا بورڈ کی تحریک پرمسلمانوں کی طرف سے بل کے خلاف مدلل اور مؤثر نمائندگی ہوئی بالآخر ۱۹۷۸ء میں حکومت نے بل واپس لے لیا، اور ۱۹۸۰ء میں جب یہ بل دوبارہ پیش ہوا تو وہ بورڈ کی نمائندگی پرمسلمانوں کو اس قانون سے مستثنٰی قرار دیا گیا۔

بورڈ کے قیام کے ڈھائی سال کے بعد ملک میں جون ۱۹۷۵ء میں ایمرجنسی کے نفاذ سے ایک ایسے دور کا آغاز ہوا جس میں جمہوریت برائے نام رہ گئی تھی۔تحریر وتقریر کی آزادی ختم ہوچکی تھی۔آمریت کا ساطر زحکومت نے اختیارکرلیا تھا اور ملک میں عام طور پر ایک سناٹا تھا لوگ بات کرتے ہوئے گھبراتے تھے شعلہ بیان مقررین کی زبانیں خاموش ہوگئی تھیں اورکسی کو اپنی شکایت تک بیان کرنے کا یارانہیں تھا حکومت جو چاہے کرسکتی تھی، کسی کو انگلی اٹھانے کی اجازت نہیں تھی اورانگلی اٹھانے کا حوصلہ بھی ختم ہوتا معلوم ہورہا تھا اس جبروظلم کے ماحول میں حکومت نے خاندانی منصوبہ بندی کے سلسلہ میں لازمی اورجبری نس بندی کے پروگرام کی حوصلہ افزائی کی اوراس سلسلہ میں انتہائی زبردستی اورتشدد سے کام لیا جانے لگا۔خوف اورڈر کے ایسے تاریک ماحول میں دارالحکومت دلی میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

کی مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس نے بے باکی اور جرأت کے ساتھ اس شرعی موقف کا اعلان کیا کہ نس بندی حرام ہے۔ دہلی میں حالات ایسے تھے کہ کوئی مسلم پرسنل لا بورڈ کے اس اعلان کو شائع کرنے کیلئے تیار نہیں تھا بورڈ کے ذمہ داروں نے بے خوف وخطر ہوکر دوسرے مقامات سے اس فیصلے کو شائع کیا اور زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اسلام کے اس حکم کو پہنچانے کی کوشش کی۔ گرفتاری اور دیگر پابندیوں کے خطرات کی پرواہ نہ کرکے بورڈ کے ذمہ داروں اور کارپردازوں نے مسلم رائے عامہ کو نس بندی کے خلاف ہموار کیا۔

۱۹۷۸ء میں الہ آباد ہائیکورٹ کی لکھنؤ بنچ نے ایک ایسا فیصلہ دیا جس میں مساجد اور مقابر کو ایکوائر (aequire) کرنے کا حکومت کا حق تسلیم کرلیا گیا۔ اس فیصلے کے نتائج بڑے سنگین ہوسکتے تھے۔ مساجد اور مقابر کی زمینیں حکومت کسی عوامی مفاد کا بہانہ بنا کر اپنی تحویل میں لے سکتی تھی۔ بورڈ نے اس کے خلاف تحریک چلائی اور حکومت سے اور اپوزیشن لیڈروں سے نمائندگی کی چنانچہ یوپی اور راجستھان کی حکومتوں نے ایسی زمینات کو aquire کرنے کے احکامات واپس لے لئے۔

سابق صدر جمہوریہ شری وینکٹ رمن نے جبکہ وہ مرکزی وزیر فینانس تھے انکم ٹیکس کے قانون میں اس طرح کی ترمیم کی تھی کہ جس سے تمام اوقاف پر یہ لازم قرار دیا گیا کہ وہ اپنی تمام غیر منقولہ جائیدادیں فروخت کرکے اس کی رقم بینکوں میں رکھیں یا حکومت یا نیم حکومتی اداروں کی سیکوریٹیز میں لگائیں۔ اس ترمیم سے مسلم اوقاف اور مسلم خیراتی اداروں پر بڑا نقصان دہ اثر مرتب ہوسکتا تھا اور مسلمان اس پر مجبور ہوجاتے کہ مساجد کے خطیب' ائمہ اور خدمت گذاروں اور دیگر مذہبی اوقاف اور خیراتی اداروں کے کارپردازوں کو تنخواہیں اور مشاہرے سود کی آمدنی سے دیں جبکہ سود کا لینا اور دینا اسلام میں حرام ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے اس ترمیم کے خلاف نمائندگی کی گئی اور یہ واضح کیا گیا کہ یہ ترمیم مسلمانوں کو اپنے دین کے اصولوں کے خلاف عمل کرنے پر مجبور کرنے کی مترادف ہوگی۔ بورڈ کی جانب سے مسلسل نمائندگیوں کے بعد ترمیم واپس لی گئی اور اس وقت مرکزی فینانس شری نارائن دت تیواری تھے۔

۱۹۸۶ء میں شاہ بانو کیس میں سپریم کورٹ کے فیصلے کے خلاف آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ملک گیر سطح پر مہم چلائی یہ مہم آزاد ہندوستان کی تاریخ میں اور تحفظ شریعت کی تاریخ میں ایک نا قابل فراموش واقعہ ہے جس میں مسلمانوں نے بڑے جوش وخروش اور غیرت ایمانی کا اظہار کیا۔ یہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی علیہ الرحمہ کے دور صدارت کا اہم کارنامہ ہے۔ آزاد ہندوستان کی تاریخ میں اس سے پہلے ایسا کوئی پروگرام نہیں ہوا اور ایسی کوئی مہم نہیں چلی جس میں قصبات اور دیہات تک کے مسلمانوں نے حصہ لیا ہو اور جس میں مسلمانوں کے تمام طبقات اور مسالک شانہ بشانہ ساتھ رہے ہوں۔ کئی قصبات میں عمر رسیدہ اصحاب نے یہ کہا کہ آزادی کے بعد پہلی مرتبہ مسلمانوں میں ایک بیداری پیدا ہوئی اور شریعت کے تحفظ کیلئے ان میں عزم اور حوصلہ پیدا ہوا۔ اسی مہم کا نتیجہ تھا کہ بالآخر پارلیمنٹ نے اپنے غیر معمولی اجلاس میں قانون حقوق مسلم مطلقہ خواتین منظور کیا۔

ساری دنیا جانتی ہے اور یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ یہ قانون شاہ بانو کیس کے فیصلے کے اثر کو ختم کرنے اور کالعدم قرار دینے کیلئے مدون کیا گیا مگر انتہائی افسوس کی بات ہے کہ ہمارے بعض ہائی کورٹس نے ایسی تعبیر کی کہ یہ قانون شاہ بانو کیس کے فیصلے کو مستحکم کرنے کیلئے کیا گیا اور ان ہی حقائق سے بعید تعبیر کی توثیق سپریم کورٹ نے اپنے ایک فیصلے کے ذریعہ کی ہے۔

بابری مسجد کے مسئلہ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے جب ضرورت محسوس کی تو مسجد کی شرعی حیثیت کو واضح اور دوٹوک انداز میں پیش کردیا۔ چنانچہ ۳ر دسمبر ۱۹۹۰ء کو بورڈ کی مجلس عاملہ نے یہ موقف واضح کردیا کہ بابری مسجد قیامت تک کیلئے مسجد ہی ہے نہ اس کو اپنی جگہ سے منتقل کیا جاسکتا ہے او رنہ اس کی خرید وفروخت کی جاسکتی ہے اور نہ مسلمان کسی معاہدے یا سمجھوتے کے ذریعہ اس کے کسی حصہ کو مسجد سے خارج کرسکتے ہیں۔ بورڈ کے اس فیصلے کے نتیجے میں ان عناصر کی کوششیں ناکام ہوئیں جو بابری مسجد کے تعلق سے لین دین اور سودا کرنا چاہتے تھے۔

ہندوستان کی تاریخ میں بابری مسجد کا انہدام ایک سیاہ ترین واقعہ ہے جس نے جمہوریت کو بے آبرو کردیا، سیکولرازم کو خاک میں ملا دیا اور قانون کی بالا دستی کے اصول پر گہری ضرب لگائی۔ یہ ہمارے قلب وجگر پر لگی

ایسی شدید ضرب ہے جو ناسور بن چکی ہے۔ ملک کی جمہوریت اس کے سیکولرزم اور جمہوریت کے ایک اہم اصول، قانون کی برتری اور بالا دستی پر مکمل اعتماد اسی وقت پیدا ہوسکتا ہے جبکہ بابری مسجد کی اسی مقام پر دوبارہ تعمیر ہو، تب ہی نہ صرف مسلمانوں بلکہ ہندوستان کے انصاف پسند شہریوں کے دلوں کو لگا ہوا گھاؤ مندمل ہوسکتا ہے۔ بابری مسجد کے انہدام کے بعد بعض مفاد پرستوں نے یہ شوشہ چھوڑا کہ جب مسجد کی عمارت ہی باقی نہ رہی تو کیوں نہ کچھ سودے بازی کر کے قضیے کو رفع دفع کر دیا جائے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس ۹/ جنوری ۱۹۹۳ء کو دلی میں منعقد ہوا شریعت کے اس موقف کو واضح کیا کہ عمارت کے انہدام کے باوجود جس مقام پر بابری مسجد تھی وہ زمین اور جگہ مسجد کے حکم میں داخل ہے اور اس زمین پر مسجد کے تمام شرعی اصولوں اور احکامات کا اطلاق ہوگا۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اس موقف نے ان لوگوں کی سازش کو ناکام بنادیا جو ظلم اور جرم کے ارتکاب پر سزا پانے کے بجائے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ بورڈ کے اس فیصلے نے مسلمانان ہند میں ایک نیا عزم اور نیا حوصلہ پیدا کیا۔

بابری مسجد کے مسئلہ میں بورڈ نے یہ موقف بھی اختیار کیا کہ مسلمان عدالت کے آخری فیصلے کو قبول کر سکتے ہیں۔ لیکن وہ ان لوگوں سے اس مسئلہ پر کسی قسم کی گفت وشنید کیلئے تیار نہیں ہیں۔ جن کے ہاتھ بابری مسجد کے خون سے آلودہ ہیں۔

وشوا ہندو پریشد نے ۱۵/ مارچ کو بابری مسجد کی جگہ پر جس مندر کی تعمیر وہ کرنا چاہتے ہیں اس کے ستونوں کے پوجا کا پروگرام بنایا تھا اور اس کے لئے سارے ملک میں تحریک بھی منظم کی تھی۔ اس شیلا پوجن کے پروگرام کے تعلق سے کانچی کے شری شنکر اچاریہ کی خواہش پر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ایک وفد نے ملاقات کی تھی اس وقت احمد آباد میں خون آشام مسلم کش فسادات چل رہے تھے۔ بورڈ کے وفد نے اس کشت وخون کو روکنے کے سلسلہ میں قدم اٹھانے کی بات شری شنکر اچاریہ کے سامنے رکھی اور جب انہوں نے بورڈ کے اس مشورے کو قبول کرتے ہوئے گجرات کا دورہ کر کے امن بحال کرنے کی کوشش کا وعدہ کیا تب بابری مسجد کے سلسلہ میں ان کی بات سنی گئی جس میں انہوں نے کہا کہ وشو ہندو پریشد یہ تیقن دے گی کہ بابری مسجد کی جگہ پر کچھ نہیں کیا جائیگا۔ اور جب عدالت مسلمانوں کے حق کو تسلیم کرنے کا فیصلہ دے گی تو مسجد کی تعمیر پر اعتراض نہیں کیا جائیگا اور نیز یہ کہ مجوزہ شیلا پوجن بابری مسجد کی اراضی سے متصل اس اراضی پر ہوگی جو حکومت کی تحویل میں ہے۔ شری شنکر آچاریہ آف کانچی سے وفد نے جس کی قیادت جنرل سکریٹری مولانا سید نظام الدین صاحب کررہے تھے۔ یہ کہا کہ ان کی تجویز پر کسی رائے کے اظہار کا اختیار وفد کو نہیں ہے اور ان کی تجویز پر بورڈ کی مجلس عاملہ غور کرے گی بشرطیکہ وی ایچ پی کی طرف سے تحریری تیقن دیا جائے اور متصلہ اراضی پر جس مندر کی تعمیر کا پروگرام بنایا گیا ہے اس کا نقشہ دیا جائے اور رام نیاس ٹرسٹ اور وی ایچ پی کے تعلق کو واضح کیا جائے۔ بورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس ۱۰/ مارچ کو دلی میں منعقد ہوا اس اجلاس سے صرف دو دن پہلے شری شنکر اچاریہ کے دفتر سے ایک تحریر وصول ہوئی جس میں تجویز کو دہرایا گیا مگر اس کے ساتھ وی ایچ پی یا رام نیاس ٹرسٹ کا کوئی تیقن منسلک نہیں تھا اور نہ ہی مجوزہ مندر کی تعمیر کے نقشے دیئے گئے تھے مجلس عاملہ نے اس تحریر پر غور کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ جن دستاویزات کا مطالبہ کیا گیا تھا ان کے بغیر شری شنکر آچاریہ آف کانچی کے احترام کے باوجود ان کی تجویز پر غور نہیں کیا جاسکتا۔ اسی اثناء میں سپریم کورٹ میں یہ مسئلہ زیر تصفیہ آیا کہ حکومت اپنی زیر تحویل اراضی پر شیلا پوجن اور مندر کی تعمیر کے آغاز کی اجازت دے سکتی ہے۔ مسلم پرسنل لا بورڈ نے سپریم کورٹ میں پیروی کا فیصلہ کیا۔ اور سپریم کورٹ کی سہ رکنی بنچ نے سابق چیف جسٹس بی این کرپال، جسٹس پٹنائک اور جسٹس کھرے پر مشتمل تھی یہ فیصلہ سنایا کہ حکومت اپنی زیر تحویل اراضی میں کسی پوجا یا کسی تعمیر کے آغاز کی اجازت نہیں دے سکتی۔ اور حکومت بابری مسجد اور اس سے متصلہ تمام زیر تحویل اراضی کی حفاظت کی ذمہ دار ہے۔ قانون اور انصاف پر مبنی سپریم کورٹ کے اس فیصلے کا بورڈ نے خیر مقدم کیا۔ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ اس وقت کے وزیر اعظم کی سرپرستی میں شیلا نیاس ہوا۔ ۱۹۹۱ء کے آواخر سے ہندوتوا تنظیمیں آر۔ایس۔ایس، وشوا ہندو پریشد، بجرنگ دل و دیگر رام مندر کی تعمیر کے کام کو شروع کرنے کا اعلان کرتے رہے اور اس مطالبہ کو بی جے پی اور اس کے لیڈر لال کرشن اڈوانی آگے بڑھاتے اور بالآخر ۶/ دسمبر ۱۹۹۲ء کے دن اس کام کے آغاز کا اعلان

کردیا گیا اور یہ پروگرام بنایا کہ ملک کے ہر علاقہ سے کونے کونے سے لاکھوں کارسیوکوں کو جمع کر کے کارسیوا کے ذریعہ یہ کام انجام دیا جائے گا۔ ملک کے انصاف پسند اور غیر فرقہ پرست عوام، ان کی انجمنوں اور کئی تنظیموں نے اپنے اس خدشہ کا اظہار کیا کہ اس موقعہ پر بابری مسجد کو ڈھانے یا نقصان پہنچانے کی کوشش کی جائے گی۔ سپریم کورٹ کو وی۔ ایچ۔ پی۔ نے یہ تیقن دیا کہ کوئی تعمیری کام نہیں ہوگا۔ یہ پروگرام صرف علامتی نوعیت کا ہوگا اور یو پی کی بی جے پی حکومت کے چیف منسٹر کلیان سنگھ نے سپریم کورٹ کو یہ تیقن دیا کہ ان کی حکومت بابری مسجد کی حفاظت کرے گی۔ مرکزی حکومت اور خصوصاً وزیر اعظم پی وی۔ نرسمہا راؤ نے کلیان سنگھ کے تیقن کو بہانہ بنا کر اعلیٰ جنیس کی انتباہی رپورٹس او روزارت داخلہ کے سکریٹری کی جانب ۶/ دسمبر ۱۹۹۲ء سے پہلے کلیان سنگھ حکومت کو برخاست کر کے صدر راج نافذ کرنے اور بابری مسجد کے اطراف مرکزی نیم فوجی فورسس کو متعین کی تجاویز کو نظر انداز کرتے ہوئے کچھ نہیں کیا ۶/ دسمبر ۱۹۹۲ء کو یو پی پولیس اور پی۔ اے۔ سی کی موجودگی اور ان کی نگاہوں کے سامنے مشتعل کارسیوکوں نے بابری مسجد کو ڈھا دیا۔ بابری مسجد کی عمارت کو ڈھا دینے کے بعد صدر راج کا اعلان ہوا وہ دوسرے دن جبکہ درمیانی گنبد کے نیچے کی زمین پر ملبہ صاف کر کے عارضی مندر کی تعمیر کا کام پورا ہو چکا تھا صدر راج نافذ کیا گیا۔

بابری مسجد کے حقیت کے مقدمہ میں (ٹائیٹل سوٹ) جسٹس ایس۔ یو۔ خان۔ جسٹس سدھیر اگروال اور جسٹس ڈی۔ وی۔ شرما پر مشتمل الہ آباد ہائیکورٹ کے اجلاس کاملہ نے شہادتوں کی قلمبندی اور استدلال و بحث کی سماعت کے بہت دن بعد فیصلہ سنایا جس کو سپریم کورٹ نے تعجب خیز قرار دیا ہے۔ اس فیصلہ میں جس نے بابری مسجد کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے گنبدوں کے نیچے والے حصہ کو رام جنم بھومی مندر کے لئے، اس کے بعد عمارت اور اندرونی صحن والے حصہ کو مسجد کے لئے اور بیرونی صحن سے باب الداخلہ کے حصہ کو نرموہی اکھاڑہ کو دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے جو اس مقدمہ کی نگرانی کرتی رہی ہے سپریم کورٹ میں الہ آباد ہائیکورٹ کے فیصلہ کے خلاف (۲) اپیلیں فائل کروائیں او رہائیکورٹ کے فیصلہ کے خلاف حکم التواء حاصل کیا ابھی سپریم کورٹ میں اپیل کی سماعت باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سچائی کو کامیابی ملے گی اور توقع ہے کہ ملک کی یہ اعلیٰ ترین عدالت انصاف کرے گی اور بابری مسجد کی جگہ مسلمانوں کو ملے گی۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ سپریم کورٹ میں ایسے مقدمات جو پرسنل لا بورڈ کے امور سے متعلق ہوں فریق بن کر شرعی موقف کو عدالت کے سامنے واضح کرتا رہا ہے۔

یہ مختصر سا خاکہ ہے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی ان سرگرمیوں کا جن کا مقصد پرسنل لا کا تحفظ کرنا اور مسلم پرسنل لا کو بے اثر کرنے کی کوششوں کا مقابلہ کرنا ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ایک اور سمت میں قابل قدر کارنامہ انجام دیا اس کے روح رواں اور پہلے جنرل سکریٹری حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی علیہ الرحمہ نے اپنی نگرانی میں مسلم پرسنل لا کے موضوعات پر قانون اسلامی کی تدوین کا کام کرایا۔ ممتاز علماء اور مفتیان کرام نے طویل عرصہ تک بڑی کاوشیں کیں ملک کے اہل علم اصحاب سے ان مسودات پر رائیں حاصل کی گئیں۔ بار بار خواندگی عمل میں لائی گئی ایک ایک لفظ پر غور کیا گیا اور ہر ہر مسئلہ پر مباحثے ہوئے۔ حضرت مولانا منت اللہ رحمانی علیہ الرحمہ کی حیات ہی میں اس کو آخری شکل دی گئی۔ تاہم اس کی اشاعت ایک طویل عرصہ سے رکی رہی۔ بورڈ کے تیسرے صدر حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمی علیہ الرحمہ نے اس کی طباعت اور اشاعت کا بیڑا اٹھایا اور بالآخر یہ مجموعہ ۲۰۰۱ء میں شائع ہوا جس کی رسم اجراء کے موقع پر حضرت قاضی مجاہد الاسلام صاحبؒ نے فرمایا کہ ہندوستان میں تدوین فقہ کے سلسلہ میں فتاویٰ عالمگیری کے بعد یہ ہندوستان میں دوسری اجتماعی کوشش ہے اس مجموعہ کے ذریعہ جہاں ایک طرف مسلمان کو نکاح، طلاق، خلع، فسخ، وراثت، ہبہ وغیرہ کے بارے میں شرعی احکامات جاننے میں سہولت ہوگی وہیں کسی مقدمے میں شرعی حکم کی وضاحت کیلئے وکلاء اور جج صاحبان اس کتاب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ مجموعہ قوانین اسلامی کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہو چکا ہے جس میں چند ایسے ابواب شامل کئے گئے ہیں جو پہلے ایڈیشن میں کسی وجہ سے شامل نہیں کئے جا سکے۔ اس مجموعہ اسلامی قوانین میں دفعات کی ترتیب اور حکم کی وضاحت کے نقطۂ نظر سے اس مجموعہ پر نظر ثانی کا کام سپریم کورٹ کے

سابق جج جسٹس شاہ محمد قادری صاحب کی نگرانی میں مکمل ہو چکا ہے اور جسٹس شاہ محمد قادری صاحب اس مجموعہ کا انگریزی ترجمہ کا کام تقریباً مکمل کر چکے ہیں۔

ہندوستان میں شریعت اسلامی کے تحفظ کو یقینی بنانے کا صحیح طریقہ ہے کہ مسلمان اپنے معاملات کا تصفیہ شریعت کے مطابق شرعی طریقے کے ذریعہ یعنی قضاء کے نظام کے ذریعہ کروائیں۔ نظام قضاء کا قیام مسلمانوں کی ایک اہم شرعی ذمہ داری ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ملک کے مختلف مقامات پر دارالقضاء کا قیام عمل میں لایا اور ایسی فضاء بنائی کہ کئی مقامات پر مقامی کوششوں سے دارالقضاء قائم ہوئے تاہم اتنے بڑے وسیع اورعریض ملک میں دارالقضاء کی تعداد بہت ہی کم ہے ہونا تو یہ چاہئے کہ ملک کا کوئی شہر کوئی ٹاؤن یا قصبہ او رقریب قریب واقع دیہاتوں کا مجموعہ ایسا نہ ہو جس میں دارالقضاء یا دارالقضاء کی نوعیت کا کوئی ادارہ قائم نہ ہو۔ اس کیلئے ظاہر ہے کہ ایک بڑی تعداد میں ایسے علماء کی ضرورت ہوگی جو قضاء کی تربیت بھی حاصل کر چکے ہوں۔ حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی علیہ الرحمہ کی ایماء پر پٹنہ میں اور بعد ازاں بنگلور میں قضاء کے تربیتی کیمپ قائم کئے گئے۔ تربیتی کیمپ کے انعقاد کا سلسلہ جاری ہے، حیدرآباد اور دوسرے مقامات پر یہ کیمپس منعقد ہوئے ہیں۔

ہندوستان میں مسلم پرسنل لا بورڈ کا تحفظ اور قانون شریعت کا نفاذ ایسی صورت میں ممکن ہے جبکہ مسلمان مسلم پرسنل لا کے امور یعنی نکاح، طلاق، وخلع کے معاملات، رضاعت وحضانت کے قضیات اور میراث وہبہ کے معاملات کو شرعی طریقے پر طے کرنے کے نظام کو قائم و مستحکم کریں اور مسلمانوں کا عمومی ذہن یہ بنے کہ چاہئے ہمارا فائدہ ہو یا نقصان ہم شریعت کے مطابق ہی اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کروائیں گے اور یہی ذہن اور یہی رویہ ان کیلئے آخرت میں سرخروئی کا باعث ہوسکتا ہے اور اس کا بڑا اجر اللہ کے پاس ان کو ملے گا۔ ملک میں عام طور پر حکومتی سطح سے بھی اس بات کی کوشش ہو رہی ہے کہ سرکاری عدالتوں پر مقدمات او رکام کا بوجھ کم کیا جائے اور مقدمات کے تصفیے کے دوسرے طریقوں، آپسی ثالثی اور خاندانی تنازعات کا تصفیہ کرانے کیلئے کوئی نظام تشکیل دیتے ہیں تو یہ ملک میں فصل خصوصات کے تعلق سے جو عام قومی رجحان ہے اس کے مطابق ہوگا اور اس کو متوازی عدالتی نظام وہی ذہن قرار دے سکتا ہے جس میں مخالف مسلم فرقہ پرستی کا جنون موجود ہے۔ مسلمانوں میں بھی یہ مزاج اور یہ ذہن بنانے کی ضرورت ہے کہ اصل فائدہ اور منفعت آخرت میں نجات ہے۔ اس ہمیشہ ہمیش کی زندگی کے لئے تمام فائدوں کو قربان کیا جاسکتا ہے۔ اخروی زندگی میں اجر، نیکی کے کاموں، عام بھلائی کی کوششوں اور کاوشوں اور زندگی میں شریعت پر کاربند ہونے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے یعنی شریعت پر عمل پیرا ہونے سے ملے گا اور یہی سب سے بڑی کامیابی اور یہی سب سے بڑی جیت ہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے مسلمانوں کے احکامات سے آگہی اور واقفیت پیدا کرنے کے لئے مختلف موضوعات پر کتابچے شائع کروائے تقاریر اور وعظ کے ذریعے اس سمت میں کوشش کی اور قاضی مجاہد الاسلام صاحب مرحوم کی یہ کوشش بھی رہی کہ جمعہ کے خطبات میں ہمارے ائمہ اور خطیب صاحبان اصلاح معاشرہ کے موضوع پر گفتگو کریں اور مسلمانوں کو شریعت کے احکامات سے واقف کروائیں۔ اور ان میں شریعت پر ہر حال میں عمل پیرا ہونے کا جذبہ اور احساس پیدا کریں۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اصلاح معاشرہ کی تحریک بھی چلائی لیکن اس حقیقت کا اعتراف ضروری ہے کہ معاشرے کی اصلاح کی سمت جتنی توجہ دی جانی چاہئے تھی اتنی توجہ نہیں دی جاسکی اور آج ضرورت اس بات کی ہے کہ اصلاح معاشرہ کی سمت مؤثر قدم اٹھائے جائیں۔ اس منعقد شدنی اجلاس میں اہم امور میں دوررس نتائج کے حامل فیصلے کئے جائیں گے اور اُمید ہے کہ مسلمانان ہند تمام وابستگیوں سے بالاتر ہوکر دین اسلام سے اور شریعت اسلامی سے گہری وابستگی کا اظہار اپنے عمل کے ذریعہ کریں گے اور اس ملک میں شرعی قوانین کے نفاذ کو بے اثر کرنے کی کوششیں ناکام ہوں گی۔ اور مسلمانوں ہی کے جوش وخروش عمل کے نتیجہ میں مسلم پرسنل لا کو ختم کرنے کی سازش بارآور نہیں ہوگی۔

و ما توفیقی الا باللہ

۞۞۞

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور اس کی

زریں خدمات پر ایک نظر!

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (سکریٹری بورڈ)

''ایمان'' اللہ تعالیٰ پر یقین کرنے کا اور ''اسلام'' اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے سر جھکا دینے کا نام ہے، اللہ کے احکام پر عمل صرف اس لئے ضروری نہیں ہے کہ اس میں اپنے خالق اور پروردگار کی خوشنودی اور آخرت کی نجات ہے؛ بلکہ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ انسان کی دنیوی زندگی کی کامیابی اور راحت وسکون بھی اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی شریعت میں ہی مضمر ہے؛ کیوں کہ خدا اس کائنات کا بھی خالق ہے اور انسان کا بھی، اور خالق سے بڑھ کر اپنی مخلوق کے نفع وضرر سے کوئی اور ذات واقف نہیں ہوسکتی؛ چنانچہ قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ انسانیت کی تخلیق بھی خدا ہی نے کی ہے اور اسی کا حکم اس لائق ہے کہ انسان اس پر چلے: ''أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ''۔ (الاعراف:۵۴)

اللہ کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے زندگی گزارنے کا جو طریقہ متعین کیا گیا ہے، اس کو ''شریعت'' کہتے ہیں، شریعت الٰہی اپنی آخری اور مکمل صورت میں پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کی گئی، شریعت کے بعض احکام وہ ہیں، جن میں بنیادی اُصول ومقاصد کی وضاحت کر دی گئی ہے، جزئیات وتفصیلات کو زیادہ واضح نہیں کیا گیا ہے، جیسے مالی معاملات اور سیاسی مسائل؛ تاکہ زمانہ کی تبدیلیوں کے لحاظ سے ان احکام کو منطبق کیا جاسکے، جب کہ زندگی کے بعض مسائل وہ ہیں، جن میں مقاصد بھی بیان کر دیئے گئے ہیں اور اس کی عملی شکل کو بھی زیادہ سے زیادہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے، یہ ہیں عبادات اور خاندانی زندگی کے مسائل۔

خاندانی زندگی کے مسائل سے مراد ہے: نکاح، طلاق، والدین و اولاد اور زوجین کے حقوق، میراث وصیت وغیرہ، ان کو فقہ اسلامی کے ماہرین ''مناکحات'' سے تعبیر کرتے تھے اور موجودہ قانونی اصطلاح میں ''پرسنل لا'' کہا جاتا ہے، ان قوانین کی جڑیں کتاب وسنت میں نہایت گہرائی کے ساتھ پیوست ہیں؛ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ نکاح وطلاق اور میراث وغیرہ کے احکام قرآن میں جس قدر وضاحت کے ساتھ مذکور ہیں، نماز، روزہ اور حج و زکوٰۃ کے مسائل بھی اس درجہ صراحت و وضاحت کے ساتھ ذکر نہیں کئے گئے ہیں؛ اس لئے مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں، مسلم ملک میں یا غیر مسلم ملک میں، وہ ان قوانین پر عمل کرنے کے پابند ہیں، ان پر عمل نہ کرنے سے انسان گنہگار قرار پاتا ہے اور اگر ان قوانین کو ماننے ہی سے انکار کر دے اور خدا کی بھیجی ہوئی شریعت کے مقابلہ انسان کے بنائے ہوئے قانون کو ترجیح دینے لگے تو یہ کفر ہے۔

قیام کا پس منظر

اسی لئے ہندوستان میں مسلم حکومت کے ختم ہونے کے بعد ابتداء ہی سے علماء نے کوشش کی کہ مسلمانوں کو پرسنل لا کے معاملہ میں قانون شریعت پر عمل کرنے کی آزادی حاصل رہے، ایک خاص واقعہ کے پس منظر میں علماء کی جدوجہد سے ''شریعت اپلی کیشن ایکٹ ۱۹۳۷ء'' بنا، جس میں یہ بات تسلیم کی گئی کہ پرسنل لا سے متعلق مسائل میں اگر مقدمہ کے دونوں فریق مسلمان ہوں، تو ان پر شرعی قوانین کا اطلاق کیا جائے گا، پھر ۱۹۳۹ء میں علماء کی کوششوں سے ''انفساخ نکاح'' سے متعلق قانون پاس ہوا، جس میں فقہ مالکی سے استفادہ کرتے ہوئے پریشان حال خواتین کے مسائل حل کرنے کی کوشش کی گئی۔

آزادی کے بعد ملک کے دستور میں اقلیتوں کے لئے مذہب پر

عقیدہ رکھنے، مذہب پر عمل کرنے اور مذہب کی تبلیغ کرنے کے حق کو تسلیم کیا گیا ہے، مذہب پر عمل کرنے میں یقینی طور پر مسلم پرسنل لا شامل ہے؛ چنانچہ معزز عدالتیں بھی اس کو تسلیم کرتی رہی ہیں؛ لیکن دستور کے رہنما اُصول میں جو ہدایات شامل کی گئیں، ان میں یہ بات بھی تھی کہ بتدریج ملک میں ''یکساں سول کوڈ'' نافذ کرنے کی کوشش کی جائے گی؛ حالاں کہ دستور ساز کونسل کے بعض مسلم ممبران نے اس پر اعتراض بھی کیا، مگر اسے قبول نہیں کیا گیا اور اس وقت حالات ایسے نہیں تھے کہ اس کے خلاف کوئی تحریک چلائی جائے؛ اس لئے یہ دفعہ جوں کی توں باقی رہی، پھر آخر کچھ عرصہ بعد محسوس ہونے لگا کہ حکومت کے تیور اچھے نہیں ہیں اور وہ مسلمانوں کو ان کے شرعی قوانین سے محروم کرنے کے درپے ہے، اس کا کچھ اندازہ تو اسی وقت ہو چکا تھا، جب ۱۹۵۰ء میں ہندو کوڈ بل پیش کرتے ہوئے مرکزی وزیر قانون مسٹر پائسکر نے کہا تھا کہ ہندو قوانین میں جو اصلاحات کی جارہی ہیں، وہ مستقبل قریب میں ہندوستان کی تمام آبادی پر نافذ کی جائے گی، پھر ۱۹۶۳ء میں مرکزی حکومت نے مسلم پرسنل لا میں ''اصلاح'' کے لئے مستقل کمیشن قائم کیا، جس نے حکومت کے منفی رویہ کواور واضح کردیا، اور اس کا کھل کر اظہار اس وقت ہوا، جب ۱۹۷۲ء میں متبنّٰی کے لئے ایسا قانون لانے کی کوشش کی گئی کہ اسے حقیقی بیٹے کی حیثیت حاصل ہو اور مسلمانوں پر بھی اس کا اطلاق ہو۔

اس پس منظر میں امیر شریعت حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ نے ۲۸ر جولائی ۱۹۶۳ء کو ''انجمن اسلامیہ ہال، پٹنہ'' میں بہار اسٹیٹ ''مسلم پرسنل لا کانفرنس'' طلب کی، امارت شرعیہ بہار اس کی داعی تھی، ملک کی دو بڑی تنظیموں--- جمعیۃ علماء ہند اور جماعت اسلامی ہند--- کے اس وقت کے سربراہان مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ اور مولانا ابواللیث اصلاحی ندویؒ کے علاوہ مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ، مولانا عبدالرؤفؒ ایم، ایل، سی (ناظم: جمعیۃ علماء اتر پردیش) اور جناب منظور احسن اعجازی نے بھی اس اجلاس میں شرکت کی، مولانا عثمانی نے صدارت کی اور مولانا ندوی نے افتتاح فرمایا، اس طرح ملت اسلامیہ کی یہ پہلی مشترکہ آواز تھی، جو ملک کے ایک کونہ سے بلند ہوئی، پھر حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ کی تحریک پر ۱۳و۱۴ر مارچ ۱۹۷۲ء کو حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے دیوبند میں مسلم پرسنل لا کے موضوع پر ایک کل جماعتی اجلاس منعقد فرمایا، اجلاس کے شرکاء میں ان دونوں بزرگوں کے علاوہ مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ (صدر مسلم مجلس مشاورت) مولانا سید محمد اسعد مدنیؒ (ناظم جمعیۃ علماء ہند) مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ (قاضی شریعت بہار واُڑیسہ وجھارکھنڈ) ڈاکٹر فضل الرحمٰن گنوریؒ (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) مولانا سعید احمد اکبرآبادیؒ، ڈاکٹر طاہر محمود، مولانا عامر عثمانیؒ وغیرہ شریک ہوئے، اس نشست میں طے ہوا کہ چوں کہ مسلم پرسنل لا کی زیادہ تر آواز ممبئی سے اُٹھ رہی ہے؛ اس لئے یہیں اس موضوع پر ایک کنونشن منعقد کیا جائے۔

چنانچہ ۲۷و۲۸ر دسمبر ۱۹۷۲ء کو یہ تاریخ ساز کنونشن منعقد ہوا، جس کو مسلمانان ہند کے تمام مکاتب فکر کی بھرپور تائید حاصل تھی، اس اجلاس میں باتفاق رائے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کا فیصلہ کیا گیا اور ۷ر اپریل ۱۹۷۳ء کو اجلاس حیدرآباد میں بورڈ کی تشکیل عمل میں آئی، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ بورڈ کے پہلے صدر اور حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی صاحبؒ بورڈ کے پہلے جنرل سکریٹری منتخب ہوئے، ۱۷ر جولائی ۱۹۸۳ء کو حضرت قاری صاحبؒ کی وفات ہوئی اور ۲۸ر دسمبر ۱۹۸۳ء کو چنئی کے اجلاس میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کو بورڈ کا دوسرا صدر منتخب کیا گیا، پھر حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کی وفات کے بعد ۲۳ر اپریل ۲۰۰۰ء کو لکھنؤ کے ایک خصوصی اجلاس میں فقیہ ملت حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کو بورڈ کا تیسرا صدر منتخب کیا گیا، مولانا قاسمیؒ کی وفات کے بعد ۲۳ر جون ۲۰۰۲ء کو حیدرآباد کے اجلاس میں موجودہ صدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کا بحیثیت صدر انتخاب عمل میں آیا، مختلف اوقات میں دیوبندی حلقہ سے امیر شریعت حضرت مولانا ابوالسعود احمدؒ، بریلوی مکتبہ فکر سے حضرت مولانا مفتی برہان الحق جبل پوریؒ، حضرت مولانا مظفر حسین کچھوچھویؒ، حضرت مولانا محمد محمد الحسینیؒ (سجادہ نشین گلبرگہ شریف)، شیعہ مکتبہ فکر سے حضرت مولانا کلب عابد مجتہد، اہل حدیث

حلقہ سے حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الحفیظ سلفیؒ، حضرت مولانا مختار احمد ندویؒ، جماعت اسلامی سے حضرت مولانا ابواللیث اصلاحی ندویؒ، مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور مولانا سراج الحسن صاحب مدظلہٗ بورڈ کے نائب صدر رہ چکے ہیں، اس وقت حضرت مولانا محمد سالم قاسمی، حضرت مولانا سید شاہ فخر الدین اشرف (سجادہ نشیں آستانہ عالیہ مخدوم اشرف)، حضرت مولانا کلب صادق (لکھنؤ)، حضرت مولانا سید جلال الدین عمری اور حضرت مولانا کاکا سعید احمد عمری نائب صدر ہیں۔

بورڈ کے پہلے جنرل سکریٹری حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ --- جن کا بورڈ کی تاسیس میں بنیادی حصہ رہا ہے --- کی ۱۹؍ مارچ ۱۹۹۱ء کو وفات ہوئی اور مئی ۱۹۹۱ء میں موجودہ جنرل سکریٹری امیر شریعت حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب بورڈ کے دوسرے جنرل سکریٹری منتخب ہوئے، سابق میں جناب محمد یوسف پٹیل بورڈ کے سکریٹری رہ چکے ہیں اور اس وقت سکریٹریز کی حیثیت سے جناب محمد عبد الرحیم قریشی، جناب عبد الستار یوسف شیخ، حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی اور یہ حقیر خدمت انجام دے رہے ہیں--- ۱۹۷۳ء سے ۱۹۸۳ء تک مصطفیٰ فقیہ صاحب پھر ۱۹۸۳ء سے ۲۰۰۴ء تک مولانا عبد الکریم پاریکھؒ (ناگپور) بورڈ کے خازن رہے اور ۲۰۰۵ء سے پروفیسر ریاض عمر (دہلی) سے یہ خدمت اب تک متعلق ہے۔

بورڈ کی خدمات

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے بیالیس سالہ عہد میں جو خدمات انجام دی ہیں، یہاں اختصار کے ساتھ ان کا ذکر کیا جاتا ہے :

☆ ۲۳؍ مئی ۱۹۷۲ء کو پارلیمنٹ میں ہندو قانون تبنیت ونفقہ ۱۹۶۵ء کی جگہ نئے قانون کا بل پیش کیا گیا؛ تاکہ مسلمانوں کے بشمول تمام شہریوں پر اس کا اطلاق ہو، بورڈ نے اس کے خلاف اول روز سے تحریک چلائی، بالآخر ۱۹؍ جولائی ۱۹۷۸ء کو جنتا پارٹی کی حکومت نے اس بل کو واپس لے لیا، پھر کانگریس کی حکومت واپس آنے کے بعد ۱۶؍ دسمبر ۱۹۸۰ء کو دوبارہ یہ بل پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا؛ لیکن بورڈ کی کوشش سے مسلمانوں کو اس قانون سے مستثنیٰ کردیا گیا۔

☆ جون ۱۹۷۵ء میں اس وقت کی وزیر اعظم محترمہ اندرا گاندھی نے ایمرجنسی نافذ کردی، اس کا سب سے تکلیف دہ پہلو یہ تھا کہ آنجہانی سنجے گاندھی نے جبری طور پر نس بندی کی مہم چلائی، مسلمان اس تحریک کا خاص نشانہ تھے، ظلم وجور کا بازار گرم تھا اور حکومت کے کسی فیصلہ کے خلاف زبان کھولنے کی بھی اجازت نہیں تھی، ان حالات میں ۱۷ و ۱۸؍ اپریل ۱۹۷۶ء کو بورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا، جس میں جبری نس بندی کے خلاف تجویز منظور کی گئی، پریس نے ان تجاویز کو شائع کرنے سے انکار کردیا؛ لیکن بورڈ نے ورقیہ شائع کرکے ملک کے کونے کونے تک اسے پہنچایا، نیز اسی ماحول میں امیر شریعت حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ نے ''خاندانی منصوبہ بندی'' کے نام سے رسالہ تالیف فرمایا، جو اُردو، ہندی اور انگریزی میں بڑی تعداد میں شائع کیا گیا اور اس کی تقسیم عمل میں آئی۔

☆ اکتوبر ۱۹۷۸ء میں الہ آباد ہائیکورٹ کے لکھنؤ بینچ نے ایک ایسا فیصلہ دیا، جس کے تحت لکھنؤ کی دو مسجدوں، ایک قبرستان اور جے پور کی ایک مسجد کو وہاں کی میونسپل کارپوریشن نے ایکوائر کرلیا، بورڈ کی کوششوں سے یہ قبرستان اور مسجدیں مسلمانوں کو واپس کردی گئیں۔

☆ نیو سی آر پی سی، کی دفعہ ۱۲۵ میں یہ بات کہی گئی ہے کہ طلاق کے بعد بھی جب تک مطلقہ کا دوسرا نکاح نہ ہوجائے، وہ نفقہ کی حقدار رہے گی، مسلم پرسنل لا بورڈ کے مطالبہ پر دفعہ ۱۲۷ کا اضافہ کیا گیا، جس کی رو سے طلاق دینے والا شوہر اگر واجبات ادا کردے، تو پھر نفقہ منسوخ ہوجائے گا، یہ ایک حد تک دفعہ ۱۲۵ کے مضر اثرات کا ازالہ کرتی ہے، مگر مختلف عدالتوں کے فیصلوں نے اس ترمیم کو بے اثر کرکے رکھ دیا، بالآخر بورڈ نے اس سلسلہ میں زبردست مہم چلائی اور ۶؍ مئی ۱۹۸۶ء کو ''قانون حقوق مسلم مطلقہ'' پاس ہوا، جو بورڈ کی ایک بڑی کامیابی تھی، مگر افسوس کہ تعبیر کے نقائص کی وجہ سے یہ قانون سازی بھی بے فائدہ رہی، جس کی اصلاح کے لئے جدوجہد جاری ہے۔

☆ اپریل ۱۹۸۰ء میں ایک ایسا قانون بنا، جس کے تحت ایسی تمام

جائدادوں پر انکم ٹیکس عائد ہوتا تھا، جن میں ۱۹۷۳ء کے بعد آمدنی میں اضافہ ہوا تھا، سوائے اس کے کہ اس اضافہ شدہ جائداد کو فروخت کر کے اس کی رقم کسی نیشنلائز ڈ بینک میں فکس ڈپازٹ کر دی جائے، بورڈ نے اس کے خلاف سخت جدوجہد کی اور بالآخر یہ بلا "مسلم اوقاف" کے سر سے ٹل گئی۔

☆ ۱۹۸۶ء میں غلط طور پر بابری مسجد کا تالہ کھلوادیا گیا اور ۱۹۴۸ء میں غلط طریقہ پر رکھے گئے بتوں کی عام پوجا شروع ہوگئی، اس مسئلہ کے لئے ایکشن کمیٹیاں قائم ہوئیں؛ لیکن بعد کو یہ اندیشہ محسوس کیا جانے لگا کہ کہیں بعض خدا ناترس افراد ہندو فرقہ پرست تنظیموں سے مسجد کا سودا نہ کرلیں، اس پس منظر میں حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ نے ۳ر دسمبر ۱۹۹۰ء کو مجلس عاملہ کا اجلاس طلب کیا، اور عاملہ نے طے کردیا کہ یہ جگہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہے، نہ اس کی حیثیت میں کوئی تبدیلی کی جاسکتی ہے، نہ اس کی خرید و فروخت کی جاسکتی ہے، نہ کسی مصالحت کی بنیاد پر کسی فرد، جماعت یا حکومت کے حوالہ کی جاسکتی ہے اور نہ کوئی حکومت اس سے انکار کرسکتی ہے، افسوس کہ ۶ر دسمبر ۱۹۹۲ء کو مسجد شہید کردی گئی، اس کے بعد مسلمانوں کے مطالبہ پر بورڈ نے اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لیا، بورڈ اراضی بابری مسجد کی حقیت اور انہدام مسجد سے متعلق مقدمات کی پیروی کررہا ہے، حقیت کے سلسلہ میں الہ آباد ہائیکورٹ کے نزاعی فیصلہ کے بعد بورڈ نے اسے سپریم کورٹ میں چیلنج کیا ہے۔

☆ حکومت دینی مدارس کے نظام میں دخیل ہونے کے لئے طویل عرصہ سے کوشاں ہے؛ چنانچہ ۲۰۰۶ء میں اس نے "مرکزی مدرسہ بورڈ" کے قائم کرنے کا فیصلہ کیا؛ تاکہ مدارس گورنمنٹ سے مربوط ہوجائیں، مسلم پرسنل لا بورڈ نے ہمیشہ اس سے اختلاف کیا اور حکومت سے نمائندگی کی؛ چنانچہ بالآخر گذشتہ حکومت سرکاری مدرسہ بورڈ کی تجویز سے دست بردار ہوگئی۔

☆ ایک مقدمہ میں جسٹس کاٹجو نے ایک مسلمان طالب علم کے داڑھی رکھنے کی اجازت طلب کرنے پر نقد کرتے ہوئے اسے "طالبانی کلچر" قرار دے دیا، بورڈ کی جانب سے اس کے سکریٹری مولانا سید محمد ولی رحمانی نے اس ریمارک کے خلاف خطوط و مراسلات بھیجنے کی مہم چلائی اور بالآخر جسٹس کاٹجو نے اپنے ریمارک واپس لینے کا اعلان کیا۔

☆ بعض ریاستوں میں "وندے ماترم" اور "سوریہ نمسکار" نافذ کرنے کی بات کہی گئی، بورڈ نے اس کی مخالفت کی، جس کے بہتر اثرات مرتب ہوئے۔

☆ سپریم کورٹ میں تبنیت سے متعلق ایک مقدمہ دائر کیا گیا تھا، جس میں عدالت سے درخواست کی گئی تھی کہ گود لینے کو بنیادی حق کا درجہ دیا جائے اور بلاتفریق مذہب سبھوں کو اس سے استفادہ کا حق حاصل ہو، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس مقدمہ میں فریق بنا اور کورٹ نے مدعی کے اس دعویٰ کو مسترد کردیا۔

☆ سپریم کورٹ میں ایک فرقہ پرست مدعی کی طرف سے دعویٰ داخل کیا گیا تھا کہ دارالقضاء اور دارالافتاء کو بند کرادیا جائے اس کے خلاف فریق بن کر بورڈ نے مقدمہ کی پیروی کی اور بحمد للہ بورڈ نے بڑی حد تک بورڈ کے موقف کے مطابق اپنا فیصلہ دیا۔

☆ گذشتہ حکومت نے "رائٹ ٹو ایجوکیشن" کے نام سے ایک ایسا قانون بنایا تھا جو دینی مدارس اور اقلیتی تعلیمی اداروں کے لئے سخت نقصان دہ تھا اگر یہ قانون باقی رہتا تو گورنمنٹ سے الحاق کے بغیر کوئی مدرسہ چلایا نہیں جاسکتا تھا، بورڈ نے اس کے خلاف آئینی حقوق بچاؤ مہم شروع کی، بالآخر حکومت نے بورڈ کے مطالبات کو قبول کیا۔

☆ وقف ایکٹ ۲۰۱۰ء بعض دفعات شرعی نقطۂ نظر سے اور وقف کے مصالح کے لحاظ سے نہایت ہی نامناسب اور نادرست تھیں، آئینی حقوق بچاؤ مہم میں اس قانون کے خلاف جدوجہد کو بھی شامل کیا گیا، چنانچہ یو پی اے گورنمنٹ نے اپنے اقتدار کے آخری زمانے میں وقف ترمیمی بل ۲۰۱۳ء پیش کیا، جو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے پاس ہوکر قانون کی شکل اختیار کرچکا ہے۔ اس میں بڑی حد تک بورڈ کے مطالبات کو منظور کیا گیا ہے۔

☆ ہم جنسی کو جرائم کے دائرہ سے باہر نکال دینے اور قانونی طور پر اسکی

اجازت دینے کے سلسلہ میں سپریم کورٹ میں ایک مقدمہ زیر دوراں تھا، بورڈ اس مقدمہ میں فریق بنا اور پیروی کی، سپریم کورٹ نے بورڈ کے موقف کے مطابق فیصلہ کیا۔

☆ بورڈ کے علمی کارناموں میں ایک ''مجموعۂ قوانین اسلامی'' کی ترتیب واشاعت ہے، شاہ بانو مقدمہ کے موقع پر ایک ایسے مجموعہ کی شدت سے ضرورت محسوس کی گئی، جس میں دفعہ وار اسلام کے عائلی قوانین ذکر کئے جائیں؛ چنانچہ حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ نے اپنی خصوصی رہنمائی اور نگرانی میں اس کی ترتیب کا کام شروع کرایا اور چند علماء و ماہرین قانون کے تعاون سے ۱۹۹۹ء میں اس کی ترتیب مکمل ہوئی، پھر نظر ثانی وغیرہ کے بعد ۱۹ راگست ۲۰۰۱ء کو حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے اس کی رسم اجراء انجام دی، جس کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں، اس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہوا؛ لیکن ضرورت محسوس کی گئی کہ دوبارہ انگریزی میں اس کا ترجمہ ہو؛ چنانچہ انگریزی ترجمہ کا اور بعض جہتوں سے اصل کتاب پر بھی نظر ثانی کا کام چل رہا ہے، جو تقریباً مکمل ہو چکا۔ اور اب اس میں فقہ شافعی، فقہ سلفی اور فقہ جعفری کے اضافہ کی سعی کی جارہی ہے۔

☆ حکومت کافی عرصہ پہلے نکاح کے لازمی رجسٹریشن کا قانون لانے کے لئے کوشاں تھی؛ اس لئے بورڈ نے کافی پہلے طے کیا تھا کہ وہ خود ایک ''نکاح نامہ'' مرتب کرے اور مسلمانوں میں اسے رواج دینے کی کوشش کی جائے؛ چنانچہ یہ نکاح نامہ مرتب ہوا اور اجلاس بھوپال ۲۰۰۵ء میں اسے منظوری دی گئی، نکاح کی تفصیلات کے اندراج کے علاوہ اس نکاح نامہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر زوجین اس پر دستخط کردیں تو انھیں از دواجی نزاعات حل کرنے کے لئے عدالتوں میں جانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اور دارالقضاء یا شرعی پنچائت کے ذریعہ ان کے اختلافات حل ہوجائیں گے۔

☆ بورڈ شروع ہی سے دارالقضاء کے نظام کو قائم کرنے کے لئے کوشاں رہا ہے؛ تاکہ مسلمان شرعی طریقہ پر اپنے مسائل کو حل کیا کریں؛ چنانچہ اب تک دو درجن کے قریب دارالقضاء بورڈ کے تحت قائم ہو چکے ہیں اور اس کے لئے ایک مستقل کمیٹی قائم ہے، پہلے اس کے کنوینر حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ تھے، ان کی وفات کے بعد اب اس کے کنوینر مولانا عتیق احمد بستوی ہیں۔

☆ مسلمانوں کا صرف حکومت سے مطالبہ کرنا کہ ان کے شرعی قوانین میں مداخلت نہیں کی جائے، کافی نہیں، یہ بھی ضروری ہے کہ وہ رضا کارانہ طور پر اپنی زندگی میں شریعت کو نافذ کریں، اس مہم کے لئے بورڈ میں اصلاح معاشرہ کا ایک مستقل شعبہ قائم ہے اور اس کمیٹی کے کنوینر بورڈ کے سکریٹری مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب ہیں، بورڈ کی جانب سے اصلاح معاشرہ کی غرض سے بہت سے رسائل شائع کئے گئے، ورکشاپ منعقد ہوئے اور اجتماعات کا اہتمام کیا گیا؛ چنانچہ اب یہ دینی مدارس اور مذہبی و سماجی تنظیموں کے جلسوں اور اجتماعات کا اہم عنوان بن گیا ہے۔

☆ اس بات کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ مسلم اور غیر مسلم قانون دانوں کو شریعت کے احکام اور ان احکام کی حکمتوں سے واقف کرانے کے لئے مناسب نظم کیا جائے؛ تاکہ لوگ قانون شریعت کی روح سے واقف ہوسکیں اور ان کی غلط فہمیاں دور ہوں، اسی پس منظر میں اجلاس بھوپال ۲۰۰۵ء میں ''تفہیم شریعت'' کمیٹی تشکیل دی گئی، اور مولانا جلال الدین عمری اس کے کنوینر بنائے گئے، پھر جب وہ جماعتِ اسلامی کے امیر منتخب ہوئے تو عدیم الفرصتی کی وجہ سے اس ذمہ داری سے معذرت کردی؛ چنانچہ اس وقت یہ حقیر اس کمیٹی کا کنوینر ہے، وکلاء اور قانون دانوں کے درمیان تفہیم شریعت کے پروگرام منعقد ہوتے رہتے ہیں اور بورڈ نے اس موضوع سے متعلق متعدد رسائل بھی شائع کئے ہیں۔

☆ بورڈ کی ایک اہم ترین کمیٹی ''لیگل کمیٹی'' ہے، جو شریعت پر اثر انداز ہونے والے عدالتی فیصلوں اور پارلیمنٹ سے پاس ہونے والے ایسے قوانین پر نظر رکھتی ہے جو مسلم پرسنل لا پر اثر انداز ہوتے ہیں، اور بورڈ جن مقدمات کی پیروی کررہا ہے، ان کے لئے شرعی اور قانونی امداد فراہم کرتی ہے، اس کمیٹی میں وکلاء بھی ہیں اور علماء بھی، اور جناب یوسف حاتم مچھالہ اس کے کنوینر ہیں۔

☆ مسلم پرسنل لا سے متعلق مسائل زیادہ تر خواتین سے مربوط ہیں؛ اس لئے مسلم خواتین کو باشعور بنانے اور شرعی احکام سے واقف کرانے کو بورڈ نے شروع سے خصوصی اہمیت دی ہے؛ چنانچہ اجلاس کانپور ۱۹۸۹ء میں بورڈ نے ''مسلم خواتین سیل'' قائم کرنے کا فیصلہ کیا اور اس سال کو ''سالِ خواتین'' کی حیثیت سے منایا۔

☆ بورڈ رائے عامہ کو بیدار کرنے، لوگوں میں شعور پیدا کرنے اور مسلم پرسنل لا کی اہمیت اور افادیت سے واقف کرانے کے لئے اُردو، انگریزی اور ہندوستان کی مختلف مقامی زبانوں میں لٹریچر کی اشاعت پر توجہ دیتا رہا ہے؛ چنانچہ اب تک بورڈ سے بحیثیت مجموعی تین درجن کے قریب کتابیں اور رسائل شائع ہو چکے ہیں، جو اپنے موضوع پر بڑے مفید اور اہم ہیں۔

☆ بورڈ مسلمانوں کو اپنی کارکردگی سے مطلع رکھنے اور مسلمانوں تک اپنا پیغام پہنچانے کے لئے ۲۰۰۵ء سے مسلسل پابندی کے ساتھ سہ ماہی خبرنامہ شائع کررہا ہے، جس میں بورڈ کی خدمات کے علاوہ مسلم پرسنل لا سے متعلق اہم مضامین بھی شامل اشاعت ہوتے ہیں۔

☆ بورڈ اپنی تحریک کو آگے بڑھانے اور اپنے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے ملک کے بڑے شہروں میں اجلاس عام بھی منعقد کرتا آرہا ہے؛ چنانچہ اب تک ۲۳ راجلاس منعقد ہو چکے ہیں اور ۹۳ رمجلس عاملہ کی مشاورتی نشستیں منعقد ہوئی ہیں۔

☆ یہ تو مسلم پرسنل لا بورڈ کی ان خدمات کا مختصر تذکرہ تھا، جو محدود اور متعین طور پر انجام پائی ہیں؛ لیکن بورڈ کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ اس نے مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق اور مشترکہ ایجنڈہ کے لئے اشتراک و تعاون کا مزاج پیدا کیا ہے، ان کے اندر اپنی مذہبی شناخت اور تہذیبی تشخص کے جذبہ کو پروان چڑھایا ہے، اور انھیں اجتماعیت کی دولت سے سرفراز کیا ہے، یہ بورڈ کا سب سے بڑا اور سب سے اہم کارنامہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کیفیت کو باقی رکھے۔

موجودہ سرگرمیاں

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس وقت اصلاح معاشرہ، دارالقضاء، تفہیم شریعت اور قانونی جائزہ وغیرہ کے علاوہ جن معاملات اور مسائل کو حل کرنے میں عدالتی اور سیاسی سطح پر کوشش کررہا ہے، وہ حسب ذیل ہیں :

☆ بابری مسجد کی حقیت کے سلسلہ میں سپریم کورٹ میں زیر دوراں مقدمہ کی پیروی کی جارہی رہے۔

☆ بابری مسجد سے متعلق ''لبراہن کمیشن'' میں بورڈ مسلسل پیروی کرتا رہا ہے اور اب کمیشن کی رپورٹ حکومت کے حوالہ ہو چکی ہے۔

☆ بابری مسجد کی شہادت سے متعلق رائے بریلی اور لکھنؤ کی عدالتوں میں زیر دوراں مقدمات میں پیروی کی جارہی ہے۔

☆ اتر پردیش کے مروجہ قانون کے مطابق زرعی زمینوں میں لڑکیوں کو حصہ نہیں ملتا، اس کے لئے یوپی گورنمنٹ سے بورڈ ربط میں ہے۔

☆ ''لازمی نکاح رجسٹریشن ایکٹ'' میں تبدیلی کے لئے بھی سرکاری سطح پر کوششیں جاری ہیں۔

☆ بعض مقدمات میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ جب تک ثالث بناکر باہمی اختلافات کو حل کرنے کی کوشش نہ کی جائے، اگر مرد طلاق دے دے تب بھی طلاق واقع نہیں ہوگی، بورڈ قانون کے ذریعہ ایسے فیصلوں کو بے اثر کرنے کے لئے حکومت سے رابطہ میں ہے۔

☆ ''ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ'' کے مجوزہ قانون کے مطابق مذہبی اداروں اور عبادت گاہوں پر بھی ٹیکس عائد ہوتا ہے، بورڈ نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اس زیر تجویز قانون میں مناسب تبدیلی لائے۔

☆ مختلف ریاستوں میں نابالغوں کے نکاح کو منع کرنے سے متعلق قوانین بن چکے ہیں اور ان کا نفاذ بھی عمل میں آچکا ہے، بورڈ اس کی مخالفت کرتا رہا ہے اور اس میں مناسب تبدیلی کے لئے حکومت سے رابطہ میں ہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاسہائے عام

(موضوعات کی روشنی میں)

مرتب: محمد وقار الدین لطیفی

اصلاح معاشرہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے اجلاس عام کے جلسوں میں اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں کسی بھی ناحیہ سے غور کیا، یا کچھ کرنے کا فیصلہ کیا، یا کنوینر نے اپنی رپورٹ پیش کی، یا علاقائی کنوینروں کی نامزدگی، یا باقاعدہ مرکزی کمیٹی کی تشکیل، یا اس کے ہمہ جہت پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے غور کیا ہے یا کوئی لائحہ عمل طے کیا، الغرض اس سلسلہ میں جو بھی کوششیں کی گئیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ ومذکور ہیں۔

تاریخ	مقام		تاریخ	مقام
۱۵/۱۶/اکتوبر ۱۹۷۷ء	رانچی		۱۰/۱۱/جون ۱۹۷۸ء	پونا مہاراشٹر
۶/۷/اپریل ۱۹۸۵ء	اسلامیہ ہائی اسکول کلکتہ		۴/۵/مارچ ۱۹۸۹ء	کانپور
۹/۱۰/اکتوبر ۱۹۹۳ء	جامعہ ہدایت جے پور		۷/۸/اکتوبر ۱۹۹۵ء	الفضل احمد آباد، گجرات
۲۸/۲۹/۳۰/اکتوبر ۱۹۹۹ء	حج ہاؤس بمبئی		۲۸/۲۹/اکتوبر ۲۰۰۰ء	دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور
۲۱/۲۲/۲۳/جون ۲۰۰۲ء	دارالعلوم حیدرآباد		یکم و ۲/مارچ ۲۰۰۳ء	جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر
۲۹/اپریل تا یکم مئی ۲۰۰۵ء	دارالعلوم تاج المساجد بھوپال		۱۰/تا ۱۲/جنوری ۲۰۰۷ء	بیت الحجاج چنئی (مدراس)
۲۹/فروری تا دو مارچ ۲۰۰۸ء	کلکتہ		۱۹/تا ۲۱/مارچ ۲۰۱۰ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۰/تا ۲۲/اپریل ۲۰۱۲ء	حج ہاؤس ممبئی		۲۲/تا ۲۴/مارچ ۲۰۱۳ء	جامعہ عربیہ سراج العلوم بھیروگڑھ اجین

دارالقضا

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاسوں میں دارالقضا کے سلسلہ میں کسی بھی پہلو سے غور کیا تحریک دارالقضا کو وسعت دینے، نظام قضا کو قائم کرنے یا اس سلسلہ میں اقدامات کا فیصلہ کیا، یا کنوینر نے اپنی رپورٹ پیش کی، یا اس کے مختلف پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو پر غور کیا، یا کوئی لائحہ عمل طے کیا، الغرض دارالقضا کے سلسلہ میں جتنی بھی کوششیں ہوئیں وہ سب ذیل کی تاریخوں میں محفوظ ہیں۔ اور وہاں ان کی تفصیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

۶ر۷راپریل ۱۹۸۵ء	اسلامیہ ہائی اسکول کلکتہ		۲۳ر۲۴رنومبر ۱۹۹۱ء	دہلی
۹ر۱۰راکتوبر ۱۹۹۳ء	جامعہ ہدایت جے پور		۲۸ر۲۹ر۳۰راکتوبر ۱۹۹۹	حج ہاؤس بمبئی
۲۱ر۲۲ر۲۳رجون ۲۰۰۲ء	دارالعلوم حیدرآباد		یکم و۲رمارچ ۲۰۰۳ء	جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر
۲۹راپریل تا یکم مئی ۲۰۰۵ء	دارالعلوم تاج المساجد بھوپال		۱۰رتا ۱۲رجنوری ۲۰۰۷ء	بیت الحجاج چنئی (مدراس)
۲۹رفروری تا دو مارچ ۲۰۰۸ء	کلکتہ		۱۹رتا ۲۱رمارچ ۲۰۱۰ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۰رتا ۲۲راپریل ۲۰۱۲ء	حج ہاؤس ممبئی		۲۲رتا ۲۴رمارچ ۲۰۱۳ء	جامعہ عربیہ سراج العلوم بھیروگڑھ اجین

بابری مسجد

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاسوں میں بابری مسجد کے سلسلہ میں کسی بھی پہلو سے غور کیا، اس کے اسباب شہادت یا اس کے حقیت مقدمہ یا ملکیت کے مقدمہ، یا مسجد کی جگہ کو بلیٹ پروف بنانے کا معاملہ، یا شنکرآچاریہ کے ذریعہ مصالحتی کوششوں کی تفصیل، یا قانونی طور پر دیگر پیش رفت وغیرہ، یا کنوینر نے میٹنگوں میں اپنی رپورٹ پیش کی، یا بورڈ نے اس کے مختلف کیس کے کسی بھی پہلو پر غور کیا، یا کوئی لائحہ عمل طے کیا، الغرض بابری مسجد کے تعلق سے اب تک جو بھی کوششیں ہوئیں ان سب کی تفصیل ذیل کی تاریخوں میں محفوظ ہیں۔

۲۳ر۲۴رنومبر ۱۹۹۱ء	دہلی		۹ر۱۰راکتوبر ۱۹۹۳ء	جامعہ ہدایت جے پور
۷ر۸راکتوبر ۱۹۹۵ء	الفضل احمدآباد، گجرات		۲۸ر۲۹راکتوبر ۲۰۰۰ء	دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور
۲۱ر۲۲ر۲۳رجون ۲۰۰۲ء	دارالعلوم حیدرآباد		یکم و۲رمارچ ۲۰۰۳ء	جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر
۲۹راپریل تا یکم مئی ۲۰۰۵ء	دارالعلوم تاج المساجد بھوپال		۱۰رتا ۱۲رجنوری ۲۰۰۷ء	بیت الحجاج چنئی (مدراس)
۲۹رفروری تا دو مارچ ۲۰۰۸ء	کلکتہ		۱۹رتا ۲۱رمارچ ۲۰۱۰ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۰رتا ۲۲راپریل ۲۰۱۲ء	حج ہاؤس ممبئی		۲۲رتا ۲۴رمارچ ۲۰۱۳ء	جامعہ عربیہ سراج العلوم بھیروگڑھ اجین

لبراہن کمیشن

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاسوں میں لبراہن کمیشن (بابری مسجد) کے سلسلہ میں کسی بھی پہلو سے غور کیا، یا کچھ کرنے کا فیصلہ کیا، یا کنوینر نے اپنی رپورٹ پیش کی، کمیشن کی کارروائی میں تاخیر، یا مجرمین کی کمیشن میں حاضری کا مسئلہ اوران کے بیانات درج کرانے کا مسئلہ یا جسٹس لبراہن کی پیش کردہ رپورٹ پر غور یا اس کے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے غور کیا یا کوئی لائحہ عمل طے کیا ان سب کا ذکر درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ ہے۔

۲۸،۲۹ر اکتوبر ۲۰۰۰ء	دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور		یکم و ۲ر مارچ ۲۰۰۳ء	جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر
۲۹ر اپریل تا یکم مئی ۲۰۰۵ء	دارالعلوم تاج المساجد بھوپال		۱۰ر تا ۱۲ر جنوری ۲۰۰۷ء	بیت الحجاج چنئی (مدراس)
۲۹ر فروری تا دو مارچ ۲۰۰۸ء	کلکتہ			

لازمی نکاح رجسٹریشن

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے اجلاسوں میں لازمی نکاح رجسٹریشن کے سلسلہ میں کسی بھی پہلو سے غور کیا، یا کچھ کرنے کا فیصلہ کیا، یا کنوینر نے اپنی رپورٹ پیش کی یا اس کے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے غور کیا ہے یا کوئی لائحہ عمل طے کیا الغرض لازمی نکاح رجسٹریشن کے سلسلہ میں جو بھی کوششیں کیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ و مضمر ہیں۔

۲۸،۲۹ر دسمبر ۱۹۸۳ء	نیو کالج مدراس		۱۰ر تا ۱۲ر جنوری ۲۰۰۷ء	بیت الحجاج چنئی (مدراس)
۲۹ر فروری تا دو مارچ ۲۰۰۸ء	کلکتہ		۲۲ر تا ۲۴ر مارچ ۲۰۱۳ء	جامعہ عربیہ سراج العلوم بھیروگڑھ اجین

نفقہ مطلقہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے مختلف اجلاسوں میں نفقہ مطلقہ کے جن جن پہلوؤں، گوشوں پر غور کیا، عدالتوں کی طرف سے ہونے والے غلط فیصلوں کے تناظر میں جن اقدامات کا فیصلہ کیا، یا کچھ کرنے کا فیصلہ کیا یا کنوینر لیگل کمیٹی اس سلسلہ میں کوئی رہنمائی کی وغیرہ سب کی تفصیل درج ذیل تاریخی اشاریہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۲،۲۳ر فروری ۱۹۷۵ء	بنگلور		۱۵،۱۶ر اکتوبر ۱۹۷۷ء	رانچی
۲ر مئی ۱۹۸۱ء	شالیمار باغ، حیدرآباد		۱۹ر تا ۲۱ر مارچ ۲۰۱۰ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۲ر تا ۲۴ر مارچ ۲۰۱۳ء	جامعہ عربیہ سراج العلوم بھیروگڑھ اجین			

متبنیٰ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے مختلف اجلاسوں میں متبنیٰ کے سلسلہ میں جن جن پہلوؤں، گوشوں پر غور کیا، عدالتوں کی طرف سے ہونے والے غلط فیصلوں اور حکومت کی طرف سے اس سلسلہ میں کوئی قانون کی تدوین کا ناپاک ارادہ یا کبھی کوئی عملی اقدام کی کوشش کی تو بورڈ نے ہمیشہ اس کے خلاف آواز اٹھائی اور حکومت کے سامنے اپنا موقف پیش کیا، یا کچھ کرنے کا فیصلہ کیا یا کنوینر لیگل کمیٹی نے اس سلسلہ میں کوئی رہنمائی وغیرہ کی سب کی تفصیل درج ذیل تاریخی اشاریہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۷،۲۸ر دسمبر ۱۹۷۲ء پہلا تاریخی کنونشن	بمبئی		۲۲،۲۳ر فروری ۱۹۷۵ء	بنگلور
۱۵،۱۶،۱۷ر اکتوبر ۱۹۷۷ء	رانچی		۱۰ر تا ۱۲ر جنوری ۲۰۰۷ء	بیت الحجاج چینئی (مدراس)
۲۹ر فروری تا دو مارچ ۲۰۰۸ء	کلکتہ		۲۲ر تا ۲۴ر مارچ ۲۰۱۳ء	جامعہ عربیہ سراج العلوم بھیرو گڑھ اجین

یونیفارم سول کوڈ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے مختلف اجلاسوں میں یونیفارم سول کوڈ کے سلسلہ میں جن جن پہلوؤں، گوشوں پر غور کیا، عدالتوں کی طرف سے ہونے والے غلط فیصلوں اور حکومت کی طرف سے اس سلسلہ میں کوئی قانون کی تدوین کا ناپاک ارادہ یا کبھی کوئی عملی اقدام کی کوشش کی تو بورڈ نے ہمیشہ اس کے خلاف آواز اٹھائی اور حکومت کے سامنے اپنا موقف پیش کیا، یا کچھ کرنے کا فیصلہ کیا یا کنوینر لیگل کمیٹی نے اس سلسلہ میں کوئی رہنمائی وغیرہ کی سب کی تفصیل درج ذیل تاریخی اشاریہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۷،۲۸ر دسمبر ۱۹۷۲ء پہلا تاریخی کنونشن	بمبئی		۱۵،۱۶،۱۷ر اکتوبر ۱۹۷۷ء	رانچی
۱۵،۱۶ر دسمبر ۱۹۸۶ء	مسافر خانہ بمبئی		۴،۵ر مارچ ۱۹۸۹ء	کانپور
۷،۸ر اکتوبر ۱۹۹۵ء	الفضل احمد آباد، گجرات		۲۸،۲۹،۳۰ر اکتوبر ۱۹۹۹	حج ہاؤس بمبئی

مدارس

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے مختلف اجلاسوں میں دینی مدارس کے سلسلہ میں جن جن پہلوؤں، گوشوں پر غور کیا، حکومت کی طرف سے اس سلسلہ میں کوئی قانون کی تدوین یا کسی بورڈ کے تحت شمولیت کا ناپاک ارادہ یا کبھی کوئی عملی اقدام کی کوشش کی، بورڈ نے ہمیشہ اس کے خلاف آواز اٹھائی اور حکومت کے سامنے اپنا موقف پیش کیا اور اس سلسلہ میں کچھ کرنے کا فیصلہ کیا یا کنوینر کمیٹی نے اس سلسلہ میں کوئی رہنمائی وغیرہ کی سب کی تفصیل درج ذیل تاریخی اشاریہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۱،۲۲،۲۳ر جون ۲۰۰۲ء	دارالعلوم حیدرآباد		یکم و ۲ر مارچ ۲۰۰۳ء	جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر
۲۹ر اپریل تا یکم مئی ۲۰۰۵ء	دارالعلوم تاج المساجد بھوپال		۱۰ر تا ۱۲ر جنوری ۲۰۰۷ء	بیت الحجاج چینئی (مدراس)
۲۹ر فروری تا دو مارچ ۲۰۰۸ء	کلکتہ			

نکاح نامہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے مختلف اجلاسوں میں نکاح نامہ کی تیاری کے سلسلہ میں جب بھی غور کیا، یا کچھ کرنے کا فیصلہ کیا، یا کمیٹی کے کنوینر نے اس سلسلہ میں اپنی رپورٹ پیش کی، الغرض نکاح نامہ کے سلسلہ میں جو بھی کوششیں کیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ ہیں اور وہاں ان کی تفصیل ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

۲۸،۲۹،۳۰؍اکتوبر ۱۹۹۹ء	حج ہاؤس بمبئی		۲۸،۲۹؍اکتوبر ۲۰۰۰ء	دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور
۲۹؍اپریل تا یکم مئی ۲۰۰۵ء	دارالعلوم تاج المساجد بھوپال			

اوقاف

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے مختلف اجلاسوں میں وقف اور قانون وقف کے سلسلہ میں جن جن پہلوؤں، گوشوں پر غور کیا پارلیمنٹ کے ذریعہ نئے قانون کی تدوین یا حکومت کی طرف سے اس سلسلہ میں کسی کمیٹی کے ذریعہ حکومت نے کبھی کوئی غلط عملی اقدام کی کوشش کی تو بورڈ نے ہمیشہ اس کے خلاف آواز اٹھائی اور حکومت کے سامنے اپنا موقف پیش کیا، یا کنوینر لیگل کمیٹی نے اس سلسلہ میں کوئی رہنمائی وغیرہ کی سب کی تفصیل درج ذیل تاریخی اشاریہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲؍مئی ۱۹۸۱ء	شالیمار باغ، حیدرآباد		۲۷؍۲؍اپریل ۱۹۸۵ء	اسلامیہ ہائی اسکول کلکتہ
۱۵،۱۶؍دسمبر ۱۹۸۶ء	مسافر خانہ بمبئی		۹،۱۰؍اکتوبر ۱۹۹۳ء	جامعہ ہدایت جے پور
۲۹؍فروری تا دو مارچ ۲۰۰۸ء	کلکتہ		۲۰؍تا ۲۲؍اپریل ۲۰۱۲ء	حج ہاؤس ممبئی

تحفظ مسلم پرسنل لا (شریعت بیداری مہم)

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے مختلف اجلاسوں میں تحفظ شریعت (شریعت بیداری مہم) کے سلسلہ میں جب کبھی کسی پہلو سے غور کیا، یا اس سلسلہ میں عملی اقدام کا فیصلہ کیا، یا اس کے ہمہ جہت پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے کبھی غور کیا یا کوئی لائحہ عمل طے کیا، الغرض تحفظ شریعت (شریعت بیداری مہم) کے سلسلہ میں بورڈ نے جو بھی کوششیں کیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ مذکور ہیں۔

۲۷،۲۸؍دسمبر ۱۹۷۲ء پہلا تاریخی کنونشن	بمبئی		۲۲،۲۳؍فروری ۱۹۷۵ء	بنگلور
۷،۸؍اکتوبر ۱۹۹۵ء	الفضل احمدآباد، گجرات		۲۹؍اپریل تا یکم مئی ۲۰۰۵ء	دارالعلوم تاج المساجد بھوپال
۲۰؍تا ۲۲؍اپریل ۲۰۱۲ء	حج ہاؤس ممبئی			

لیگل سیل

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے مختلف اجلاسوں میں لیگل سیل کے سلسلہ میں مذکورہ عناوین کے علاوہ کسی قانونی معاملے کے کسی بھی پہلو پر غور کیا، یا کنوینر نے اپنی رپورٹ پیش کی، یا اس کے ہمہ جہت پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے غور کیا ہے یا کوئی لائحہ عمل طے کیا، الغرض لیگل سیل کے سلسلہ میں جو بھی کوششیں کیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ ہیں۔

۱۰/۱۱/جون ۱۹۷۸ء	پونا مہاراشٹر		۲۸/۲۹/دسمبر ۱۹۸۳ء	نیو کالج مدراس
۶/۷/اپریل ۱۹۸۵ء	اسلامیہ ہائی اسکول کلکتہ		۹/۱۰/۱۱/اکتوبر ۱۹۹۳ء	جامعہ ہدایت جے پور
۲۸/۲۹/اکتوبر ۲۰۰۰ء	دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور		۲۱/۲۲/۲۳/جون ۲۰۰۲ء	دارالعلوم حیدرآباد
۱۰/تا ۱۲/جنوری ۲۰۰۷ء	بیت الحجاج چنئی (مدراس)		۲۹/فروری تا دو مارچ ۲۰۰۸ء	کلکتہ
۱۹/تا ۲۱/مارچ ۲۰۱۰ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ		۲۰/تا ۲۲/اپریل ۲۰۱۲ء	حج ہاؤس ممبئی
۲۲/تا ۲۴/مارچ ۲۰۱۳ء	جامعہ عربیہ سراج العلوم بھیروگڑھ اجین			

مسلم خواتین

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے مختلف اجلاسوں میں مسلم خواتین کے سلسلہ میں کسی بھی پہلو سے غور کیا، یا اس سلسلہ میں کچھ کرنے کا فیصلہ کیا، یا اس کے ہمہ جہت پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے غور کیا ہے یا کوئی لائحہ عمل طے کیا وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ ہے۔

۱۰/۱۱/جون ۱۹۷۸ء	پونا مہاراشٹر		۹/۱۰/۱۱/اکتوبر ۱۹۹۳ء	جامعہ ہدایت جے پور

تفہیم شریعت

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے مختلف اجلاسوں میں تفہیم شریعت کے سلسلہ میں جب کبھی کسی پہلو سے غور کیا، یا اس سلسلہ میں عملی اقدام کا فیصلہ کیا، یا اس کے ہمہ جہت پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے کبھی غور کیا یا کوئی لائحہ عمل طے کیا، الغرض تفہیم شریعت کے سلسلہ میں بورڈ نے جو بھی کوششیں کیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ مذکور ہیں۔

۱۰/۱۱/جون ۱۹۷۸ء	پونا مہاراشٹر		۲۹/اپریل تا یکم مئی ۲۰۰۵ء	دارالعلوم تاج المساجد بھوپال
۱۰/تا ۱۲/جنوری ۲۰۰۷ء	بیت الحجاج چنئی (مدراس)		۲۹/فروری تا دو مارچ ۲۰۰۸ء	کلکتہ
۱۹/تا ۲۱/مارچ ۲۰۱۰ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ		۲۲/تا ۲۴/مارچ ۲۰۱۳ء	جامعہ عربیہ سراج العلوم بھیروگڑھ اجین

قوانین (ایکٹ)

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے مختلف اجلاسوں میں ملکی قوانین کے سلسلہ میں جب کبھی کسی پہلو سے غور کیا، یا اس سلسلہ میں عملی اقدام کا فیصلہ کیا، یا اس کے ہمہ جہت پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے کبھی غور کیا یا کبھی اس سلسلہ میں حکومت کے سربراہوں سے اس مسئلہ پر نمائندگی کی گئی، یا اس کے لئے کوئی لائحہ عمل طے کیا، الغرض! ملکی قوانین سلسلہ میں بورڈ نے جو بھی کوششیں کیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ ہیں۔

تاریخ	مقام	زیر بحث آئے موضوعات
۱۰؍۱۱؍جون ۱۹۷۸ء	پونا مہاراشٹر	سیلنگ ایکٹ۔
۲؍مئی ۱۹۸۱ء	شالیمار باغ، حیدرآباد	دفعہ ۱۲۵؍اور ۱۲۷؍سی آر پی سی۔ انکم ٹیکس ایکٹ کی دفعہ ۱۳ شق ۵۔ اوقاف سے متعلق اور دفعہ ۴۴۔
۶؍۷؍اپریل ۱۹۸۵ء	اسلامیہ ہائی اسکول کلکتہ	سینٹرل وقف ایکٹ (ترمیمی ۱۹۸۴ء)۔ فیملی کورٹ ایکٹ ۱۹۸۴ء۔
۲۰؍تا ۲۲؍اپریل ۲۰۱۲ء	حج ہاؤس ممبئی	ڈائریکٹ ٹیکسیو کوڈ بل، مسلم خواتین کو یوپی زرعی زمینات میں حصہ دلوانے کے لئے قانون میں تبدیلی کی کوشش۔
۲۲؍تا ۲۴؍مارچ ۲۰۱۳ء	جامعہ عربیہ سراج العلوم بھیرو گڑھ اجین	تحفظ مسلم مطلقہ خواتین قانون میں ترمیم، ڈائریکٹ ٹیکسیو کوڈ بل

متفرقات

تاریخ	مقام	زیر بحث آئے موضوعات
۲۷؍۲۸؍دسمبر ۱۹۷۲ء پہلا تاریخی کنونشن	بمبئی	آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کا فیصلہ۔
۷؍۸؍اپریل ۱۹۷۳ء	حیدرآباد	باقاعدہ بورڈ کی تشکیل اور ارکان کا انتخاب۔ بورڈ کا دستور وغیرہ۔
۱۵؍۱۶؍اکتوبر ۱۹۷۷ء	رانچی	ایمرجنسی۔ داؤدی بوہرہ فرقہ کے معاملات کی جانچ کے لئے ناتھ واڈے کمیشن کے قیام کی مخالفت۔ لکھنؤ اور کانپور کے سنی شیعہ فساد پر اظہار افسوس۔ عاملہ کے کورم ۱۵؍کی جگہ گیارہ کی منظوری۔
۲۳؍۲۴؍نومبر ۱۹۹۱ء	دہلی	مجموعہ قوانین اسلامی کی اشاعت۔
۹؍۱۰؍اکتوبر ۱۹۹۳ء	جامعہ ہدایت جے پور	ذرائع ابلاغ سے رابطہ۔ ائمہ مساجد کے سرکاری تنخواہوں کے سلسلہ میں۔ مہاراشٹر میں متاثرین زلزلہ سے ہمدردی۔
۲۸؍۲۹؍۳۰؍اکتوبر ۱۹۹۹	حج ہاؤس بمبئی	آزادئ مذہب وضمیر۔
۲۳؍اپریل ۲۰۰۰ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	نئے صدر کا انتخاب۔

۲۸،۲۹/اکتوبر ۲۰۰۰ء	دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور	اساسی اور میقاتی ارکان کی خالی نشستوں پر ارکان کا انتخاب، دستور بورڈ میں ترمیم۔ ملک میں بڑھتی فرقہ واریت اور صہیونی طاقتوں کی یلغار۔
۲۱،۲۲،۲۳/جون ۲۰۰۲ء	دارالعلوم حیدرآباد	گجرات میں مسلمانوں کی نسل کشی۔
یکم و ۲/مارچ ۲۰۰۳ء	جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر	ارکان کا انتخاب۔
۲۹/اپریل تا یکم مئی ۲۰۰۵ء	دارالعلوم تاج المساجد بھوپال	خالی نشستوں پر ارکان کا انتخاب، ارکان کی تعداد میں اضافہ پر غور۔ حسابات کی پیشی اور آئندہ بجٹ کی منظوری
۱۰/تا ۱۲/جنوری ۲۰۰۷ء	بیت الحجاج چنئی (مدراس)	نئے سہ سالہ میقات کے لئے ارکان وعہدیداران اور ارکان عاملہ کا انتخاب، دستور میں ترمیم بابت ۵۰/ارکان کا اضافہ، حسابات اور آئندہ بجٹ کی پیشی۔
۲۹/فروری تا دو مارچ ۲۰۰۸ء	کلکتہ	۵۰/نئے ارکان کا انتخاب، اساسی ارکان کی خالی نشستوں پر نئے ارکان کا انتخاب، حسابات اور آئندہ بجٹ کی پیشی۔
۱۹/تا ۲۱/مارچ ۲۰۱۰ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء	نئے سہ سالہ میقات کے لئے ارکان وعہدیداران اور ارکان عاملہ کا انتخاب، اساسی ارکان کی خالی نشستوں پر نئے ارکان کا انتخاب، دستور کی بعض دفعات میں ترمیم، بورڈ کے سالانہ آمد و صرف کے گوشوارہ اور آئندہ بجٹ کی پیشی۔
۲۰/تا ۲۲/اپریل ۲۰۱۲ء	حج ہاؤس ممبئی	بورڈ کے سالانہ آمدصرف کے گوشوارہ اور آئندہ بجٹ کی پیشی۔ آثار قدیمہ کی ان مساجد کے بارے میں غور جن میں نمازوں کی ادائیگی پر پابندی ہے۔ مجموعہ قوانین اسلامی۔
۲۲/تا ۲۴/مارچ ۲۰۱۳ء	جامعہ عربیہ سراج العلوم بھیرو گڑھ اجین	نئے سہ سالہ میقات کے لئے ارکان وعہدیداران اور ارکان عاملہ کا انتخاب، اساسی ارکان کی خالی نشستوں پر نئے ارکان کا انتخاب، دستور کی بعض دفعات میں ترمیم، بورڈ کے سالانہ آمدصرف کے گوشوارہ اور آئندہ بجٹ کی پیشی۔ مسجد کی شرعی حیثیت، مدھیہ پردیش اور بعض ریاستوں میں سوریہ نمسکار اور وندے ماترم کا اسکولوں بچوں کے پڑھنے کولازم کرنے کے خلاف مہم پر غور، مسلم نوجوانوں کی بیجا گرفتاری اور ملوث کرنے پر غور، بے گناہ مسلم نوجوانوں کو گرفتار کرنے والے پولیس عہدیداروں کی برطرفی اور رہا ہونے والے نوجوانوں کو معقول معاوضہ دلانے پر غور۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی

چند اہم اور تاریخی قراردادیں

مرتب: محمد ارشد عالم

کنونشن کی اہم قراردادیں

● مسلمانان ہند اس صورت حال سے شدید تشویش اور اضطراب میں مبتلا ہیں جو مختلف قانون ساز اسمبلیوں اور قوانین کے ذریعہ ان کے پرسنل لا کو ختم کرنے اور مشترکہ سول کوڈ کی راہ ہموار کرنے کے لئے کی جارہی ہیں، لہذا مسلمانان ہند کا یہ نمائندہ اجتماع منعقدہ بمبئی (بتاریخ ۲۷/۲۸/ دسمبر ۱۹۷۲ء) جو مسلمانان ہند کے تمام مکاتب فکر اور مسالک کے علاوہ ان کی تمام دینی سیاسی، سماجی اور تہذیبی انجمنوں جماعتوں اور اداروں کا نمائندہ ہے، کامل اتفاق اور قطعیت کے ساتھ اپنے اس موقف کا اعلان کرتا ہے کہ شریعت اسلامی کے احکام وحی الہی پر مبنی ہیں ان میں نہ کوئی کمی ہے جسے پورا کرنے کی ضرورت ہو اور نہ زیادتی جسے کم کرنے کی حاجت پیش آئے۔

۱- یہ کنونشن اس امر پر بھی اپنے یقین کا اظہار کرتا ہے کہ مسلم پرسنل لا مسلمانوں کے دین ومذہب کا ایک جزو ہے اور کسی مسلمان کے لئے احکام شرع اسلامی سے گریز جائز نہیں اور نہ وہ کسی ایسے فیصلے کو کسی حال میں قبول کرسکتا ہے جو اللہ کے حلال کئے ہوئے کو حرام اور حرام کو حلال قرار دے، یہ کنونشن اس امر پر بھی اپنے محکم فیصلے کا اعلان کرتا ہے کہ پارلیمنٹ یا ریاستی مجالس قانون ساز کو شریعت اسلامی میں کسی ترمیم وتنسیخ کا حق حاصل نہیں ہے، اور کون سے قوانین شرع اسلامی کے مطابق یا متعلق ہیں اور کون سے نہیں اس کے بارے میں ہر فرقہ اور مسلک کے مستند ومعتمد علمائے شریعت ہی کا فیصلہ آخری اور قطعی حیثیت رکھتا ہے۔

۲- یہ کنونشن ان چند افراد کی مذموم کوششوں سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتا ہے جو مسلم پرسنل لا کی اصلاح کے نام پر قانون شریعت مین مداخلت کے لئے راہ ہموار کررہے ہیں۔

۳- اگر دور غلامی میں کچھ مذہبی قوانین میں ترمیمات کی گئی ہوں یا کسی مسلم ملک میں عائلی قوانین کے اندر کوئی تبدیلی عمل مین آئی ہو تو یہ عمل قانون شریعت میں ترمیم وتنسیخ کے لئے وجہ جواز نہیں بن سکتا۔

۴- یہ کنونشن اس امر پر بھی یقین رکھتا ہے کہ شخصی اور عائلی قوانین امت کے تشخص، اس کی امتیازی حیثیت اور اس کی تہذیبی اور ثقافتی خصوصیات کے ضامن ہیں اور کوئی مسلمان اپنی ملی انفرادیت دینی امتیازات اور تہذیبی وثقافتی خصوصیات سے کسی قیمت پر دستبردار نہیں ہوسکتا۔

۵- مہذب دنیا کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ ہر تہذیبی اور مذہبی اکائی کو اپنی تہذیب ومذہب کے تحفظ کا نہ صرف پورا پورا حق حاصل ہے بلکہ اگر کسی گروہ کی تہذیبی اور مذہبی خصوصیات کو مٹانے کی کوشش کی جائے تو اسے نسل کشی کا ہم معنی سمجھا گیا ہے، اس لئے آزاد ہندوستان کے معماروں نے بھی دستور ہند کے بنیادی حقوق میں مذہبی آزادی اور اس کے قیام وبقا کی بھرپور ضمانت دی ہے اس لئے کنونشن کو یقین ہے کہ ہندوستانی عوام ایسی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہونے دیں گے جو دستور کی روح کو پامال کرنے اور کسی گروہ کو اس کے دستوری حق سے محروم کردینے والی ہو، یہ کنونشن مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں اپنے اس فیصلے کا اعلان کرتا ہے کہ:

(الف) مسلمانوں کے شخصی اور عائلی قوانین جو دراصل ان کے دین ومذہب کا لازمی جزو ہیں انھیں ختم کرکے ان کی جگہ یکساں سول کوڈ کا اجرا یا بالواسطہ قانون سازی کے ذریعہ مسلم پرسنل لا میں ترمیم یا متوازی قانون سازی کے ذریعہ اسے بے اثر بنانا انسانی حقوق کے بین الاقوامی منشور کے منافی، تہذیبی نسل کشی کے ہم معنی اور دستور ہند کے بنیادی حقوق کے معارض ہوگا اور اس طرح کے کسی بھی اقدام کا مطلب مسلمانوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے انحراف پر مجبور کرنا ہوگا جو کسی بھی مسلمان کے لئے کسی حال میں قابل برداشت نہیں ہوسکتا۔

(ب) یہ کنونشن اس امر پر بھی یقین رکھتا ہے کہ دستور ہند کے رہنما اصولوں کا آرٹیکل ۴۴ بنیادی حقوق کی دفعات کے تابع ہے اس لئے مسلم پرسنل لا آرٹیکل ۴۴ کے دائرے سے خارج ہے۔

(ج) یہ کنونشن پارلیمنٹ اور ریاستی مجالس قانون ساز میں پیش ہونے والے ان بلوں کو ناقابل قبول قرار دیتا ہے جو بالواسطہ مسلم پرسنل لا پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

(د) یہ کنونشن اس امر کی بھی ضرورت محسوس کرتا ہے کہ مسلمانوں کو عائلی اور معاشرتی زندگی کے شرعی احکام وآداب سے واقف کرایا جائے تاکہ وہ پوری طرح شرعی احکام پر عمل کر کے معاشرہ کو صالح بنیادوں پر استوار کر سکیں۔

متبنّٰی

● یہ اجلاس Adoption of Children Bill (قانون تبنیت ۱۹۷۲ء) اور (Public Trust Bill) کو اپنی موجودہ شکل میں قانون شریعت میں مداخلت سمجھتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ مسلمانوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ (آل انڈیا مسلم پرسنل لا کنونشن منعقدہ ۲۷ و ۲۸ دسمبر ۱۹۷۲ء بمبئی)

● ۱- مسودہ قانون تبنیت ۱۹۷۲ء سراسر شریعت اسلامی کے خلاف اور قرآن اور سنت کی صریح نصوص سے متصادم ہے۔

۲- عمل تبنیت کو وراثت، ولایت اور نکاح جیسے دوسرے معاملات میں ''قانونی اثر'' پیدا کرنے والے عمل کی حیثیت سے تسلیم کیا جانا بعینہٖ ''جاہلی قانون'' ہے جسے قرآن نے ختم کیا ہے۔

۳- ہندوؤں کے قدیم رواجی قانون کے اعتبار سے تبنیت کو ''قانونی اثرات'' رکھنے والے عمل کی حیثیت حاصل رہی ہے جسے ۱۹۵۶ء میں Maintenance and Adoption Act.1975 کے نام سے باضابطہ دفعہ وار ایکٹ کی شکل دی گئی ہے۔

۴- اب وہی قانون جو ہندوؤں کے قدیم رواج پر اور ان کی مذہبی روایات پر مبنی ہے اسے عمومی قانون کی حیثیت دے کر، ہندوستان کے دوسرے مذہبی فرقوں پر جاری کرنے کے لئے زیر بحث بل پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا ہے اور وزیر قانون حکومت ہند مسٹر گھوکھلے کے الفاظ میں یہ بل ''یونیفارم سول کوڈ'' کی طرف پہلا قدم ہے۔

۵- اس بل کے ذریعہ بلالحاظ اختلاف مذہب ہر ہندوستانی شہری اپنے عمل تبنیت کو رجسٹرڈ کرانے اور اس طرح متبنّٰی کو قانونی اثرات کے اعتبار سے حقیقی بیٹے کی حیثیت دلانے کا مجاز ہوگا۔

۶- اس بل کے ذریعہ متبنّٰی کا رشتہ اپنے خاندان سے بالکلیہ منقطع ہوجائے گا اور وہ اپنے باپ، ماں اور دوسرے رشتہ داروں کے متروکہ میں وارث نہیں ہوگا اور نہ اسکے ترکہ میں اس کے ماں باپ اور اہل خاندان وارث ہونگے اور نہ اس متبنّٰی پر اپنے ماں باپ کی کفالت ضروری رہے گی، حالانکہ شرع کی رو سے وہ اپنے اہل خاندان کا بھی وارث ہوگا اور اس پر اپنے اہل خاندان کی طرف سے کچھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔

۷- دوسری طرف یہ عمل متبنّٰی کو گود لینے والے خاندان میں ایک حقیقی بیٹے کی حیثیت دے کر گود لینے والے کے ترکہ میں اس کی اولاد اس کے ماں باپ اور دوسرے اہل خاندان کے حقوق میں تناسب کو کم کر دینے یا بالکل ختم کر دینے کا موجب ہوگا درآنحالیکہ یہ حقوق اور ان کا یہ تناسب قرآن وسنت میں صراحۃً موجود ہے۔

۸- پھر یہ بل متبنّٰی کے لئے بعض ایسے رشتوں میں نکاح کو ممنوع قرار دیتا ہے جن رشتوں میں نکاح شرع اسلامی کی رو سے حلال ہے۔

۹- اس طرح متبنّٰی لینے والے اور متبنّٰی دینے والے کے اس ذاتی عمل کا قانونی اثر صرف ان لوگوں تک محدود نہیں رہتا جن کی رضا سے یہ عمل وجود میں آیا ہے بلکہ ایسے لوگ بھی اس قانون سے متاثر ہوتے ہیں جن کی رضا حاصل کرنا اس بل کی رو سے تبنیت کے رجسٹریشن کے لئے ضروری قرار نہیں دیا گیا ہے، لہٰذا اس اجلاس کے نزدیک تبنیت فرد کا ایک اختیاری عمل ہونے کے باوجود دوسرے ایسے لوگوں کو بھی متاثر کرنے والا ہے جو اس شخص کے اس عمل سے راضی نہیں، اس لئے اس بل کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ ایک مسلمان کے لئے خلاف شرع عمل کو جواز فراہم کیا گیا ہے بلکہ ساتھ ہی ساتھ دوسرے ایسے مسلمانوں کو بھی اس کے اثرات سے متاثر ہونے پر مجبور کیا گیا ہے جو اس خلاف شرع عمل سے راضی نہیں۔

۱۰- اس بل کی رو سے متبنّٰی تمام امور میں متبنّٰی لینے والے کا بیٹا سمجھا جائے گا اور ظاہر ہے کہ جس طرح ہر نابالغ لڑکا اپنے مذہب کے معاملے میں اپنے باپ کا تابع سمجھا جاتا ہے اس طرح اس متبنّٰی کا مذہب بھی وہی قرار پائے گا جو متبنّٰی لینے والے کا ہے، اس طرح اس اجلاس کے نزدیک عمل ''تبنیت'' باپ اور خاندان کی تبدیلی ہی نہیں بلکہ بین المذاہب تبنیت کا جواز مذہب کی تبدیلی کا بھی موجب ہوگا اور اس طرح یہ بل غریب اور بے سہارا خاندان کے بچوں کے استحصال بے جا کو قانونی جواز اور اس کے لئے مواقع فراہم کرتا ہے حالانکہ خود دستور ہند کی رو سے بھی کسی کمزور طبقہ کا بے جا استحصال نادرست قرار دیا جاسکتا ہے۔

۱۱- اس بل کی رو سے یتیم خانوں اور دوسرے اداروں کی سرپرستی میں زندگی

گذارنے والے بچوں کو تبنّی دینے کے لئے اس کے اولیاء کی رضا ضروری نہیں بلکہ ان اداروں کے ذمہ داروں کی رضا کافی ہے جبکہ ایسے اداروں کا لائسنس جاری کرنا حکومت کے اختیار میں ہوگا، مزید یہ کہ بعض مخصوص حالات میں مثلاً جبکہ لڑکا اپنے باپ کی طرف سے غفلت یا نامناسب برتاؤ کی شکایت کرے، کورٹ کو اختیار ہوگا کہ وہ اس بچہ کو باپ کی رضا کے بغیر کسی کو تبنّی دیدے۔

نیز کورٹ کو اس کا اختیار بھی دیا گیا کہ وہ کسی نابالغ بچہ کے اولیاء کی نارضامندی کو رد کردے اگر وہ یہ محسوس کرے کہ نارضامندی کے اسباب نامعقول ہیں، بورڈ کے نزدیک یہ نقاط شرعی نقطۂ نظر سے غلط اور نہایت خطرناک ہیں۔

۱۲- اس اجلاس کے نزدیک یہ بل ایسی متوازی قانون سازی کا بدترین نمونہ ہے جس کے ذریعہ مسلم پرسنل لا کو بے اثر بنانے کی صورت نکالی گئی ہے اور بالواسطہ مسلم پرسنل لا کو ختم کرنے اور شرع اسلامی میں مداخلت کا موجب ہے۔

۱۳- اس موقع پر یہ اجلاس آل انڈیا مسلم پرسنل لا کنونشن بمبئی کی مندرجہ ذیل قرارداد (۱) شق (۴) (الف) کو بھی دہرانا ضروری سمجھتا ہے جس کے ذریعہ اس قسم کی قانون سازی کو مسلمانان ہند کے لئے ناقابل برداشت قرار دیا گیا ہے۔

۱۴- مذکورہ بالا اسباب ووجوہ کی روشنی میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ایک بار پھر یہ مطالبہ دہرانا اپنا فرض سمجھتا ہے کہ Adoption of Children Bill, 1972 سے مسلمانوں کو مستثنیٰ قرار دیا جائے، اور یہ بھی ظاہر کردینا ضروری سمجھتا ہے کہ اس کی اپنی موجودہ شکل میں منظوری مسلمانان ہند کی مذہبی آزادی کو مجروح کرے گی اور ایسے بحران کا موجب ہوگی جس کے نتائج سنگین ہوسکتے ہیں۔ (دوسرا اجلاس عام بورڈ ۲۲،۲۳؍فروری ۱۹۷۵ء بنگلور)

یونیفارم سول کوڈ

● مسلمانوں کے شخصی اور عائلی قوانین جو دراصل ان کے دین ومذہب کا لازمی جزو ہیں انھیں ختم کرکے ان کی جگہ یکساں سول کوڈ کا اجرا یا بالواسطہ قانون سازی کے ذریعہ مسلم پرسنل لا میں ترمیم یا متوازی قانون سازی کے ذریعہ اسے بے اثر بنانا انسانی حقوق کے بین الاقوامی منشور کے منافی، تہذیبی نسل کشی کے ہم معنی اور دستور ہند کے بنیادی حقوق کے معارض ہوگا اور اس طرح کے کسی بھی اقدام کا مطلب مسلمانوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے انحراف پر مجبور کرنا ہوگا جو کسی بھی مسلمان کے لئے کسی حال میں قابل برداشت نہیں ہوسکتا۔ (آل انڈیا مسلم پرسنل لا کنونشن منعقدہ ۲۷،۲۸؍دسمبر ۱۹۷۲ء بمبئی)

● آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا یہ اجلاس مسلمانان ہند کے اس عزم کا اعادہ کرنا چاہتا ہے کہ وہ مسلم پرسنل لا میں کسی ترمیم، تبدیلی یا تنسیخ کو قبول کرنے کو آمادہ نہیں ہیں، مسلمانان ہند ان تمام کوششوں کو قابل مذمت سمجھتے ہیں، جو مسلم پرسنل لا کو براہ راست یا بالواسطہ متاثر کرنے کے لئے کی جارہی ہیں، بورڈ نے اس بات کو محسوس کیا ہے کہ دستور میں آرٹیکل (۴۴) کی وجہ سے جس میں یکساں سول کوڈ کی ضرورت کو ایک رہنما اصول قرار دیا گیا ہے، ان کوششوں کی ہمت افزائی ہوتی ہے اور ایمرجنسی میں ۴۲ویں دستوری ترمیمات کے ذریعہ رہنما اصولوں کو بنیادی حقوق پر فوقیت دی گئی ہے جس سے مسلمانان ہند کی تشویش میں اضافہ ہوگیا ہے۔

یہ اجلاس حکومت ہند سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ دور ایمرجنسی کی ترمیمات کی تنسیخی ترمیمات کی تجویز کے موقع پر اس بات کو پیش نظر رکھے کہ بنیادی حقوق کی فوقیت بحال کی جائے اور دستور میں دور ایمرجنسی میں کی گئی ترمیم کو منسوخ کیا جائے، حکومت ہند سے یہ اجلاس یہ بھی مطالبہ کرتا ہے کہ آرٹیکل (۴۴) کی موجودہ عبارت بنیادی حقوق کے آرٹیکلس (۲۵،۲۶) سے متصادم نظر آتی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ آرٹیکل (۴۴) میں ایسی تبدیلیاں کی جائیں جس سے یہ واضح ہوجائے کہ یونیفارم سول کوڈ ان امور پر مشتمل نہ ہوگا جن سے مسلم پرسنل لا متاثر ہوتا ہے۔ (تیسرا اجلاس عام بورڈ ۱۶؍اکتوبر ۱۹۷۷ء رانچی)

● آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا یہ اجلاس محسوس کرتا ہے کہ ملک میں یونیفارم سول کوڈ کی تدوین ونفاذ کے بارے میں آہنگ مطالبوں، دھونس ودھمکی کی گرمی جو ۱۹۸۶ء میں تھی سرد ہوچکی ہے، تاہم زیر سطح کوششیں جاری ہیں، اور دستور کے آرٹیکل (۴۴) کے سہارے کسی وقت بھی ایسی فضا پھر پیدا کی جاسکتی ہے، مزید یہ کہ یونیفارم سول کوڈ کے ذریعہ مسلم پرسنل لا کو ختم کرنے کا خدشہ دور نہیں ہوا ہے۔

بورڈ کا یہ اجلاس اس بات کو دہراتا ہے کہ ہندوستان جیسے کثیر مذہبی اور کثیر تہذیبی ملک میں قومی اتحاد کے بہانے مذہبی تشخص، ملی امتیاز اور تہذیبی شناخت کو مٹانے کی کوئی بھی کوشش انتشار اور بحران پیدا کریگی، جس سے قومی یکجہتی کے جذبات پیدا ہونے کی بجائے ایسی فضا پیدا ہوگی جس سے ملک کی قوت اور سالمیت کو نقصان پہنچے گا، اختیاری سول کوڈ بھی دراصل متوازی قانون سازی کے ذریعہ مسلم پرسنل لا کو ختم کرنے کا ذریعہ بنے گا، اور اس سے بھی عوام کے مختلف طبقوں میں عدم تحفظ کا احساس پیدا ہوگا، اور باہمی اعتماد کا یہ فقدان ایسی صورتحال پر منتج ہوگا جو ملک کے لئے نقصان رساں ہوگی۔

یہ اجلاس حکومت ہند سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ دستور کے آرٹیکل (۴۴) میں ترمیم کے ذریعہ یونیفارم سول کوڈ سے تمام ہی مذہبی وتہذیبی اکائیوں کے عائلی قوانین کو یا کم از کم مسلم پرسنل لاکو مستثنیٰ قرار دے۔ (نواں اجلاس عام بورڈ ۴،۵؍مارچ ۱۹۸۹ء کانپور)

اصلاح معاشرہ

● یہ کنونشن اس امر کی بھی وضاحت کرتا ہے کہ مسلمانوں کو عائلی اور معاشرتی زندگی کے شرعی احکام وآداب سے واقف کرایا جائے تا کہ وہ پوری طرح شرعی احکام پر عمل کر کے معاشرہ کو صالح بنیادوں پر استوار کر سکیں۔ (مسلم پرسنل لا کنونشن بمبئی ۲۷،۲۸؍دسمبر ۱۹۷۲ء)

● آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا یہ اجلاس متفقہ طور پر طے کرتا ہے کہ معاشرہ کی اصلاح پر پوری توجہ دی جائے اور ہر مرد وعورت کو ان کے جائز حقوق دلانے کی مسلسل جدوجہد کی جائے تا کہ ہمارا یہ معاشرہ مثالی بن سکے اور امت مسلمہ منہاج نبوت پر قائم ہو جائے۔ اس سلسلے میں مسلم پرسنل لا بورڈ ضروری سمجھتا ہے کہ:

(الف) نکاح وطلاق، میاں بیوی کے شرعی حقوق، پر چھوٹے چھوٹے کتابچے ہلکی پھلکی زبانوں میں لکھے جائیں اور انہیں مختلف زبانوں میں چھپوا کر عام پڑھے لکھے مسلمانوں تک پہونچایا جائے، اور انھیں پڑھنے کی ترغیب دی جائے۔

(ب) مقررین، واعظین اور ائمہ مساجد کو متوجہ کیا جائے کہ وہ اپنی تقریروں، وعظوں اور مجلسوں میں ان عائلی مسائل کو بیان کریں اور اصلاح معاشرہ کی اہمیت اور اس کے طریقے عوام وخواص کے ذہن نشین کریں۔

(د) بورڈ یہ بھی ضروری سمجھتا ہے کہ مروجہ جہیز اور تلک کے نام پر جو فرمائشیں ہوتی ہیں، مسلمان عوام وخواص ان کو بند کریں تا کہ لڑکی کے ولی سودی قرض، زمین ومکان کی فروختگی کے جس عذاب میں مبتلا ہیں ان سے نجات پائیں اور بہت سی غریب لڑکیوں کی شادی میں تاخیر یا ان کی بربادی کا چرچا کسی زبان پر نہ آنے پائے۔

(و) موجودہ دور کے تقاضے کے مطابق اس کی بھی سعی ہونی چاہیے کہ علماء کرام کی عام فہم تقریروں کے کیسیٹ تیار کیے جائیں، جن میں غلط رسم ورواج کے مفاسد اور نقصانات پر روشنی ڈالی گئی ہو، اور سنت کے مطابق نکاح وطلاق کے مسائل واحکام اور میاں بیوی کے حقوق بیان کیے گئے ہوں۔

(ی) بورڈ اس کی بھی ضرورت محسوس کرتا ہے کہ ''اصلاح معاشرہ'' سے متعلق کمیٹیاں صوبائی پیمانہ پر قائم کی جائیں اور اس کا ایک دستور مرتب کیا جائے۔ (ساتواں اجلاس عام بورڈ کلکتہ ۶،۷؍اپریل ۱۹۸۵ء)

● آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اول روز سے ہی اصلاح معاشرہ کے کام کو خصوصی اہمیت دیتا رہا ہے۔ سماجی مسائل، حالات ومواقع کے اعتبار سے بدلتے رہتے ہیں۔ اور اسی نسبت سے ان کے دائرہ میں وسعت ہوتی ہے۔ بورڈ نے اب تک اپنی اس مہم میں زیادہ تر توجہ مسلمانوں کے معاشرتی مسائل اور ان میں بھی خاص طور پر خاندانی زندگی سے متعلق یا شادی بیاہ کی بے جا رسوم کے سدباب پر دی ہے۔ لیکن ملک کے حالات میں اب جو تبدیلی آ رہی ہے اس کے تحت ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اصلاح معاشرہ کے دائرہ کو وسیع کیا جائے، اس میں شادی بیاہ اور خاندانی زندگی کے دوسرے اہم مسائل کے علاوہ دیگر سماجی برائیوں کے ازالہ کیطرف بھی توجہ دی جائے اور انسانی نقطۂ نظر سے سماج میں جو برائیاں در آئی ہیں جو مسلمانوں اور دوسروں میں مشترک طور پر موجود ہیں اور بڑھتی ہی جا رہی ہیں ان کو بھی اپنی کوششوں کا ہدف بنایا جائے۔ اس غرض کے لیے مسلمانوں اور غیر مسلم بھائیوں کے مشترکہ اجتماعات رکھے جائیں۔ اس سے نہ صرف ان برائیوں کو مٹانے کا موقع بہم پہونچے گا بلکہ ہندوستان کے مخلوط ومشترک سماج میں باہمی تعلقات میں خوشگواری اور اسلام ومسلمانوں کے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی راہ بھی ہموار ہوگی۔ ملک میں فرقہ وارانہ منافرت کی جو فضا پیدا کی جا رہی ہے مثبت طریقہ پر یہ اس کا تدارک بھی ہوگا نیز اس بات کے مواقع بھی فراہم ہوں گے کہ مسلمان بحیثیت خیر امت اپنی منصبی ذمہ داریوں کو انجام دے سکیں اور پوری انسانیت کے ہمدرد وبہی خواہ کی حیثیت سے ملک کے سامنے خود کو پیش کر سکیں۔ (سترہواں اجلاس عام بورڈ مونگیر مؤرخہ یکم و۲؍مارچ ۲۰۰۳ء)

دار القضاء

● پورے ملک میں عورتوں کو دشواریوں سے نجات دلانے، ان کو اسلام کے دیئے ہوئے حقوق اور عدل وانصاف دلانے کے لیے بورڈ کا یہ اجلاس دار القضاء کے قیام کو ضروری تصور کرتا ہے، اس سلسلہ میں ملک کے مختلف اہم شہروں میں دار القضاء کے قیام کے لیے جدوجہد اور ضروری اقدام کا اختیار مجلس عاملہ کو دیا جاتا ہے۔ (ساتواں اجلاس عام بورڈ ۶،۷؍اپریل ۱۹۸۵ء کلکتہ)

● آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس محسوس کرتا ہے کہ مسلمانوں کی عائلی اور سماجی زندگی کو شریعت اسلامی پر کاربند رکھنے کیلئے یہ ضروری

ہے کہ ان کے نزاعات کا تصفیہ اسلامی نظام عدل یعنی نظام قضا کے ذریعہ طے ہو۔ اس احساس کے تحت یہ بورڈ اپنے قیام کے دن ہی سے دارالقضاء (اسلامی عدالت) کے قیام پر زور دیتا رہا ہے، جس کے نتیجہ میں ملک کے بعض اہم شہروں اور بعض ریاستوں میں دارالقضاء کا قیام عمل میں آیا، اور کامیاب بھی رہا.........ملک کے طول وعرض میں قضا کا اسلامی نظام قائم کیا جائے اس غرض کے لئے صدر بورڈ ان ریاستوں میں جہاں دارالقضاء قائم نہیں ہیں موزوں اصحاب کا انتخاب کریں جو جماعت المسلمین کے اصول پر نظام قضا کو جاری کرے یا جہاں موزوں اور درکار صلاحیت کے عالم موجود ہوں۔ وہاں کے علماء اور عمائدین کے مشورہ سے ایسے عالم کو بحیثیت قاضی مامور کریں۔ محترم صدر بورڈ ایسے اقدامات اور تدابیر اختیار کریں جس سے سارے ملک میں جتنی جلد ممکن ہو سکے شرعی عدالتیں قائم ہو جائیں، امید کی جاتی ہے کہ مسلم معاشرہ کی مشکلات آسانی کے ساتھ دور ہوں گی۔ (گیارہواں اجلاس عام بورڈ ۹،۱۰/۱۱/اکتوبر ۱۹۹۳ء جامعۃ الہدایہ جے پور)

● ۱۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کا یہ اجلاس تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو احکام شریعت کا پابند بنائیں، اسلام میں سماجی وخاندانی زندگی میں جن لوگوں کے جو حقوق متعین کیے گئے ہیں، ان کو ادا کرنے میں کسی کوتاہی سے کام نہ لیں، اور اگر کسی معاملہ میں کوئی اختلاف ونزع پیدا ہو جائے تو دارالقضاء اور شرعی پنچایت سے رجوع کریں، اور وہاں سے جو فیصلے ہوں اس کے سامنے سر تسلیم خم کردیں کہ اس میں اللہ کی خوشنودی اور آخرت کی بھلائی بھی ہے اور مالی گرانباری سے ان کی حفاظت بھی۔

۲۔ خوشی کی بات ہے کہ ملک کے مختلف علاقوں میں متعدد بڑی دینی درسگاہوں نے اپنے یہاں تربیت قضاء کا کورس شروع کیا ہے، لیکن اس وسیع وعریض ملک کی ضرورت کے لحاظ سے ابھی بھی یہ تعداد ناکافی ہے، اس لیے یہ اجلاس ملک کی بڑی دینی جامعات کے ذمہ داروں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اپنے یہاں امور قضاء سے متعلق تعلیم اور عملی تربیت کا نظم کریں تاکہ ہر جگہ حسب ضرورت تربیت یافتہ قضاۃ مہیا ہو سکیں۔

۳۔ بورڈ کا یہ اجلاس مسلمانوں کی مذہبی جماعتوں اور تنظیموں، دینی درسگاہوں کے ذمہ داروں، علماء ومشائخ اور دانشوروں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ مسلک ومشرب سے بالاتر ہو کر امت کے اس اجتماعی فریضہ کی ادائیگی میں بھرپور تعاون دیں، تحفظ شریعت کی اس عملی اور مثبت کوشش میں پوری سرگرمی کے ساتھ شریک ہوں، اور اپنے تعاون کے ذریعہ اس کو تقویت پہنچائیں۔

۴۔ اس کام کو ملک گیر سطح پر وسعت دینے اور ان کو باہم منظم ومربوط کرنے کے لیے محترم صدر بورڈ سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اس کام کے لیے ایک کمیٹی اور کنوینر متعین کریں جو بورڈ کے زیر نگرانی حسب ضرورت اہم علاقوں اور شہروں میں نظام قضاء کے قیام کی عملی جدوجہد کرے، اور ان کو باہم مربوط کرنے کی سعی کرے۔ (سترہویں اجلاس عام بورڈ یکم، ۲/مارچ ۲۰۰۳ء مونگیر)

بابری مسجد

● آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس (منعقدہ دہلی ۳/دسمبر ۱۹۹۰ء) مسجد کے شرعی موقف کو اہل ملک اور مسلمانوں پر واضح کردینا ضروری سمجھتا ہے کہ مسجد اور مسجد کی جگہ خدا کی ملک ہے۔ نہ اسے تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ نہ اس کی خرید وفروخت ہوسکتی ہے۔ نہ کسی مصالحت کی بنا پر کسی فرد، جماعت یا حکومت کے حوالہ کی جاسکتی ہے۔ اور نہ کوئی حکومت اسے ایکوائر کرسکتی ہے۔

یہ اجلاس بابری مسجد کے تنازعہ اور اس سے پیدا شدہ پیچیدہ صورتحال کے تفصیلی جائزہ کے بعد اپنے اس نقطۂ نظر کا اظہار کرتا ہے کہ:

(الف) ناقابل تردید تاریخی وقانونی شواہد سے واضح ہے کہ بابری مسجد مسجد ہی ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف حکومت اترپردیش نے بھی عدالت میں دیئے گئے تحریری بیان میں کیا ہے امر واقعہ یہ ہے کہ بابری مسجد غصب کی ہوئی زمین پر یا کسی مندر کو توڑ کر نہیں بنائی گئی، اس لئے اس کی شرعی حیثیت وہی ہے جو ایک مسجد کی ہوتی ہے۔ بنابریں یہ مسجد مسلمانوں کو اسی حالت میں جس میں کہ ۲۲/دسمبر ۱۹۴۹ء تک تھی واپس کی جانی چاہئے۔

(ب) مسجد کو ملحقہ قبرستان کی اراضی پر جو شیلانیاس ۹/نومبر ۱۹۹۸ء کو ہوا تھا وہ غلط اور ناجائز تھا اس مقام پر کارسیوا یا ایسے کسی پروگرام کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

(ج) الہ آباد ہائی کورٹ کے صادر کردہ حکم امتناعی کی تعمیل حکومت کا فرض ہے۔ اس حکم کی خلاف ورزی کو روکنا حکومت کا کام ہے۔ بابری مسجد کی جگہ یا اس کی اراضی پر مندر تعمیر کرنے کی کوشش واضح طور پر قانون شکنی اور دستور کے خلاف ہے، دستور کی حفاظت اور قانون کی بالادستی کو برقرار رکھنا حکومت کی ذمہ داری ہے اس لئے اس کو ایسی کوششوں سے ایمانداری اور مستعدی سے نمٹنا چاہئے۔

(د) حکومت اگر گفت وشنید کے ذریعہ تنازعہ حل کرنا چاہتی ہے تو بورڈ ایسے ہر

حل کا استقبال کرے گا جو شریعت سے متصادم نہ ہو۔

(ہ) تین سال سے فرقہ پرست گاؤں گاؤں، شہر شہر، فرقہ پرستی کی آگ تقاریر، شر انگیز بیانات آڈیو اور ویڈیو کیسٹس کے ذریعہ بھڑکا رہے ہیں۔ ان شر انگیزیوں کے نتیجہ میں ملک کے کئی مقامات پر قتل و غارتگری کے واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ لیکن ان تین برسوں میں حکومت نے اب تک اس اشتعال انگیزی کو روکنے کی کوشش نہیں کی، ان جرائم کے مرتکبین کے خلاف کوئی تعزیری کارروائی بھی نہیں کی، اس بدبختانہ مہم کو روکنے کے سلسلہ میں حکومت کو اپنا فرض ادا کرنا چاہئے کہ نفرت و جارحیت کے پرچار کی یہ مہم ملک کے مفاد، اس کی یکجہتی اور سالمیت کے خلاف ہے، ملک کے مفاد عامہ کی خاطر مسلمان ضبط و تحمل سے کام لیتا رہا ہے، اور جوابی انتہا پسندی سے گریز کرتا رہا ہے۔

(و) حکومت، سیاسی قائدین اور ملک کے بہی خواہ اس حقیقت کو جان لیں کہ اس تنازعہ سے ملک کا مستقبل اور اس کا کردار وابستہ ہے۔ حق و انصاف اور قانون کی بالادستی کے ذریعہ ہی ملک اور اس کے جمہوری اور سیکولر کردار کو برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ (اجلاس مجلس عاملہ بورڈ ۳ر دسمبر ۱۹۹۰ء دریا گنج نئی دہلی)

● آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس (منعقدہ لکھنؤ۔ ۱۱ر اگست ۱۹۹۲ء) مسجد کے شرعی موقف کے بارے میں اپنی ۳ر دسمبر ۱۹۹۰ء کی قرارداد کا اعادہ کرتا ہے کہ مسجد اور مسجد کی جگہ خدا کی ملک ہے نہ اسے تبدیل کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی خرید و فروخت ہو سکتی ہے۔ نہ کسی مصالحت کی بنا پر کوئی فرد یا جماعت اس کو حکومت کے یا کسی اور کے حوالہ کر سکتی ہے اور نہ حکومت اس کو ایکوائر کر سکتی ہے۔ (اجلاس مجلس عاملہ بورڈ ۱۱ر اگست ۱۹۹۲ء امین آباد لکھنؤ)

● آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس (منعقدہ ۹ر جنوری ۱۹۹۳ء) احکام شرع کی روشنی میں اس فیصلہ کا اعلان کرتا ہے کہ:

☆ مسجد کی عمارت کا انہدام مسجد کے تقدس کو مجروح کرتا ہے اور یہ اسلام کے مذہبی شعائر کی توہین ہے۔

☆ مسجد کی عمارت منہدم کئے جانے کے بعد بھی وہ زمین جس میں ۱۵۲۸ میں مسجد کی بنیاد ڈالی گئی تھی شرعاً مسجد ہے اور قیامت تک مسجد رہے گی۔ اور مسجد کی حرمت سے متعلق تمام شرعی احکام اس قطعہ اراضی پر آج بھی نافذ ہیں۔

☆ مسجد کی عمارت گرا دینے سے یا ناجائز طور پر مورتیوں کو رکھ دینے اور ظلم و جبر کے ساتھ بتوں کی پوجا جاری کرا دینے سے مسجد کا مسجد ہونا ختم نہیں ہوتا۔

☆ کسی مسجد میں ایک عرصہ تک چاہے یہ عرصہ کتنا ہی ہو نماز کا نہ پڑھا جانا مسجد کی شرعی حیثیت کو ختم نہیں کرتا۔

☆ کوئی بھی مسلمان کسی بھی حال میں کسی مسجد کو بت خانہ بنا دینے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

☆ اراضی مسجد کا سرکاری طور پر ایکوائر کیا جانا ظلم صریح ہے اور شرعاً ناجائز و باطل ہے اور مذہبی آزادی کے حق میں صریح مداخلت ہے۔ حکومت کی جانب سے بابری مسجد کے عوض کسی اور مقام پر متبادل مسجد تعمیر کی جائے تو وہ شرعاً مسجد نہیں ہوگی، اور اگر ایسی مسجد کی تعمیر کے لئے کوئی ٹرسٹ تشکیل دیا جائے تو کوئی مسلمان اس میں شریک نہیں ہو سکتا۔

اور یہ کہ: ''ناقابل تردید تاریخی و قانونی شواہد سے واضح ہے کہ بابری مسجد، مسجد ہی ہے، اس حقیقت کا اعتراف حکومت اتر پردیش نے بھی عدالت میں دیئے گئے تحریری بیان میں کیا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ بابری مسجد غصب کی ہوئی زمین پر یا کسی مندر کو توڑ کر نہیں بنائی گئی۔ اس لئے اس کی شرعی حیثیت وہی ہے جو ایک مسجد کی ہوتی ہے۔ (اجلاس مجلس عاملہ بورڈ ۹ر جنوری ۱۹۹۳ء نئی دہلی)

● ۶ر دسمبر ۱۹۹۲ء کا دن ہندوستان کی تاریخ کا سیاہ ترین دن ہے کہ اس دن جمہوریت اور سیکولرزم بے معنی ہو کر رہ گئے، یہ اجلاس محسوس کرتا ہے کہ ۶ر دسمبر کو دستور ہند کا وقار، عدلیہ کی عزت، مقننہ کا اعتماد اور انتظامیہ کا بھروسہ سب کچھ برباد ہو گیا.......

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس احکام شرع کی روشنی میں اس فیصلہ کا اعلان کرتا ہے کہ:

۱۔ مسجد کی عمارت کا انہدام مسجد کے تقدس کو مجروح کرتا ہے اور یہ اسلام کے مذہبی شعائر کی توہین ہے۔

۲۔ مسجد کی عمارت منہدم کئے جانے کے بعد بھی وہ زمین جس میں ۱۵۲۸ء میں مسجد کی بنیاد ڈالی گئی تھی شرعاً مسجد ہے اور قیامت تک مسجد رہے گی۔ اور مسجد کی حرمت سے متعلق تمام شرعی احکام اس قطعہ اراضی پر آج بھی نافذ ہیں۔

۳۔ مسجد کی عمارت گرا دینے سے یا ناجائز طور پر مورتیوں کو رکھ دینے اور ظلم و جبر کے ساتھ بتوں کی پوجا جاری کرا دینے سے مسجد کا مسجد ہونا ختم نہیں ہوتا۔

۴۔ کسی مسجد میں ایک عرصہ تک چاہے یہ عرصہ کتنا ہی ہو نماز کا نہ پڑھا جانا مسجد کی شرعی حیثیت کو ختم نہیں کرتا۔

۵۔ کوئی بھی مسلمان کسی بھی حال میں کسی مسجد کو بت خانہ بنا دینے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

۶۔ اراضی مسجد کا سرکاری طور پر ایکوائر کیا جانا ظلم صریح ہے اور شرعاً ناجائز وباطل ہے اور مذہبی آزادی کے حق میں صریح مداخلت ہے۔ حکومت کی جانب سے بابری مسجد کے عوض کسی اور مقام پر متبادل مسجد تعمیر کی جائے تو وہ شرعاً مسجد نہیں ہوگی، اور اگر ایسی مسجد کی تعمیر کے لئے کوئی ٹرسٹ تشکیل دیا جائے تو کوئی مسلمان اس میں شریک نہیں ہوسکتا........

آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس ہندوستان کے تمام انصاف پسند اور جمہوریت اور سیکولرزم یعنی مذہبی غیر جانبداری پر یقین رکھنے والوں کو آواز دیتا ہے کہ وہ ملک کی سالمیت اور بقا کے لئے آگے آئیں اور فسطائی قوتوں کی سازشوں کا مقابلہ کریں۔ مجلس عاملہ کا یہ اجلاس ملک کے مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ پوری سوجھ بوجھ اور حکمت عملی کے ساتھ موجودہ صورت حال کا مقابلہ کریں۔

مجلس عاملہ کا یہ اجلاس ہر اس شخص کو مخاطب کرتے ہوئے جو خود کو مسلمان کہتا ہے، چاہے وہ سماج میں کوئی درجہ رکھتا ہو، چاہے وہ فقیر ہو یا امیر، عامی ہو یا وزیر یہ کہنا ضروری سمجھتا ہے کہ ان سب کا فرض ہے کہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں اور حکومت ہند کے ان تمام اقدامات کی اعلانیہ مذمت اور مخالفت کریں۔

(اجلاس مجلس عاملہ بورڈ ۳۰ر نومبر ۱۹۹۴ء مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی)

- مجلس عاملہ کا احساس ہے کہ اس فیصلہ میں کئی ایک نقائص ہیں، فاضل عدالت نے آستھا کے اصول کو قانون کی عمل داری کے اصول پر فوقیت دی ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کی مجلس عاملہ اس کو ہندوستانی مسلمانوں کا حق اور فریضہ سمجھتی ہے کہ اس فیصلہ کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا جائے تاکہ اس فیصلہ کے ذریعہ آئین کی بنیادی قدروں اور عدل گستری کے مسلمہ اصولوں میں کی گئی تبدیلیوں کو دور کیا جاسکے۔

سپریم کورٹ سے رجوع ہونے کے طریقہ کار اور اس کی صورتوں کے تعین کے لئے اجلاس نے صدر بورڈ اور جنرل سکریٹری صاحبان کو مجاز گردانا کہ وہ ایک کمیٹی تشکیل کرکے یہ اختیارات اس کے حوالے کریں:

۲۔ مجلس عاملہ نے ان عدالتی کارروائیوں کے بھاری اخراجات کے سلسلہ میں طے کیا کہ لیگل ڈیفنس فنڈ قائم کیا جائے۔

۳۔ مجلس عاملہ نے یہ بھی طے کیا کہ بابری مسجد مقدمہ کی حقیقی صورتحال سے واقف کرانے کے لئے ملک کے اہم مقامات پر سمینار منعقد کئے جائیں جن میں غیر مسلم ماہرین قانون، مؤرخین اور ماہرین آثار قدیمہ کو مدعو کیا جائے۔

(اجلاس مجلس عاملہ بورڈ ۱۶ر اکتوبر ۲۰۱۰ء ندوۃ العلماء لکھنؤ)

- بابری مسجد قضیہ پر الٰہ آباد ہائی کورٹ کی لکھنؤ بنچ کے فیصلے کے تعلق سے اس بات پر سب کا اتفاق تھا کہ اسے سپریم کورٹ میں چیلنج کیا جانا چاہئے، اس سلسلے میں درج ذیل دلائل سامنے آئے۔

۱۔ یہ فیصلہ قانون کے مسلمہ اصولوں اور قانونِ شہادت وقانونِ ملکیت کے بجائے آستھا کی بنیاد پر دیا گیا۔

۲۔ فیصلہ میں مصدقہ اغلاط ہیں۔

۳۔ فیصلہ خطرناک مضمرات کا حامل ہے، اگر فیصلہ کو چیلنج نہیں کیا گیا تو یہ آئندہ کے لئے ایک نظیر بن سکتا ہے۔

۴۔ محکمہ آثار قدیمہ کی رپورٹ پر ملک کے نامور ماہرین آثار قدیمہ کی تنقید کو بالکل ہی نظر انداز کردیا گیا۔

۵۔ بورڈ یہ کہہ چکا تھا کہ وہ عدالت کے آخری فیصلہ کو مانے گا، لہٰذا عدالت عالیہ جانے کی بات وہ پہلے ہی طے کرچکا ہے، شرعاً بھی ہم اس کے مجاز نہیں ہیں کہ مسجد کی زمین کسی بھی مقصد کے لئے (کجا کہ وہ بت خانہ بنانے کے لئے ہو) ہبہ کردیں یا اس سے دست بردار ہوجائیں۔

۶۔ اب یہ فیصلہ بورڈ کو کرنا ہے کہ وہ اس مقدمہ میں Intervene کرے گا یا سنی سنٹرل وقف بورڈ کے مقدمہ کی پیروی پر اکتفا کرے گا۔ (مشترکہ میٹنگ بابری مسجد لیگل سب کمیٹی ولیگل کمیٹی (آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ) 9ر اکتوبر 2010 نئی دہلی)

لازمی نکاح رجسٹریشن

- آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کا یہ اجلاس نکاح رجسٹریشن سے متعلق...... مرکزی حکومت اور ریاستی حکومت پر یہ واضح کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ رجسٹریشن کا نکاح کے سلسلہ میں لزوم مسلمانوں کی مذہبی آزادی کے بنیادی حق میں مداخلت کی ہی ایک شکل ہے، یہ اجلاس ملک کے تمام دینی اداروں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ نکاح کے رجسٹریشن کا خود انتظام اور اس کا ایک قابل اعتماد ریکارڈ رکھیں تاکہ نکاح

کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے حقوق کا تحفظ ہو سکے۔ (چھٹا اجلاس عام بورڈ ۲۷ تا ۲۹ دسمبر ۱۹۸۳ء مدراس)

● طے کیا گیا کہ یہ اجلاس آندھرا پردیش میں شادیوں کے لازمی رجسٹریشن بل کو شریعت میں مداخلت کی سمت پہلا قدم قرار دیتا ہے اور یہ واضح کرتا ہے کہ مسلمانوں کی شادیوں کے رجسٹریشن کا وقف بورڈ کے تحت اس ریاست میں منظم اور باقاعدہ نظام تقریباً دوصدی سے رائج ہے، اس لئے یہ اجلاس گورنر آندھرا پردیش سے گذارش کرتا ہے کہ وہ اس مسودۂ قانون پر اپنی رضامندی کا اظہار نہ کریں۔ اور حکومت آندھرا پردیش سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس میں ترمیم کے ذریعہ مسلمانوں کو اس قانون سے مستثنیٰ قرار دے۔ (سولہواں اجلاس عام بورڈ ۲۱، ۲۲، ۲۳ جون ۲۰۰۲ء دارالعلوم حیدرآباد)

● سپریم کورٹ کی ہدایت کے مطابق مرکزی حکومت کی طرف سے لازمی نکاح رجسٹریشن کے سلسلے میں بورڈ بار بار اپنا موقف ظاہر کر چکا ہے کہ وہ نکاح کے رجسٹریشن کا مخالف نہیں ہے لیکن اس رجسٹریشن کو لازم قرار دینا شریعت اسلامی میں مداخلت ہے اور ہندوستان کے موجودہ حالات میں ناقابل عمل بھی ہے، اس لیے حکومت کو چاہئے کہ:

(الف) جس نکاح کا رجسٹریشن نہ ہو، اس کو غیر معتبر قرار نہیں دیا جائے۔

(ب) رجسٹریشن کے کام کو آسان بنایا جائے، اور ان لوگوں سے متعلق کیا جائے جو نکاح پڑھانے کا کام کرتے ہیں۔ ان کے رجسٹریشن کو کافی سمجھا جائے اور صوبائی حکومتیں یہ نظم قائم کریں کہ نکاح خواں حضرات سے تفصیلات معلوم کر کے نکاح کی تفصیلات کمپیوٹرائز کرا دیا کریں! تاکہ محفوظ رہے۔ حکومت جس طرح مختلف ہسپتالوں سے بچوں کی پیدائش کے سلسلے میں تفصیلات حاصل کرتی ہے، اسی طرح ان اندراجات کو گورنمنٹ کی طرف سے حاصل کرنے کا انتظام کیا جائے۔ (۲۳ رواں اجلاس عام بورڈ ۲۲ تا ۲۴ مارچ ۲۰۱۳ء اجین)

تفہیم شریعت

● آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا یہ اجلاس اس ضرورت کو محسوس کرتا ہے کہ مسلم پرسنل لا سے متعلق احکامات اور مسائل سے قانون دانوں کو واقف کرایا جائے۔ اسلامی فقہی نوعیت سے انہیں آگاہ کیا جائے۔ وکلاء اور قانون داں اصحاب میں علم الٰہی کے ایسے ماہرین ہوں۔ بسا اوقات عدالتوں کے فیصلے کسی منفی جذبہ کی وجہ سے نہیں بلکہ قانون شریعت اور اس کی ہمہ گیر حکمتوں سے ناواقفیت کی وجہ سے صادر ہوتے ہیں۔ اسی لئے یہ اجلاس ایک پانچ نفری کمیٹی (تفہیم شریعت) تشکیل دیتا ہے۔ جو ملک کے مختلف مقامات پر اس طرح کے پروگرام ترتیب دے۔ اس کمیٹی میں مزید ارکان کا اضافہ صدر محترم فرمائیں گے۔ (اٹھارواں اجلاس عام بورڈ ۳۰ اپریل تا یکم مئی ۲۰۰۵ء دارالعلوم تاج المساجد بھوپال)

● آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاس میں یہ بات کھل کر سامنے آئی کہ مسلم پرسنل لا سے عدم واقفیت کی بناء پر بعض اوقات عدالتوں میں غلط اور خلاف شرع فیصلے ہو جاتے ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ متعلقہ مسائل کی شرعی حیثیت اور ان کی حکمت و معنویت پر مسلمان وکلاء سے گفتگو اور تبادلہ خیال ہوتا رہے تاکہ وہ عدالتوں میں اسلام کے موقف کی بہتر ترجمانی کر سکیں۔ (اجلاس مجلس عاملہ بورڈ ۸ مارچ ۲۰۰۶ء دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور)

● یکم نومبر ۲۰۰۸ء دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بورڈ کے ذمہ داروں کی ایک خصوصی نشست ہوئی جس میں تفہیم شریعت کی افادیت کے موضوع پر تبادلہ خیال ہوا اور محسوس کیا گیا کہ علماء و وکلاء کے درمیان مذاکرات کے دائرہ کو ریاستی سطح تک وسیع کیا جائے تاکہ اس کی افادیت عام ہو سکے، اس لئے مشرقی یوپی کے لئے بھی بورڈ کی طرف سے اس طرح کی ایک کمیٹی تشکیل دی جائے۔ (عہدیداران میٹنگ لکھنؤ)

سوریہ نمسکار

● مسلمان عقیدہ توحید پر یقین رکھتے ہیں اور وہ ایک خدا کے سوا کسی مخلوق کی عبادت کے قائل نہیں ہیں، لیکن یہ بات نہایت افسوسناک ہے کہ مدھیہ پردیش اور بعض ریاستوں میں تعلیم گاہوں کے اساتذہ و عملہ، طلبہ و طالبات سے سوریہ نمسکار کرایا جاتا ہے، وندے ماترم پڑھوایا جاتا ہے، جس میں مادر وطن کو معبود کا درجہ دیا گیا ہے، اسکولوں میں کھاتے وقت بچوں کو ہندو تصور کے مطابق بھوجن منتر پڑھنے کی تلقین کی جاتی ہے اور اسکولوں کے نصاب میں برادران وطن کی مذہبی کتاب گیتا کے بعض حصوں کو شامل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، یہ ساری باتیں نہ صرف عقیدۂ توحید کے مغایر ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے ناقابل قبول ہیں، بلکہ یہ سیکولرزم اور ملک کی جمہوری قدروں سے متصادم بھی ہیں اور دستور میں مختلف مذہبی اکائیوں کو مذہب کے سلسلہ میں جو حقوق دیئے گئے ہیں ان کے برعکس ہیں۔ اس لئے مرکزی اور ریاستی حکومتوں کو چاہئے کہ وہ دستور کے دائرہ میں

رہتے ہوئے کام کریں، وہ کسی خاص مذہب اور عقیدہ کے مبلغ نہ بن جائیں، نہ دوسری مذہبی اکائیوں پر اکثریت کے مذہبی افکار اور طریقوں کو تھوپنے کی کوشش کریں، اس طرح کا عمل خواہ حکومت کی طرف سے جبر ولزوم کے ساتھ ہو یا اختیاری طور پر اس کی ترغیب دی جائے، دونوں ہی صورتیں غلط ہیں، کیونکہ ہمارے دستور کے مطابق حکومت کو کسی خاص مذہب کی ترجمانی کا حق نہیں ہے، بلکہ یہ عوام کا انفرادی اختیار ہے۔ (۲۳رواں اجلاس عام بورڈ ۲۲رتا ۲۴رمارچ ۲۰۱۳ء، اجین)

مساجد ومقابر کا تحفظ

● یہ اجلاس دستور ہند کی دفعہ (۱۳) اور حصول اراضیات Land Acquisition سے متعلق مرکزی اور ریاستی قوانین میں ایسی ترمیم ضروری تصور کرتا ہے جس کے ذریعہ تمام ہی عبادت گاہوں، قبرستانوں اور مذہبی مقامات کا تحفظ ہو سکے اور انھیں Acquisition سے بچایا جا سکے ورنہ اندیشہ ہے کہ الہ آباد ہائی کورٹ کے فیصلہ کی متابعت میں عمل درآمد سے مذہبی مقامات محفوظ نہ رہیں گے۔ اور اہل مذاہب میں شدید اضطرابی کیفیت پیدا ہوگی۔ یہ اجلاس ....ایک وفد کی تشکیل کرتا ہے جو جلد از جلد وزیر اعظم وزیر اوقاف، وزیر قانون، اقلیتی کمیشن اور سنٹرل وقف کونسل سے رابطہ قائم کریگا اور انھیں اس مسئلہ پر مسلمانان ہند کے احساسات سے واقف کراتے ہوئے دستور ہند کی دفعہ ۱۳ نیز حصول اراضی سے متعلق جملہ قوانین میں ایسی ترمیم کا مطالبہ کریگا جس کے ذریعہ مساجد ومعابد اور تمام مذاہب کے مذہبی مقامات کو Acquisition کی زد سے بچا کر ان کے مذہبی تقدس کی حفاظت کی جا سکے۔ (اجلاس مجلس عاملہ بورڈ ۱۷راگست ۱۹۷۸ء ویسٹرن کورٹ نئی دہلی)

● مجلس عاملہ کے سامنے سیدھ پور جامع مسجد (گجرات) میں نماز کو روک دینے اسی طرح بنگال، دہلی، اتر پردیش، ہریانہ پنجاب اور بہار وغیرہ مختلف ریاستوں میں واقع ان مساجد کا مسئلہ زیر بحث آیا جو سرکار یا غیر مسلموں کے قبض ودخل میں ہیں اور وہاں نمازیں نہیں ہو رہی ہیں ایسی تمام مساجد کی واگذاری کے سلسلہ میں مجلس عاملہ کا یہ اجلاس سنٹرل وقف کونسل ریاستی وقف بورڈس اور ریاستی مسلم جماعتوں کو توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہے کہ مقامی حکومتوں سے رابطہ قائم کر کے ان مساجد کی واگذاری کے لیے جدوجہد کریں، اور یہ اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ سیدھ پور گجرات کی جامع مسجد میں مسلمانوں کو نماز پڑھنے پر عائد پابندی فوراً ختم کی جائے اور اس طرح دیگر تمام مساجد کو واگذار کرانے کے لیے عملی اقدام کرے۔ (اجلاس مجلس عاملہ بورڈ ۱۷راگست ۱۹۷۸ء ویسٹرن کورٹ نئی دہلی)

● ۱۔ یوپی، دہلی اور دیگر ریاستوں میں مسلمانوں دوسری اقلیتوں اور مذہبی کائیوں نے اس بل کے خلاف اپنے ردعمل کا اظہار کیا، جس عزم وہمت اور بے باکی وجرأت کے ساتھ مگر پرامن طریقے پر کیا ہے وہ اس بات کی علامت ہے کہ ہندوستان کے مسلمان انھیں مایوس، خوفزدہ اور ہراساں کرنے کی مسلسل اور منصوبہ بند عمل کے باوجود الحمدللہ زندہ اور بیدار ہیں، اور وہ اس ملک کی تعمیر وترقی میں بھرپور حصہ لینے کے ساتھ ساتھ اپنے ملی تشخص، اپنی تہذیبی انفرادیت اور اللہ کی شریعت سے دست بردار ہونے کے لئے کسی قیمت پر تیار نہیں ہے، علاوہ ازیں دوسرے مذاہب کے پیشواؤں نے بھی اس غیر آئینی بل کے خلاف جدوجہد میں جس طرح حصہ لیا اور اس سے آئندہ مشترکہ جدوجہد کے جو امکانات سامنے آئے اس پر بھی مجلس عاملہ میں اطمینان کا اظہار کیا گیا، نیز مختلف سیاسی پارٹیوں نے بھی اس بل کے خلاف جس طرح آواز اٹھانی شروع کی ہے، مجلس عاملہ اس کو بھی قدر وتحسین کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

۲۔ مجلس عاملہ اس بات پر سخت تشویش ظاہر کرتی ہے کہ باوجود بھرپور عوامی مخالفت کے ابھی تک یہ بل واپس نہیں لیا گیا، قرائن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس بل کے مقاصد میں مسلمانوں کو اپنے مذہبی تشخص اور مذہبی تعلیم سے محروم رکھنے کے علاوہ صوبے میں منافرت اور اشتعال کی فضا بنانا بھی ہے، جس کے بغیر فسطائی طاقتوں کو اپنا مستقبل تاریک نظر آرہا ہے، لہٰذا آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ بالخصوص یوپی کے مسلمانوں اور دیگر تمام انصاف پسند شہریوں کو یہ آواز دیتی ہے کہ وہ اپنا پرامن احتجاج جاری رکھیں اور ان اعلانات سے ہرگز کسی خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں کہ یہ بل ٹھنڈے بستے میں ڈال دیا گیا ہے۔ مجلس عاملہ ایک بار پھر صدر جمہوریہ ہند سے درخواست کرتی ہے کہ وہ اس غیر آئینی اور غیر جمہوری بل کو اپنی منظوری نہ دیں، بلکہ اسے نظر ثانی کی واضح ہدایات کے ساتھ واپس کر دیں۔

۳۔ مجلس عاملہ یوپی اور مرکز کی حکومتوں کو اس صورتحال سے بھی باخبر کرنا ضروری سمجھتی ہے کہ بل کی منظوری سے پہلے ہی متعدد مقامات پر انتظامیہ اور پولیس کے لوگوں نے مسجدوں اور مدرسوں کی تعمیرات پر روک لگانی شروع کر دی ہے، مجلس عاملہ مطالبہ کرتی ہے کہ متعلقہ حکام کو اس قسم کی کارروائی بند کرنے کے واضح احکامات جاری کئے جائیں۔

۴۔ مجلس عاملہ کے اس اجلاس میں راجستھان، مدھیہ پردیش اور مغربی

بنگال کے متعلقہ قوانین کا بھی جائزہ لیا گیا، مجلس عاملہ کا احساس ہے کہ یہ قوانین بھی شہریوں کی مذہبی آزادی کے بنیادی حق میں بے جا مداخلت کے مترادف ہے، نیز جس طرح ان کا استعمال کیا جاتا ہے اس سے ان صوبوں میں بھی مساجد و مدارس کے تعمیر کرنے میں دشواریاں پیش آرہی ہیں، جس میں پچھلے دنوں میں اضافہ ہوا ہے، چنانچہ مجلس عاملہ ان تینوں صوبوں کی حکومتوں سے پرزور مطالبہ کرتی ہے کہ وہ جلد از جلد قوانین کو منسوخ Repeal کرنے کی کارروائی کریں۔ (اجلاس مجلس عاملہ بورڈ ۲۸ رمئی ۲۰۰۰ء دفتر بورڈ نئی دہلی)

- اسلامی تصور کے مطابق مسجدیں اللہ کا گھر ہیں اور وہ قیامت تک کے لئے مسجدیں ہی ہیں، نہ ان کی حیثیت بدلی جاسکتی ہے اور نہ ان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہے، اسی لئے حکومت ہند اور خاص کر حکومت مدھیہ پردیش پر یہ بات واضح کی جاتی ہے کہ سڑک کی توسیع کے نام پر مسجد یا اس کے کچھ حصہ کو منہدم کردینا قطعاً ناقابل قبول اور مسلمانوں کی مذہبی مقدسات کی کھلی ہوئی بے احترامی ہے، اس لئے حکومت ایسے اقدامات سے باز رہے، نیز سڑکوں اور پلوں کو اس طرح ڈیزائن کرے کہ مسجدیں اپنی جگہ قائم رہیں اور ان کا کوئی حصہ متاثر نہ ہو، وقف بورڈ کو بھی چاہئے کہ وہ مسجدوں کے تحفظ کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داری پوری کرے اور مسلمانوں کا بھی فریضہ ہے کہ وہ آئین کے دائرہ میں رہتے ہوئے پُرامن طور پر حکومت کی طرف سے ہونے والی ایسی کوششوں کو روکنے کی جدوجہد کرے۔ (۲۳ رواں اجلاس عام بورڈ ۲۲ رتا ۲۴ رمارچ ۲۰۱۳ء، اجین)

دہشت گردی

- آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا یہ اجلاس بے قصور مسلم نوجوانوں کی محض شبہ کی بنیاد پر گرفتاری، ایذارسانی کے حکومتوں اور پولس کے رویہ کی سخت مذمت کرتا ہے اور اس بات کو ملک کے جمہوری کردار اور عدل وانصاف کی قدروں کی پامالی قرار دیتا ہے کہ ملک کی کئی ریاستوں میں مسلم نوجوان برسوں سے جیلوں میں قید ہیں جن کے خلاف نہ کوئی معتبر شہادت ہے اور نہ ہی چارج شیٹ داخل کی گئی ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا یہ اجلاس ایسے تمام مسلمانوں کی فی الفور رہائی کا مطالبہ کرتا ہے اور ان کے بارے میں جن کے خلاف چارج شیٹ زیر تیاری ہے مطالبہ کرتا ہے کہ بلا تاخیر چارج شیٹ عدالتوں میں داخل کرکے ان کے خلاف مقدمات کو جلد از جلد فیصل کروایا جائے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا یہ اجلاس ان مسلمانوں کے بارے میں جنہیں تفتیشی اداروں یا عدالتوں نے بے قصور پاکر رہا کردیا ہے مطالبہ کرتا ہے کہ ان بے قصوروں کی بے وجہ ایذارسانی اور قید کے لئے، جس کی وجہ سے ان کی زندگی کے قیمتی برس برباد ہونے کے علاوہ مستقبل بھی تاریک بن گیا ہے حکومتیں اتنا معقول معاوضہ ادا کریں کہ وہ باعزت زندگی گزار سکیں جو کم سے کم ۲۵ رلاکھ روپے ہو۔

علاوہ ازیں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ حکومتوں سے یہ بھی مطالبہ کرتا ہے کہ ان عہدیداران پولس کے خلاف سخت تادیبی کارروائی کی جائے جنہوں نے ان بے قصوروں کو جھوٹے الزامات میں ماخوذ کرکے اذیتوں اور قید و بند کی تکلیفوں میں انہیں مبتلا کیا۔ (۲۳ رواں اجلاس عام بورڈ ۲۲ رتا ۲۴ رمارچ ۲۰۱۳ء، اجین)

فرقہ وارانہ ہم آہنگی

- فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے تحفظ اور دستور ہند کی بنیادی خصوصیات، جمہوریت اور سیکولرزم کی بقا کی جدوجہد کو منظم طور پر ملک میں آگے بڑھانے کے لئے پورے ملک کے عوام سے براہ راست اور ہر ممکن طریقے سے رابطہ قائم کرنے کے لئے ملک کے طول وعرض میں ایک تحریک چلائی جائے جس کے ذریعہ اس کی کوشش کی جائے کہ عوام میں شعور بیدار ہو اور اجودھیا کے مسئلہ کی آڑ میں حقیر سی سیاسی مفادات کے تحت نفرت کے تازہ ترین پروپیگنڈہ سے گمراہ نہ ہوں، اور ملک کی سالمیت اور سیکولرزم، جمہوریت اور قانون کی حکمرانی کو درپیش خطروں کے ان مسائل سے آگاہ ہوں جو ہر محب وطن شہری کی توجہ کے اصل مرکز ہونے چاہئیں، نیز ہندوستان میں رہنے والی تمام سماجی ومذہبی برائیوں میں بھائی چارگی، انسانیت اور برابری کا پیغام پھیلے۔ (اجلاس مجلس عاملہ بورڈ ۲۱ رجنوری ۲۰۰۱ء انڈیا انٹرنیشنل سینٹر، نئی دہلی)

ائمہ مساجد

- آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۸ رجون ۹۵ء بمقام دہلی، ائمہ مساجد کے لئے سرکاری تنخواہوں کے مسئلہ میں تازہ صورتحال کا جائزہ لیا، یہ اجلاس بورڈ کے اجلاس جے پور میں اختیار کردہ موقف پر قائم ہے کہ ائمہ کو سرکاری تنخواہ یافتہ ملازم کی حیثیت دینا نہ صرف ائمہ مساجد کی دینی حیثیت اور ان کے مسلم معاشرہ میں پروقار درجہ کو مجروح کرے گا، بلکہ مساجد کے اندرونی نظم میں سرکاری مداخلت کا دروازہ کھولے گا، بورڈ کا یہ اجلاس اس موقع پر متولیان و منتظمین مساجد کو بھی مخاطب کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ ائمہ مساجد کی کفالت وخدمت جو کی جاتی ہے اور جو وظیفہ انھیں دیا جاتا ہے وہ بہت کم ہے، اور ان کی معاشی ضرورت کو مناسب طور پر پورا کرنے سے غفلت برتی جاتی ہے،

متولیان و منتظمین مساجد اپنے وسائل کو سامنے رکھتے ہوئے ترجیحی بنیادوں پر ائمہ کی بہتر سے بہتر کفالت کا انتظام کریں، یہ اجلاس حضرات ائمہ مساجد سے ایک مرتبہ اور اپیل کرتا ہے کہ ان کی حیثیت سرکاری نوکر اور ملازم کی نہیں ہے، بلکہ قوم کے مقتدیٰ کی ہے، وہ اس حقیقت کو پہچانتے ہوئے ایسی کسی بھی پیش کش کو غیرت ایمانی کے ساتھ رد کردیں جو ان کی اور مساجد کی حیثیت کو متاثر کرے۔ (اجلاس مجلس عاملہ بورڈ ۱۸ر جون ۱۹۹۵ء مرکزی دفتر بورڈ، نئی دہلی)

مدارس

● وقفہ وقفہ سے حکومت کے ذرائع اور پولیس وانٹلی جنس کے حوالوں سے ایسی خبریں ذرائع ابلاغ میں شائع ہوتی ہیں، جن سے دینی مدارس کا کردار متاثر ہوتا ہے اور یہ بے بنیاد الزام عائد کیا جاتا ہے کہ دینی مدارس دہشت گردی کی تربیت کے مراکز اور دہشت گردوں کی پناہ گاہیں ہیں۔ آج تک ہندوستان کے وسیع وعریض علاقہ میں ایک بھی دینی مدرسہ کی نشان دہی دہشت گردی کے مرکز کے طور پر نہ مرکزی، نہ ریاستی حکومتیں کرسکیں اور نہ ہی پولیس اور انٹلی جنس کے ادارے کرسکے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس منعقدہ ۲۹ر فروری ۲۰۰۸ء کولکاتا اس شر انگیز مہم کو تشویش کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس بات کی مذمت کرتا ہے کہ بلا کسی مواد وثبوت کے دینی مدارس کو بدنام کرنے کی مہم حکومتوں کی اعلیٰ سطح سے چل رہی ہے۔ مجلس عاملہ کا یہ احساس ہے کہ دینی مدارس کو مطعون کرنے کی اس مہم کی اساس اس گروپ آف منسٹرس کی رپورٹ ہے جو N.D.A. حکومت کے دوران اس وقت کے مرکزی وزیر داخلہ کی سرکردگی میں تشکیل دیا گیا تھا جس میں بغیر کسی ثبوت کے دہشت گردی کا الزام دینی مدارس پر لگایا گیا۔ وزیر داخلہ نے خود پارلیامنٹ میں اس وقت ایک سوال کے جواب میں یہ کہا تھا کہ کسی دینی مدرسہ میں دہشت گردی کی تربیت یا دہشت گردوں کو پناہ دینے کے بارے میں کوئی اطلاع حکومت کے پاس نہیں ہے۔ ایسی صورت میں یہ اجلاس حکومت ہند سے مطالبہ کرتا ہے کہ داخلی سلامتی پر غور کے وقت گروپ آف منسٹرس کی اس رپورٹ کو زیر غور نہ لایا جائے کیوں کہ بغیر کسی ثبوت کے کسی خاص ایجنڈا کے تحت اس رپورٹ میں دینی مدارس پر بے بنیاد الزامات عائد کئے گئے ہیں۔ بورڈ کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتوں سے یہ مطالبہ بھی کرتا ہے کہ وہ پولیس اور انٹلی جنس کے محکموں کو یہ ہدایت جاری کرے کہ اگر کوئی بات یا کوئی امر کسی مدرسہ سے دریافت طلب ہو تو وہ دن کے اوقات میں مدرسہ کے ذمہ داروں سے مل کر یہ تفصیلات حاصل کریں۔ رات کے اوقات میں پولیس کا مدرسوں پر پہونچنے کا مقصد صرف طلبہ کو حراساں اور مدرسوں کو بدنام کرنا معلوم ہوتا ہے۔

مجلس عاملہ کا یہ اجلاس یہ بھی مطالبہ کرتا ہے کہ حکومتیں پولیس اور انٹلی جنس اداروں کو سختی کے ساتھ یہ ہدایات جاری کرے کہ وہ اس وقت تک میڈیا سے کچھ نہ کہیں جب تک کہ بادی النظر میں کوئی ثبوت کسی کے خلاف انگلی اٹھانے کے لیے مل نہیں جاتا۔ یہ اجلاس اپنے اس احساس کا اظہار کرنا بھی ضروری سمجھتا ہے کہ دہشت گردی کا نام لے کر مسلمانوں کو اور دینی مدارس کو مورد الزام قرار دینے کی جو مہم چل رہی ہے اس کے پیچھے ان عناصر کی کارفرمائی ہے جو ملک کی جمہوریت اور تہذیبی کثرت کو ختم کرکے ایک خاص فرقہ کی سامراجیت ملک میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔

یہ اجلاس دینی مدارس کے ذمہ داروں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اس شر انگیز مہم سے متاثر ہوئے بغیر اپنے کام کو جاری رکھیں اور اس بات کو بھی پیش نظر رکھیں کہ ان کا کام نوخیز نسل کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنے اور ان میں مضبوط کردار اور اعلیٰ اخلاق پیدا کرنے اور ملت اسلامیہ کو دینی مسائل ومعاملات میں رہنمائی کرنے والے افراد فراہم کرنے کے ساتھ ماحول اور بالخصوص برادران وطن کو دین کی دعوت دینا ہے، اس سمت میں دینی مدارس کو اپنی سرگرمیوں کو تیز کرنا چاہئے تاکہ ایک طرف دعوت دین کا فریضہ ادا ہو اور دوسری طرف اغیار بالخصوص اسلام دشمن عناصر کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غلط بیانیوں کے ذریعہ بغض وعناد پیدا کرنے کی سازش کو ناکام بنایا جائے۔

اجلاس نے اپنے اس فیصلہ کا اعادہ کیا کہ حکومت کی جانب سے کسی مرکزی مدرسہ بورڈ کی تشکیل غیر ضروری اور نامناسب ہوگی اور یہ دستور کی دفعات 26 اور 30 میں دیئے گئے بنیادی حقوق کی پامالی اور دین اسلام میں مداخلت کے مترادف ہوگا۔ تمام دینی مدارس کے ذمہ داروں سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ مرکزی مدرسہ بورڈ تشکیل کئے جانے کی صورت میں اس کی رکنیت قطعاً قبول نہ کریں اور اپنے مدرسہ کو ہر طرح کے سرکاری دباؤ سے آزاد رکھیں۔ (اجلاس مجلس عاملہ بورڈ ۲۹ر فروری ۲۰۰۸ء کولکاتا)

❁❁❁

اصلاح معاشرہ پر توجہ کی ضرورت

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ (سابق صدر بورڈ)

ملک کی جن فسطائی طاقتوں کو مسلمانوں کا مذہبی اور تہذیبی تشخص گوارا نہیں وہ اسلام اور خاص کر اسلام کے عائلی قوانین اور خواتین سے متعلق احکام کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کر رہے ہیں، اور اس کے لئے بعض خواتین تنظیموں کا استعمال بلکہ استحصال کیا جارہا ہے، اس پس منظر میں یہ بات ضروری ہے کہ ہم مسلمانوں میں شریعت کے احکام اور ان کے مقاصد کا صحیح ادراک وشعور پیدا کریں، عورتوں کے بارے میں اسلام کی فراخ دلانہ تعلیمات کو اجاگر کریں، اور قانونِ شریعت کی حکمتوں اور مصلحتوں سے ان کو واقف کرائیں، ہم انہیں بتائیں کہ طلاق کی گنجائش رکھ کر عورتوں کو تحفظ دیا گیا، تاکہ طلاق کے ذریعہ اس سے زیادہ ناخوشگوار اور تکلیف دہ واقعات کو روکا جاسکے، تفریق کا اختیار عورت کے بجائے عدالت کو دینے کا مقصد یہ ہے کہ خاندانی نظام میں استحکام باقی رہے، اور علاحدگی کے واقعات کم ہوں، مغربی ممالک جہاں طلاق کا اختیار عورتوں کے ہاتھ میں ہے وہاں طلاق کے واقعات کی کثرت ہے، اور طلاق کی شرح نکاح کی شرح سے بڑھ گئی ہے۔

ہمیں اس بات کو واضح کرنا چاہئے کہ اسلام نے یقیناً ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دی ہے، لیکن یہ عدل سے مشروط ہے، اگر کوئی شخص ایک سے زیادہ بیویوں کے درمیان عدل کی صلاحیت اپنے اندر نہیں پاتا ہو تو اسے دوسرے نکاح کی اجازت نہیں، ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء:۳) اسلام میں ایسے تعدد ازدواج کی اجازت ہے جو ضرورت اور سنجیدہ فکر پر مبنی ہو اور جس کا مقصد محض پہلی بیوی کو ایذا پہونچانا نہ ہو، اگر سماجی نقطۂ نظر سے غور کیا جائے تو بعض اوقات تعدد ازدواج خود عورت کے لئے باعث رحمت بن جاتا ہے، اور اس کے ذریعہ پہلے رشتہ نکاح کو باقی رکھنے میں مدد ملتی ہے------ غرض خصوصیت کے ساتھ اس زمانہ میں میڈیا کی جو اہمیت ہے اس کا ہمیں اعتراف کرنا چاہئے اور جدید ذرائع ابلاغ کو اس دور کی مضبوط طاقت تصور کرکے اسلام کی تعلیمات کو نہ صرف مسلمانوں تک بلکہ دیگر اہل مذاہب تک بھی پہنچانا چاہئے، اگر ہم میڈیا کو اسلام کی صحیح اور سچی تعلیمات کو پہنچانے کا ذریعہ نہیں بنائیں گے تو دشمنانِ اسلام غلط فہمیاں پیدا کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے اور اس کی ذمہ داری خود ہم پر عائد ہوگی، اس پس منظر میں نہایت ضروری ہے کہ ہم اپنی نئی نسل تک اس امانت کو پہونچائیں اور برادرانِ وطن کو بھی قانونِ شریعت کی اہمیت، افادیت اور حکمت ومصلحت سے واقف کرائیں، تاکہ منفی پروپیگنڈوں اور بہتان تراشیوں کا سدِ باب ہوسکے۔

اس بات کو بورڈ نے شروع سے پیش نظر رکھا ہے کہ اصلاح معاشرہ کو ایک تحریک کی صورت میں گاؤں گاؤں قریہ قریہ تک پہونچایا جائے، اس مہم کو تیز تر کرنے کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَافَّةً﴾ (البقرۃ:۲۰۸) اس وقت معاشرہ کے بگاڑ کا اصل سبب یہی ہے کہ ہم نے اپنی زندگی کو مختلف خانوں میں تقسیم کرلیا ہے، کچھ خانے اللہ کے لئے ہیں، اور کچھ اپنے نفس، اور سماجی رسوم وروایات کے لئے، ہماری نمازیں، ہمارے روزے، حج، زکوٰۃ اور قربانی تو رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ کے مطابق ہوتی ہیں، لیکن ہم شادی بیاہ، سماجی تعلقات، لوگوں کے حقوق اور معاملات کے باب میں خواہش نفس اور معاشرہ کی ظالمانہ اور جاہلانہ رسموں کی اتباع کرتے ہیں، اور ایسی روایات کو گلے لگاتے ہیں، جو دوسری قوموں سے مسلمانوں میں در آئی ہیں، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس امت کو اس بات سے منع فرمایا تھا کہ وہ اپنی زندگی کے مسائل میں دوسری قوموں سے تشابہ اور مماثلت اختیار کریں، اس ہدایت نبوی سے بے توجہی نے ہمیں ناقابل تلافی نقصان پہونچایا ہے، اور ہمیں ظالمانہ رسم ورواج کی زنجیروں کا اسیر بنا کر رکھ دیا ہے، جو اب کاٹے نہیں کٹتی، اس لئے ہمیں اس راہ کو چھوڑنا پڑے گا، اور خدا کی کامل ومکمل بندگی کرنی ہوگی، مسلمان کی زندگی میں خدا کے حصہ اور قیصر کے حصہ کی تقسیم نہیں، بلکہ اس کا پورا وجود اللہ کے لئے ہے ﴿إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ (الأنعام: ۱۶۲)

❁❁❁ ❁❁❁

جاہلیت کی واپسی

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (سکریٹری بورڈ)

انسان کو اپنی جان کے بعد جو چیز سب سے زیادہ محبوب ہوتی ہے، وہ اس کی اولاد ہے؛ بلکہ بہت سی دفعہ اولاد کی محبت اپنے وجود سے بھی بڑھ جاتی ہے، ایک بوڑھا شخص ـــــ زندگی بھر کی تگ ودو نے جس کی ہڈیوں کو گھلا کر رکھ دیا ہو، ـــــ اگر اس کا جواں سال بیٹا بستر مرگ پر پڑا ہو تو اس بوڑھے باپ کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ کاش کا تب تقدیر اس کا عرصۂ حیات بھی اس کے بیٹے کو دے دے؛ تاکہ وہ زندگی کی کچھ اور بہاریں دیکھ لے، یہ اتھاہ محبت، یہ بے غرض تعلق، یہ دل کی گہرائیوں میں رچا اور بسا ہوا بے پناہ جذبۂ محبت خدا کا عطیہ اور فطرت انسانی کا حصہ ہے، لیکن جب انسان کا رشتہ خدا سے ٹوٹ جاتا ہے، وہ اپنے خالق و مالک سے منہ موڑ لیتا ہے، اس میں خدا کے سامنے جواب دہی کا احساس باقی نہیں رہتا، تو وہ فطرت سے بغاوت پر اتر آتا ہے، فطرت اسے آواز دیتی رہتی ہے کہ وہ اسے سنے؛ لیکن اس کے کان بہرے ہو جاتے ہیں، فطرت کے تقاضے مجسم ہو کر اس کے سامنے آتے ہیں کہ وہ اسے دیکھے؛ لیکن دل کی آنکھیں بے نور ہو چکی ہوتی ہیں:

﴿لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم أعين لا يُبصرون بها ولهم آذان لا يسمعون بها﴾ (الاعراف:۱۷۹)

پھر تو یہ باغی انسان ایسے ایسے افعال کا ارتکاب کر گزرتا ہے کہ دماغ کے لیے اس کا تصور بھی دشوار ہے۔

ایسی ہی باتوں میں ایک اولاد کا قتل ہے، بھلا یہ بات سوچی جا سکتی ہے کہ جن ہاتھوں نے سنبھال کر اور اپنا خونِ جگر پلا پلا کر کلیوں کو غنچہ اور غنچہ کو پھول بنایا ہو، وہی اسے بے دردی سے مسل کر رکھ دے گا؟ لیکن جب انسان خدا سے بے خود ہو جاتا ہے، تو وہ اس حرکت کا بھی مرتکب ہوتا ہے، مختلف علاقوں اور مختلف مذاہب کے نام لیواؤں میں اولاد کی قربانی کا تصور رہا ہے، اس ترقی یافتہ دور میں بھی گاہے گاہے دیوتاؤں اور دیویوں کی خوشنودی کے لیے جگر کے ٹکڑوں کو قربان کرنے کی خبریں پڑھنے کو ملتی رہتی ہیں، روم جس کو قانون سازی کے باب میں مغرب قبلہ و کعبہ سمجھتا رہا ہے، وہاں قانونی طور پر باپ کے لیے اپنی اولاد کو قتل کی اجازت تھی، رسول اللہ ﷺ جب حجاز میں تشریف لائے، تو جہاں صحرائے عرب کا دامن طرح طرح کے مظالم سے آلودہ تھا، وہیں اولاد کشی کی رسم بھی اس خطہ میں موجود تھی، بیٹوں کو بھی قتل کر دیا جاتا تھا، زیادہ تر اس کا محرک معاشی بدحالی ہوتی تھی؛ اسی لیے قرآن مجید میں دو موقعوں پر بہت ہی وضاحت کے ساتھ حکم دیا گیا کہ فاقہ کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، (الانعام:۱۵۲، ۳۱) جو خدا تمہاری روزی روٹی کا سامان مہیا کرتا ہے وہی ان کے لیے بھی نظم کرے گا:

﴿نحن نرزقكم وإياهم﴾ (الانعام:۱۵۱)

لیکن خاص طور پر لڑکیاں اس کا نشانہ بنتی تھیں اور زندہ در گور کی جاتی تھیں، اس کا ایک سبب معاشی بدحالی بھی تھا؛ لیکن دوسرا سبب غیرت و حمیت تھا، اسلام سے پہلے جنگ کا کوئی باضابطہ قانون نہیں تھا، جب کوئی قوم شکست کھاتی تو اس قوم کی لڑکیاں اور خواتین دشمن کے مال کی طرح لوٹ لی جاتیں، بعض دفعہ تو ایسا ہوتا کہ عین میدان جنگ میں ان کے عزیزوں کے سامنے ان کی آبروریزی کی جاتی؛ تاکہ دشمنوں کی نخوت کو مجروح کیا جائے، وہ زیادہ سے زیادہ ذلیل و رسوا ہوں، شعراء ایسے واقعات کو بطور فخر کے اشعار میں کہتے اور اس کو اپنی بہادری کی ایک مثال کے طور پر پیش کرتے، بعض عرب رؤساء کا حال یہ تھا کہ جب ان کے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی تو انہوں نے گھر میں رہنا چھوڑ دیا، گویا کسی کے گھر میں بیٹی کا پیدا ہونا ایک ایسی شرم و عار کی بات تھی جو اسے عرق ندامت میں ڈوبا کر رکھ دیتی تھی، قرآن مجید نے

بڑی خوبصورتی سے اس کیفیت کا نقشہ کھینچا ہے:

''جب ان میں کسی کو لڑکی کی پیدا ہونے کی خوش خبری دی جاتی ہے، تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غصہ کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے، وہ اس بری خبر کے رنج سے قوم سے چھپتا پھرتا ہے کہ وہ ذلت کے ساتھ اُسے قبول کر لے، یا اسے مٹی میں چھپا دے''۔ (النحل:۷)

عرب کا ایک قبیلہ بنوتمیم اس بیماری میں زیادہ مبتلا تھا، اس کے سردار قیس بن عاصم نے خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بارہ یا تیرہ لڑکیوں کو دفن کرنے کا اعتراف کیا، آپ ﷺ نے ان کے بدلے اتنے ہی جانور صدقہ کرنے کا حکم فرمایا، (دیکھئے: تفسیر ابن کثیر:۴/۴۷۸، سورۂ تکویر) ایک صحابیؓ نے خدمت اقدس میں آ کر اپنی ایک لڑکی کو زندہ دفن کرنے کا واقعہ ذکر کیا، یہ ایسا دردناک واقعہ تھا کہ ریش مبارک تر ہوگئی، پھر ارشاد فرمایا کہ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے زمانۂ جاہلیت کے گناہ معاف ہو گئے، اب نئے سرے سے اچھے عمل کرو، (سیرۃ النبی:۴/۳۹۹) حیرت کی بات یہ ہے کہ مائیں جن کی ممتا مشہور ہے، وہ بھی بعض اوقات اس بے رحمی میں شریک ہوتی تھیں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ بعض عورتیں حمل ظاہر ہونے کے بعد ہی ایک گڑھا کھود لیتی تھیں اور جب ولادت کا وقت ہوتا، تو اسی گڑھے کے پاس آ جاتیں، اگر لڑکی پیدا ہوئی تو گڑھے میں ڈال دیتیں اور اس کو مٹی سے برابر کر دیتیں، اور لڑکا پیدا ہوتا تو اسے باقی رکھتیں، (الجامع لأحکام القرآن:۱۹/۲۳۳) قرآن مجید میں ایسے ظالم ماں باپ کا قیامت میں جو حال ہوگا، اس کا بڑا ہی مؤثر نقشہ کھینچا گیا ہے، خدا کی عدالت لگی ہوئی ہے، فرشتے امر خداوندی کی تعمیل کے لیے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں، انسانوں کا انبوہ اپنے نیک و بد عمل کے انجام کو سننے کے لیے خوف و ہراس کی حالت میں ہے، کہ کچھ معصوم کلیاں عدالت خداوندی میں پہنچتی ہیں، انہوں نے جوانی کی بہار تک نہیں دیکھی ہے، گناہ کرنا تو کیا معنی، گناہوں کی حسرت سے بھی نابلد ہیں؛ لیکن انہیں خود ان کے ماں باپ نے زندہ دفن کر دیا تھا، خدا ان کے والدین کی طرف نظر بھی نہیں اٹھائے گا کہ یہ نگاہ لطف و رحمت کے تو کیا مستحق ہوں گے، نگاہ غیظ و غضب کی توجہ سے بھی فروتر ہیں، اس لیے انہیں بچیوں سے سوال ہوگا، اے معصوم کلیو! تمہیں کس جرم میں دفن کر دیا گیا تھا؟ (سورۂ تکویر:۸) قرآن مجید نے اس جرم کی پاداش کا ایسا نقشہ کھینچا ہے کہ پتھر کے دل بھی پگھل جائیں۔

گو عرب میں اکثر شریف لوگ ایسی حرکت نہیں کرتے تھے اور بعض ایسے نیک دل بھی تھے جو والدین سے ان کی لڑکیوں کو خرید لیتے اور محبت کے ساتھ ان کی پرورش کرتے تھے، جیسے مشہور شاعر فرزدق کے چچا صعصعہ بن ناجیہ، (تفسیر قرطبی:۱۰/۱۱۷) اور زید بن عمرو بن نفیل، (بخاری، حدیث زید بن عمرو بن نفیل، حدیث نمبر:۳۸۲۸) لیکن یہ معمولی کوششیں اس ظلم و زیادتی کو روکنے کے لیے ناکافی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے بار بار اپنے خطبات میں اس بے رحمانہ فعل کی مذمت فرمائی، عورتوں سے بیعت لیتے ہوئے اس گناہ سے توبہ کرایا اور لڑکیوں کی پرورش کی فضیلت بیان فرمائی اور اسے لوگوں کے ذہن میں بٹھایا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے دو لڑکیوں کی ان کے بالغ ہونے تک پرورش کی، وہ اور میں قیامت کے دن اس طرح قریب ہوں گے، جیسے یہ دونوں انگلیاں، آپ ﷺ نے انگلیوں کو ملا کر اشارہ سے سمجھایا'' (مسلم، حدیث نمبر:۲۶۳۱)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے آپ ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ:

''جس کو اللہ نے لڑکی دی، اس نے اسے نہ دفن کیا، نہ ذلیل سمجھا اور نہ اپنے بیٹوں کو اس پر ترجیح دی تو اللہ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے''

(ابوداؤد، حدیث نمبر:۵۱۴۶)

ان تعلیمات کا اثر تھا کہ یا تو لوگ خود اپنی جگر گوشہ کو دفن کر دیتے تھے یا یتیم لڑکیوں کی پرورش کے لیے ایسی مسابقت پیدا ہونے لگی کہ حضور ﷺ کو حضرت امامہ بنت حمزہؓ کے حق پرورش کے سلسلہ میں فیصلہ کرنا پڑا۔

آپ ﷺ نے اس جاہلیت کو ختم فرمایا اور بیٹیوں سے محبت کرنا سکھایا، مگر افسوس کہ جاہلیت دبے پاؤں نہیں؟ بلکہ بابانگ دہل واپس ہو رہی ہے، ابھی دو ہفتہ پہلے حیدرآباد کے قریبی شہر محبوب نگر میں ایک مسلمان خاتون نے اپنے والد اور شوہر کی مدد سے اپنی نومولود لڑکی کو دفن کرنے کی کوشش کی؛ بلکہ اپنی دانست میں دفن کر دیا؛ لیکن ''جسے خدا رکھے اسے کون چکھے'' کے

مصداق مدفون لڑکی کے حرکت کرتے ہوئے ہاتھ پر بعض گذرنے والے کی نظر پڑگئی اور وہ بچالی گئی، غور کیجئے! کیسا مقام افسوس ہے کہ جس نبی نے دفن ہونے والی بچیوں کی جانیں بچائیں، اسی سے غلامی کی نسبت رکھنے والے اس جاہلیت کو زندہ کررہے ہیں اور صرف اسی واقعہ پر نہ جائیے، پوری دنیا میں مردوں اور عورتوں کے تناسب کا جائزہ لیجئے، قدرتی طور پر لڑکیوں کی پیدائش تقریباً لڑکوں کے برابر ہوتی ہے، اگر اس عددی تناسب میں فرق ہوتا ہے تو وہ بہت معمولی ہوتا ہے؛ لیکن ادھر یہ تفاوت افسوس ناک حد تک بڑھتا جارہا ہے، مغربی ممالک میں بھی اور مشرقی ملکوں میں بھی، چین میں تو یہ صورت حال ہے کہ بعض علاقوں میں عورتوں کی تعداد مردوں سے ایک تہائی سے بھی زیادہ کم ہوگئی ہے، ہندوستان میں بھی اس رجحان میں بہت تیزی سے اضافہ ہورہا ہے، پنجاب میں ایک ہزار لڑکوں پر تقریباً آٹھ سو سے کچھ زیادہ لڑکیاں ہیں، یہ کسی بھی انسانی معاشرہ کے لیے انتہائی نقصان دہ اور افسوس ناک ہے اور اس سے جو اخلاقی بگاڑ پیدا ہوگا، وہ ظاہر ہے، جب سے قبل از وقت ولادت زیر حمل بچہ کی جنس سے واقف ہوجانے کے ذرائع پیدا ہوگئے ہیں، ماں کے پیٹ ہی میں لڑکیوں کو موت کی نیند سلادینے کا رجحان بڑھتا جارہا ہے۔

اس کے دو بنیادی محرکات ہیں، ایک تو نکاح کے بڑھتے ہوئے اخراجات، جس کی وجہ سے لڑکیاں غریب والدین کے لیے بوجھ بن گئی ہیں، ہندوستان میں اس ظلم کا محرک زیادہ تر یہی ہے، دوسرے فیملی پلاننگ، بعض ملکوں میں قانونی طور پر ایک یا دو سے زیادہ بچے پیدا نہیں کیے جاسکتے، بہت سے ملکوں میں اس طرح کا قانون تو نہیں ہے؛ لیکن ترغیب و تحریص اور ذرائع ابلاغ کی تشہیری مہم کے ذریعہ لوگوں کو اس کا قائل کردیا گیا ہے، جو لوگ صرف ایک یا دو بچے چاہتے ہیں، ان کی خواہش ہوتی ہے کہ انہیں بیٹا ہو؛ تاکہ اس کے ذریعہ اس کے خاندان کا سلسلہ جاری رہے، اس لیے جہیز کی وبا، شادی میں ہونے والی فضول خرچی اور فیملی پلاننگ کا بڑھتا ہوا رجحان دنیا کو پھر جاہلیت کی طرف لے جارہا ہے، مسلمان جو ایک داعی امت ہیں، سوچیں کہ ان حالات میں ان کی کیا ذمہ داری ہے؟

۞۞۞

بقیہ: اولاد کی تربیت میں ماں کا کردار

ان واقعات سے آپ نے بخوبی اندازہ لگالیا ہوگا کہ اولاد کی تربیت میں ماں کا کردار کتنا اہم ہے؟ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کا مشہور واقعہ محتاج بیان نہیں ہے کہ انہوں نے کس طرح بچپن میں ماں کی ہدایت کے مطابق ڈاکوؤں کے سردار کے سامنے سچ بولا تو ڈاکوؤں کا سردار اتنا شرمندہ ہوا کہ یہ ننھا سا بچہ اپنی ماں کا اتنا فرمانبردار ہے اور میں اتنا بڑا ہوکر اپنے مالک کا نافرمان ہوں؟ اسے اتنی ندامت ہوئی کہ وہ اور اس کا پورا قافلہ سب نے چوری ڈکیتی سے توبہ کی اور مخلص مومن بن گئے، گویا ان سب کے راسخ العقیدہ مسلمان بننے کا اصل محرک حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی والدہ محترمہ کی پرخلوص نصیحت اور اسلامی رنگ میں رنگی ہوئی بچے کی تربیت تھی۔ (اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ۔ ص:۹۰)

تاریخ کی عظیم شخصیتوں کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ بہت سی عظیم ہستیوں کو مقام سربلندی ماں کی بہترین تربیت کے نتیجہ میں حاصل ہوا۔

ایک ننھا سعودی بچہ کا حیرت انگیز جواب بھی پڑھنے کے لائق ہے، ٹیچر نے ایک دن کلاس اول کے طلبہ سے پوچھا: تم کیا بننا چاہتے ہو؟ سب نے جواب دیا: پائلٹ، ڈاکٹر، پولیس، لیکن ان میں سے ایک طالب علم نے بالکل اچھوتا اور حیرت انگیز جواب دیا: کہا میری خواہش ہے کہ میں صحابی بنوں! ٹیچر نے تعجب سے پوچھا: تم کیوں صحابی بننا چاہتے ہو؟ اس ننھے سے لڑکے نے جواب دیا: میری ماں ہر روز سونے سے پہلے کسی نہ کسی صحابی کا قصہ بیان کرتی ہیں۔ صحابہ اللہ سے محبت کرنے والے بڑے جانباز بہادر جرنیل تھے۔ میری تمنا ہے کہ ان کے جیسا بنوں ٹیچر بچے کے اس جواب پر خاموش ہوگئے اور اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا: یقیناً اس بچہ کے پیچھے ایک عظیم ماں ہے! اسی لیے تو اس کے مقاصد بھی عظیم ہیں۔ (حوالہ پیام توحید نئی دہلی ماہ جون ۲۰۱۳ء)

اس لئے ہر ماں کو سو بار یہ سوچنا چاہئے کہ وہ اپنے بچے کے سامنے کیا کردار پیش کرتی ہیں؟؟

۞۞۞

سماجی استحصال سے تحفظ - تعلیمات رسول کی روشنی میں

مولانا رضوان احمد ندوی (سب ایڈیٹر ہفتہ وار نقیب پٹنہ)

تاریخ عالم شاہد ہے کہ بعثت محمدیؐ کے وقت دنیا طبقاتی کشمکش میں مبتلا تھی، ہر طرف سماجی برائیاں اور وبائیں پھیلی ہوئی تھیں، خاندان اور قبیلوں کے درمیان ذات پات کی تفریق اور نسلی امتیازات کی مصنوعی اونچی اونچی دیواریں کھڑی تھیں، عورتوں اور غلاموں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا جاتا تھا یہ ناہمواری صرف قوموں کی سطح پر نہیں بلکہ ہر معاشرہ اور ہر قسم کے سماج میں اس کا زہر پھیل چکا تھا ــــــ اگر آج کی سماجی گراوٹ کا موازنہ کیا جائے تو بیشک اس وقت کی دنیا کی بھی یہی صورت حال ہے صرف شکلیں بدلی ہوئی ہیں۔ پہلے بیٹیوں کو زندہ درگور کردیا جاتا تھا اور اب مادر رحم میں وجود میں آنے سے پہلے ہی مار دیا جاتا ہے۔ عرب قوم چالیس سال تک قبائلی جنگ میں باہم ایک دوسرے کے آزار ہوئے آج صلیبی جنگوں کے انتقام کی آگ صدیاں گذرنے کے بعد بھی ٹھنڈی نہیں ہوئی ہے۔ اس عہد میں سماج کے کمزور اور پسماندہ طبقات ذلت وحقارت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، آج بھی دنیا طبقہ واریت کے نظام میں جکڑی ہوئی ہے۔

تن ہمہ داغ داغ شد
پنبہ کجا کجا نہم

پیغمبر اسلام نے اپنے کردار و عمل سے جس طرح تاریخ کے دھارے کو موڑ دیا، دم توڑتی اور جاں بلب انسانیت کو نئی توانائی عطا کی وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے اور نبوت محمد کا چراغ آج بھی اس تاریکی کو روشنی سے بدل سکتا ہے۔ جب محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر نبوت کا تاج رکھا گیا تو آپؐ نے انسانی تقدس وعظمت کو بڑھایا اور اعلان فرمایا الخلق عيال الله فاحب الخلق الى الله من احسن الى عياله مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اللہ کے نزدیک مخلوق میں سب سے پسندیدہ وہ شخص ہے جو اللہ کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے آپؐ نے سماج کے ہر طبقہ کے حقوق وفرائض بیان کئے، مزدوروں اور غریبوں کی حمایت فرمائی، یتیموں کی دستگیری کی اور ان کے ساتھ ہمدردی وغمگساری کو دینی واخلاقی بلکہ انسانی فریضہ قرار دیا کہ اگر کوئی شخص کسی یتیم کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرے تو تمام سر کے بالوں کے برابر اسے ثواب ملے گا۔ آپؐ نے سماج کے غریبوں، ناداروں، معذوروں اور بیواؤں کے ساتھ رحم دلی و دلجوئی کرنے اور انتہائی انکساری برتنے کی تعلیم دی ایک دفعہ آپؐ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے عائشہ غریبوں کو کبھی انکار مت کرو چاہے آدھی کھجور ہی دیدو، غریبوں سے محبت کرو اور ان کی قربت تلاش کرو تا کہ قیامت کے دن تمہیں اللہ تعالی اپنے قریب کرے۔ (ترمذی)

آپؐ نے ہمسائیوں کے حقوق کی پاسداری کی اور فرمایا کہ وہ شخص مومن نہیں جو خود تو شکم سیر ہو کر کھائے اور اس کا ہمسایہ بھوکا رہے۔ پڑوسیوں کے حقوق کی اس قدر اہمیت بتلائی کہ جس کے ہمسایہ اس کے شر سے محفوظ نہیں وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ عہد رسالت میں قیدیوں، اور غلاموں کے ساتھ ظلم و بربریت کا سا برتاؤ کیا جاتا تھا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی قیدیوں کے ساتھ حسن معاشرت کی تعلیم دی اور غلاموں کو غلامی کی زنجیر سے آزاد کرایا، حضرت بلال حبشیؓ جو اسلام قبول کرنے سے پہلے غلام تھے اور معاشرے کے ایک نہایت کمزور فرد کہے جاتے تھے جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے انہیں خرید کر آزاد کیا تو وہ تمام مؤذنوں کے سردار بنائے گئے اور پھر اسلامی سوسائٹی میں ایسے اونچے مقام پر فائز ہوئے کہ عرب کے باعزت گھرانوں سے رشتہ کی پیش کش ہونے لگی۔

تیرے دربار میں آئے تو سبھی ایک ہوئے

دور جاہلیت میں دختر کشی کی رسم سے انسانی معاشرے کی چولیں ہل چکی تھیں، شقی وسنگ دل باپ بچیوں کو بے رحمانہ طریقے سے زندہ دفن کر دیتے تھے لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو عزت وشرف کا مستحق قرار دیا تو وہی عرب نسل کے افراد اب پرائی بچیوں کو پالنے کی تمنا کرنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سالہ دور نبوت میں ایک ایسا مثالی معاشرہ تشکیل دیا جہاں ہر شخص امن وعافیت کی دولت سے مالا مال ہوا، انسانی اخوت ومحبت

اور مساوات کو فروغ حاصل ہوا اور جہاں جہاں مسلمان ان قدروں کے ساتھ گئے وہاں کی دنیا ہی بدل گئی اور آج بھی اگر دنیا پیغمبرانہ دعوت پر عمل پیرا ہو جائے تو دنیا امن وسکون کا گہوارہ بن جائے گی، اگر ہر سوسائٹی کے سربرآوردہ لوگ پسماندہ طبقہ کی حاجت روائی کو مدنظر رکھیں تو ایسے سماج پر خدا کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوگا، اس کو ایک تمثیل کے انداز میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا جو ہماری سوسائٹی کا آئینہ دار ہے، بخاری شریف کی حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حدود اللہ کی حفاظت کرنے اور اسکی مخالفت کرنے والے کی مثال ایک گروہ کی سی ہے جس کے افراد ایک کشتی میں اپنی جگہیں قرعہ اندازی سے بنالیں کچھ لوگ اس کے اونچے والے حصے میں تھے اور کچھ لوگ اس کے نچلے حصے میں، نچلے حصے والے جب پانی لینا چاہتے تو اوپر کے حصے میں آکر پانی لیتے، نچلے حصے والوں نے کہا کہ اگر ہم اپنی جگہ کے نچلے حصے میں ایک سوراخ کر دیں تو اوپر والوں کو بار بار ایذا پہونچانے سے بچ جائیں گے اب اوپر والے اگر ان کو ایسا کرنے دیں تو سب ڈوب جائیں گے اور اگر ان کو روک دیں تو دونوں بچ جائیں گے۔ اس طرز تمثیل و تعبیر میں انسانیت کے لئے بہت بڑا سبق یہ ہے کہ اگر صاحب ثروت طبقہ محروم طبقہ کی ضروریات زندگی فراہم نہیں کرتا تو انسانیت کی کشتی سلامت نہیں رہ سکتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کی جو نعمت عطا کی ہے اس میں سماج کے بے سہارا لوگوں کا حصہ رکھا ہے ایک حدیث میں فرمایا گیا انتم ترزقون فی ضعفائکم...... اس تمثیل کی عملی تطبیق ہر دور میں دیکھی جاسکتی ہے گویا پیغمبر اسلامؐ نے دنیا میں جینے کا سب کو برابر کا حق دیا ہے، بادشاہوں اور مالداروں سے کہا گیا کہ وہ اپنی رعایا اور حاجت مند افراد کے حقوق کو ادا کریں، غریبوں کی خبر گیری رکھیں، اس کے بغیر سماجی زندگی کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس بندہ کو اللہ تعالیٰ کی رعیت کی نگہبانی سپرد کرے اور وہ بھلائی و خیر خواہی کے ساتھ نگہبانی نہ کرے وہ بہشت کی بو نہ پائے گا۔ اسی لئے رہبر انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنے تاریخی خطبہ میں سماجی زندگی کو مستحکم و مضبوط بنانے پر کافی زور دیا، جس میں آپؐ نے فرمایا کہ لوگو! ناحق کسی کا خون کرنا اور ناجائز طریقے پر کسی کا مال لینا تمہارے واسطے ہمیشہ ہمیش کے لئے حرام ہے بالکل اسی طرح جس طرح آج عرفہ کے دن، ذی الحجہ کے اس مبارک مہینہ میں اپنے اس مقدس شہر میں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان عرفات میں جو جامع منشور بیان فرمایا انسانیت آج بھی اسی کی محتاج ہے۔ اس وقت ظلم وستم کا ایک عالمگیر پہلو یہ تھا کہ اگر خاندان میں کسی ایک شخص سے کوئی گناہ سرزد ہوتا تو اس خاندان کا ہر شخص اس جرم کا قانونی مجرم سمجھا جاتا تھا، اور اکثر اصلی مجرم کے روپوش یا فرار ہو جانے کی صورت میں بادشاہ کا اس خاندان میں سے جس پر قابو چلتا تھا اس کو سزا دیتا تھا۔ باپ کے جرم میں بیٹے کو سولی دی جاتی تھی، اور بیٹے کے جرم کا خمیازہ باپ کو اٹھانا پڑتا تھا، یہ سخت ظالمانہ قانون تھا، جو مدت سے دنیا میں حکمراں تھا، اگرچہ قرآن مجید نے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ (الزمر: ۷) کے وسیع قانون کی رو سے اس ظلم کی ہمیشہ کیلئے بیخ کنی کر دی تھی، لیکن اس وقت جب دنیا کا آخری پیغمبر ایک نیا نظام سیاست ترتیب دے رہا تھا، اس اصول کو فراموش نہیں کرسکتا تھا، آپ نے فرمایا۔

ہاں! مجرم اپنے جرم کا آپ ذمہ دار ہے، ہاں باپ کے جرم کا ذمہ دار بیٹا نہیں اور بیٹے کے جرم کا جواب دہ باپ نہیں۔ (ابن ماجہ وترمذی)

عرب کی بدامنی اور نظام ملک کی بے ترتیبی کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ ہر شخص اپنی خداوندی کا آپ مدعی تھا، اور دوسرے کی ماتحتی اور فرمانبرداری کو اپنے لیے ننگ اور عار جانتا تھا، ارشاد ہوا۔

اگر کوئی حبشی بینی بریدہ غلام بھی تمہارا امیر ہو اور وہ تم کو خدا کی کتاب کے مطابق لے چلے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔ (صحیح مسلم)

ریگستان عرب کا ذرہ ذرہ اس وقت اسلام کے نور سے منور ہو چکا تھا اور خانہ کعبہ ہمیشہ کیلئے ملت ابراہیم کا مرکز بن چکا تھا، اور فتنہ پردازانہ قوتیں پامال ہو چکیں تھیں، اس بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہاں! شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا کہ اب تمہارے اس شہر میں اس کی پرستش قیامت تک نہ کی جائے گی، لیکن البتہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس کی پیروی کروگے اور وہ اس پر خوش ہوگا۔ (ابن ماجہ وترمذی)

سب سے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے فرائض اولین یاد دلائے۔

اپنے پروردگار کو پوجو، پانچوں وقت کی نماز پڑھو، مہینہ کے روزے رکھا کرو، اور میرے احکام کی اطاعت کرو، خدا کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (مسند احمد ج ۲۵۱/۵) یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا۔ الا ھل بلغت۔ (سیرۃ النبی)

اس خطبہ کی جامعیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ سماجی اعتبار سے اگر انسان اس کے ہر پہلو پر غور کرے تو کامیاب و بامراد ہوسکتا ہے۔

۞۞۞

حقوق اطفال - اسلامی نقطہ نظر سے

مولانا محمد شمشاد ندوی (استاذ جامعۃ الہدایہ، جے پور)

مستقبل کا معمار، والدین کے آنکھوں کی ٹھنڈک، عزیزوں اور رشتہ داروں کا پیارا، ہر ایک کی آنکھوں کا تارا، صفحۂ ہستی کا خوبصورت وموہنی صورت وجود، اپنے مستقبل سے غافل، اپنی چھوٹی سی دنیا میں مست ومگن اور چمن ہستی کا دلکش پھول، جسے ہم بچہ کہتے ہیں، وہ آج انسانی درندوں کے ہاتھوں مختلف قسم کے مصائب وآلام، ذلت ورسوائی سے دوچار ہے، کبھی ان کے ہاتھ پاؤں یا آنکھیں ضائع کر کے بھیک مانگنے اور اپنے ظالم آقا کی جھولی بھرنے کا سامان بنا دیا جاتا ہے تو کبھی انہیں جیب کاٹنے، چوری کرنے مال اچکنے، اسمگلنگ کرنے اور گندے کاموں میں ملوث کر دیا جاتا ہے تو کبھی ہزاروں بچوں کو اغوا کر کے ان سے سخت کام کی انجام دہی کے ساتھ ان کے جسم سے روزانہ خون نکال کر فروخت کیا جارہا ہے تو کبھی فیکٹریوں، کارخانوں، ہوٹلوں میں نہایت ہی قلیل مزدوری کے عوض ان کی طاقت سے زیادہ کام لیا جارہا ہے تو کبھی ان کو ان کے قیمتی اعضاء کی خاطر بیدردی سے قتل کیا جارہا ہے، حالانکہ چمن ہستی کے یہ نازک پھول اور مستقبل کے معمار کے ساتھ نرمی ومحبت، شفقت ومہربانی اور لاڈ و پیار کے ساتھ اس کی تعلیم وتربیت کا بہترین نظم کیا جانا چاہیے تھا، اس لیے کہ اس دنیا کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں آنے والی ہے، ان کی جتنی اچھی تعلیم وتربیت ہوگی اسی قدر دنیا میں امن وامان قائم، محبت والفت اور یکجہتی و بھائی چارگی کی فضا عام ہوگی۔

اسلام نے بچوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے، شفقت ومہربانی سے پیش آنے، ان کی اچھی تعلیم وتربیت کرنے کی امت مسلمہ کو تاکید کی ہے، اور ان کو ہر طرح کی ذمہ داریوں سے سبکدوش رکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ قوانین اسلام کا مکمل نفاذ بلوغ کے بعد ہوتا ہے، نماز، روزہ، زکوٰۃ حج اور جہاد جیسے اہم فرائض اور کسی طرح کی مالی ذمہ داری کا ان کو مکلف نہیں بنایا گیا ہے، البتہ والدین اور ان کے سرپرستوں کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے بچوں کو اچھی عادتوں، خصلتوں اور ذکر وعبادات کا عادی بنائیں، اس لیے ایک مومن کو جہاں اس بات کی فکر ولگن ہوتی ہے کہ اس کی اولاد کی دنیاوی زندگی سنور جائے، عزت وسربلندی میں اس سے بہت آگے نکل جائے، اس سے کہیں زیادہ اس بات کی فکر ہوتی ہے کہ وہ عذاب قبر سے بچ جائے، جہنم کی آگ سے بچ جائے، جنت میں داخل ہوجائے، یہ آیت ہمیشہ ان کے پیش نظر رہتی ہے۔

ترجمہ: ''اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی اس آگ سے جس کا ایندھن (اور سوختہ) آدمی اور پتھر ہیں''۔ (سورہ تحریم آیۃ ۲)

اولاد کی تعلیم وتربیت خود والدین کے لیے دونوں جہاں میں سود مند ہے، حضرت جابر بن سمرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: ''باپ کا اپنے بچوں کو کوئی ادب سکھانا ایک صاع صدقہ سے بہتر ہے''۔ (ترمذی ج ۴ ص ۲۹۷ باب ما جاء فی ادب الولد)

حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

ترجمہ: ''جس کے پاس تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اس نے ان کے ساتھ حسن سلوک کیا اور ان کے معاملے میں اللہ سے ڈرتا رہا، اس کے لیے جنت ہے''۔ (ترمذی ج ۴ ص ۲۸۲)

اسلامی تعلیم یہ بھی ہے کہ بچوں کی تعلیم وتربیت میں نرم پہلو اپنایا جائے، ان کی معمولی کوتاہیوں کو معاف کیا جائے، ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کوئی کام نہ لیا جائے، نہ اس سے کوئی ایسا کام لیا جائے جس کی وجہ سے اس کی صحت تندرستی خراب ہوجائے یا اس کا مستقبل تباہ وبرباد ہوجائے، سخت مار پیٹ نہ کی جائے، اچھے کاموں سے محبت وتعلق اور برے کاموں سے نفرت کا فطری جذبہ ابھارا جائے، ان کے جسم کا کوئی حصہ تلف یا ضائع نہ کیا جائے، نہ اس کو فروخت کیا جائے، والدین کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ ان کے ساتھ ظلم ونا انصافی اور بدسلوکی کریں یا ان کو فروخت کردیں یا اس کے جسم کے کسی حصہ کو یا خون نکال کر فروخت کردیں یا ان کی مرضی کے بغیر مزدوری کے لیے کسی کے حوالے کردیں۔

بچے رحمت و شفقت کے مستحق ہیں، جو ان کے ساتھ رحمت و شفقت کا معاملہ نہیں کرتے وہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: ''یعنی جو چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کی عزت نہیں کرتا بھلائی کا حکم نہیں کرتا اور برائی سے منع نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔ (ترمذی ج ۴ص ۲۸۴)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں اقرع بن حابسؓ نے نبی کریم ﷺ کو حسن کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا، ابن عمر راوی نے کہا (حسین اور حسن دونوں کا بوسہ لیا) تو اس نے کہا بیشک میرے دس لڑکے ہیں میں نے ان میں سے کسی کا بوسہ نہیں لیا، آپ ﷺ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا''۔ (ترمذی ج ۴ص ۲۸۰/ بخاری ج ۵ص ۲۲۳۵ موسسہ علوم القرآن عجمان ۱۹۸۷)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ آپ لوگ بچوں کا بوسہ لیتے ہیں، ہم ان کا بوسہ نہیں لیتے تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحمت و شفقت کو نکال لیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں''۔ (بخاری ج ۵ص ۲۲۳۵ حدیث نمبر ۵۶۵۲ باب رحمۃ الولد وتقبیلہ)

جب حضور اکرم ﷺ سفر میں ہوتے تو بچوں کی آنکھیں آپ ﷺ کے انتظار میں ہوتی تھیں، جیسے ہی بچوں کو حضور ﷺ کے آنے کی اطلاع ملتی فوراً استقبال کے لیے دوڑ پڑتے، حضور ﷺ سبھی سے محبت و شفقت کا معاملہ فرماتے تھے، ان میں جو سب سے پہلے آپ کے پاس آجاتا اس کو اپنی سواری پر بٹھا لیتے، آپؐ بچوں کو سلام کرتے، محبت و شفقت کرتے، ان کو گود میں بٹھاتے، ان سے پیاری پیاری باتیں کرتے، نرمی کے ساتھ غلط عادتوں سے دور رہنے کا حکم فرماتے تھے۔

آپ ﷺ سارے عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے، اس لیے آپ کی رحمت و شفقت مسلمان بچوں تک محدود نہیں تھی بلکہ مشرکین کے بچوں سے بھی محبت و شفقت فرماتے تھے، ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ فرماتے تھے، ایک مرتبہ کسی غزوہ میں چند بچے بھی بے ارادہ وعلم مارے گئے، آپ کو اطلاع ملی تو بڑا رنج ہوا، کسی کی زبان سے نکلا یا رسول اللہ ﷺ وہ مشرکین کے بچے تھے، فرمایا: مشرکین کے بچے تم سے بہتر ہیں، خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو، خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو، خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو، ہر جان خدا ہی کی فطرت پر پیدا ہوتی ہے۔

اگر آپ با حیات ہوتے تو موجودہ دور کے بچوں کی حق تلفی و استحصال پر دنیا میں سب سے زیادہ جس ذات کو تکلیف پہنچتی وہ آپ ﷺ کی ذات مبارکہ ہوتی، آپ ﷺ اس دنیا میں موجود نہیں ہیں لیکن آپ کی تعلیمات ہمارے پاس موجود ہیں، آپ انسان کیا بلکہ جانوروں کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ کرتے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس کا حکم فرماتے تھے، اس لیے امت مسلمہ کی دوہری ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو صحیح تعلیم و تربیت کے ساتھ دیگر بچوں کے بارے میں بھی ہر ممکن فکر و کوشش کریں، چاہے ان کا تعلق کسی بھی ملک، قوم، نسل اور مذہب سے ہو، بچوں کے ساتھ ناانصافی وظلم، حق تلفی و استحصال پر امت مسلمہ کو بے چین و بے قرار ہو جانا چاہیے، کیونکہ امت محمدیہ بھلائی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے لیے ہی پیدا کی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: ''تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے تو روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو''۔ (آل عمران آیت ۱۱۰)

اس امت کا ہر فرد اپنی طاقت و استعداد کے مطابق اس میں حصہ لے (مسلم شریف حدیث نمبر ۴۹)

ورنہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگ ضرور بالضرور لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو، اگر ایسا نہ کرو گے تو قریب ہے کہ اللہ تم پر اپنا عذاب مسلط کر دے اور تم اس عذاب سے نجات کی دعا مانگو گے اور تمہاری دعا قبول نہ ہوگی''۔ (ترمذی حدیث نمبر ۲۱۷۰)

اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ بعض بچے اپنی گھریلو مجبوری کی وجہ سے تعلیمی سلسلہ جاری نہیں رکھ سکتے، اگر وہ نہ کمائے تو گھر میں فاقہ کی نوبت آجائے، کبھی والدین اپنی تنگ دستی وافلاس کی وجہ سے انہیں مزدوری کے لیے دوسرے کے حوالہ کر دیتے ہیں، تو کبھی والدین فقر و فاقہ کی وجہ سے ان کو بیچ بھی دیتے ہیں۔

آج سے چودہ سو سال پہلے اسلام نے جس جاہلیت کا خاتمہ کیا

تھا وہ نئے طریقے سے آراستہ ہوکر پوری دنیا کو اپنی جانب مائل کر رہی ہے، مشرکین عرب اپنے لڑکوں کو بتوں کے سامنے قربان کر دیتے تھے، حضرت عبدالمطلب کا اپنے بیٹوں میں حضرت عبداللہ کو بت کے سامنے قربان کرنے کا عزم مصمم مشہور ومعروف ہے، اسلام نے اس کے خلاف صدا بلند کی۔

ترجمہ: ''اوراس طرح بہت سے مشرکین کے خیال میں ان کے معبودوں نے اپنی اولاد کے قتل کرنے کو مستحسن بنا رکھا ہے، تاکہ وہ ان کو برباد کردیں اوران کے طریقہ کو مخبوط کردیں اگر اللہ کو منظور ہوتا تو ایسا کام نہ کرتے تو آپ ان کو جو کچھ یہ غلط باتیں بتا رہے ہیں، یوں ہی رہنے دیجئے''۔ (سورہ انعام: آیت نمبر ۱۳۸)

ہندوستان کے مشرکین میں بھی دیوی دیتاؤں کے سامنے اپنی اولاد کو قربان کر دینے کا رواج رہا ہے، موجودہ ہندوستانی قانون میں اس کی اجازت نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود بتوں کے سامنے معصوم جانوں کی قربانیوں کے واقعات پیش آ ہی جاتے ہیں، مشرکین عرب فقر و فاقہ کی وجہ سے بھی اپنی اولاد کو ہلاک کر دیتے تھے، اس کی اسلام نے شدید مخالفت کی۔

ترجمہ: ''اور اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کے خوف سے مار نہ ڈالا کرو، ہم ہی ہیں جو ان کو اور تم کو دونوں کو روزی دیتے ہیں، بیشک ان کا قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے''۔ (سورہ اسرا: آیت نمبر ۳۱)

لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کا بھی مشرکین عرب میں عام رواج رہا ہے، اس کے خلاف بھی اسلام نے سب سے پہلے آواز بلند کی۔ وہی لڑکی جو جاہلیت میں حقیر وذلیل تھی، اسلام نے اس کو عزت وسربلندی عطا کی آج پوری دنیا میں لڑکیوں سے نجات پانے کے لیے اسقاط حمل کے واقعات میں اضافہ ہورہا ہے جو ماں کے پیٹ سے زندہ سلامت بچ آتی ہے وہ پیدائش کے بعد مختلف تدبیروں سے ہلاک کر دی جاتی ہے، عالمی پروپگنڈے کے نتیجہ میں لوگوں کے اندر کم سے کم اولاد کا رجحان تیزی سے پھیل رہا ہے، فقر و فاقہ سے بچنے کے لیے آبادی پر کنٹرول کرنے کی ہر ایک کو فکر سوار ہے، حالانکہ تمام مخلوقات کے خالق و مالک کا وعدہ ہے۔ ''اور کوئی رزق کھانے والا جانور روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو'' (سورہ ہود آیۃ ۲)

ان حالات میں حکومت، اہل ثروت اور صاحب علم وفضل کی ذمہ داری ہے کہ جن بچوں کے والدین زندہ ہیں ان کو اس بات پر مائل کیا جائے کہ آپ اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت اوران کے حقوق کی ادائیگی میں پوری توجہ دیں اور جن کے والدین وسرپرست نہیں ہیں ان کی کفالت حکومت یا اہل ثروت اپنے ذمہ لے لیں۔ سہیل بن الساعدی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: ''میں اور یتیم بچے کی پرورش و کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہونگے اور آپ نے اپنی دو انگلیوں شہادت والی اور درمیان والی سے اشارہ کیا''۔ (ترمذی ج ۴ ص ۲۸۳ حدیث نمبر ۱۹۱۸)

یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیر دینا بھی نیکی ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: ''جو شخص یتیم کے سر پر اپنا شفقت کا ہاتھ پھیرتا ہے اللہ اس کے لیے ہر بال کے بدلے جس پر اس کا ہاتھ پھرتا ہے ایک نیکی لکھ دیتے ہیں۔'' (مسند احمد بن حنبل)

اسی طرح ان بچوں کی بیوہ والدہ کی ضروریات پوری کی جائے اگر وہ شادی کرنا چاہتی ہوں تو مناسب جگہ ان کی شادی کرادی جائے، یہ اجر عظیم کا باعث ہے حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: ''مسکین و بیوہ کی دستگیری و تعاون کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے، میرا خیال ہے کہ فرمایا اور وہ مسلسل عبادت کرنے والے اور لگاتار روزہ رکھنے والے کی طرح ہے''۔ (ترمذی ج ۴ ص ۳۰۵ باب ماجاء فی السعی علی الارملۃ والیتیم)

آج عالمی سطح پر لڑکوں کی مزدوری کے خلاف تحریک چل رہی ہے، ان کا مطالبہ ہے کہ ۱۴ سال کی عمر سے کم کے بچوں کو فیکٹریوں، کارخانوں، ہوٹلوں، دکانوں سے جدا کیا جائے، اوران کو تعلیم حاصل کرنے کا موقع دیا جائے، یہ مطالبہ جہاں بجا ہے وہیں اس بات کی بھی اشد ضرورت ہے کہ ان لڑکوں کے گھریلو حالات سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد ان کی ضروریات بھی پوری کی جائیں، تاکہ وہ سکون واطمینان کے ساتھ تعلیمی سلسلہ جاری رکھ سکیں اوران تمام بچوں کو تحفظ فراہم کیا جائے، جو کسی طرح کے ظلم وستم کے شکار ہیں یا وہ جبری ملازمت کرنے پر مجبور ہیں، لیکن اگر گھریلو حالات معلوم کیے بغیر ان کو فیکٹریوں، کارخانوں، دکانوں اور ہوٹلوں سے نکالا جاتا رہا جیسا کہ ہو رہا ہے تو یہ بچوں کے ساتھ انصاف و ہمدردی نہیں ہے بلکہ ان پر دوہری ناانصافی وظلم ہے۔

اللہ ہمیں زندگی کے تمام معاملات میں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۞۞۞

اولاد کی تربیت میں ماں کا کردار

محمد فاروق الیاس

معاشرے کی تشکیل میں خواتین کا کردار بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے اسی وجہ سے مذہب اسلام نے اس کی تعمیر وتشکیل میں خواتین اور بالخصوص ماؤں کے کردار کوسب سے اہم قرار دیا ہے۔ خاندان کو قائم کرنے اور اس کو برقرار رکھنے میں ماں کا کردار ایک اہم اور غیر معمولی کردار ہوتا ہے، سارا خاندان اسی کے اردگرد گھومتا ہے، خاص کر کے اولاد کے لیے ماں کی اہمیت مرکزی ہوتی ہے، ہر فرد کو بنیادی طور پر دو قسم کا ماحول میسر آتا ہے، ایک: داخلی یعنی گھریلو ماحول، اور دوسرا: خارجی یعنی بیرون خانہ ماحول، گھر کا ماحول، بیرون خانہ ماحول سے زیادہ اہم ہے، گھر میں اچھا یا برا جس قسم کا ماحول بچے کو ملے، گا وہ اسی قسم کے کردار کا مالک ہوگا۔ (الا ماشاء اللہ) گھر کے ماحول کے ذمہ دار ماں اور باپ دونوں ہیں دونوں کا اپنا اپنا کردار دائرہ کار اور فرائض ہیں، بچوں کی تربیت اگر چہ باپ کی ذمہ داری بھی ہے لیکن اس میں ماں کا کردار اس لیے زیادہ اہم ہے کہ وہ زیادہ وقت گھر میں گزارتی ہے اور اولاد سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ اس لیے اولاد کی تربیت میں ماں کے کردار کو زیادہ عمل دخل حاصل ہے۔ بچے کی نفسیات اور اس کے رجحانات ومیلانات کو ماں سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا۔ مشہور کہاوت ہے کہ ماں کی آغوش پہلا مدرسہ ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ماں کی گود میں بچے کے دل ودماغ پر جو نقوش ثبت ہوتے ہیں، وہ بہت گہرے اور پائیدار ہوتے ہیں، ماں اپنی ذمہ داری سے اس وقت تک سبکدوشی کا دعویٰ نہیں کر سکتی جب بچہ دودھ پینا چھوڑ دیتا ہے اور اپنے ہاتھ سے کام لینا شروع کر دیتا ہے، اس وقت تو ماں کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ بچے کے بننے یا بگڑنے کا آغاز عمر کے اسی دور سے ہوتا ہے، ماں کی گود مکتب اول ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بچے کی پہلی درس گاہ ماں کی گود ہی ہوسکتی ہے؛ کیوں کہ ابتدائی عمر میں بچہ بالعموم ماں کے پاس رہتا ہے اور یہی زمانہ اس کی تعلیم وتربیت کا ہے؛ جب کہ وہ کچھ سیکھ سکتا ہے، ان ہی دنوں میں اگر کسی بچے کو تعلیم وتربیت اچھی مل جائے گی تو پوری زندگی سنور جائے گی اور اگر ذراسی کوتاہی برتی گئی تو ساری عمر اس کی تلافی نہ ہو سکے گی۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ماں کی گود بچے کے لیے ابتدائی مکتب ہے، اگر اس مکتب میں اس کی بہترین تربیت ہوئی تو پھر آخر تک اس کی اسی طرز پر تعلیم وتربیت ہوتی رہتی ہے اور اگر خدانخواستہ بچپن ہی سے بری صحبت اور غلط تربیت ہوئی تو بہت مشکل ہے کہ پھر آئندہ اس کی اصلاح ہو سکے۔ (عظیم ماؤں کی عظیم اولادیں، ص:۱۳)

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ ایک والدین نے طے کیا کہ امید کے ان دنوں میں کوئی گناہ نہیں کریں گے: تا کہ بچہ پر اس کا غلط اثر مرتب نہ ہو؛ چنانچہ بچہ پیدا ہوا اور اس کے بعد بھی اس کی نگرانی کی گئی، ایک دن دیکھا کہ اس نے پڑوس کی ایک کھجور اٹھا کر چپ چاپ کھالی۔ اس کو دیکھ کر والدین کو بہت افسوس ہوا، آخر کار بات یہ کھلی کہ امید کے دنوں میں ایک دن اس کی ماں کو بہت سخت بھوک لگ رہی تھی اور کھانے کو کچھ بھی نہیں تھا تو پڑوس کے گھر کے درخت کی شاخ جو اس کے گھر میں آئی ہوئی تھی، اس میں سے اس نے ایک کھجور چپ چاپ کھالی تھی، جس کا اثر بعد میں بچے پر بھی ہوا۔ (حوالہ سابق، ص:۱۴)

ایک عدالت نے ایک چور کو جب چوری کرنے پر سزا سنائی تو اس چور نے بآواز بلند یہ کہا کہ میرا ہاتھ کاٹنے سے پہلے میری ماں کی زبان کو کاٹا جائے۔ لوگوں نے اس کی وجہ معلوم کی تو اس نے کہا کہ جب پہلی مرتبہ میں اپنے پڑوس کے یہاں سے انڈا چوری کر کے گھر لایا تو میری والدہ نے مجھ کو اس پر کچھ نہیں کہا اگر وہ پہلے ہی دن مجھ کو اس سے روک دیتی تو آج میں

چور نہ بنتا۔ (حوالہ سابق،ص:۵۹)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اولاد کی تربیت کے سلسلے میں ماں کا کردار باپ سے زیادہ اہم ہے کیوں کہ بچے کی سب سے پہلی تربیت گاہ ماں کی آغوش ہے۔ بچہ ماں کے ایک ایک قطرہ شیر کے ساتھ اس کے اخلاق و عادات کو بھی اپنے دل و دماغ میں اتارتا جاتا ہے، ماں اگر مؤمنہ، مسلمہ اور پابند شریعت ہے تو بچے سے بھی یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ آئندہ چل کر صاحب ایمان اور پابند شرع ہوگا، اگر بدقسمتی سے ماں دین وایمان سے خالی اور آزاد خیال اور فیشن کی دلدادہ ہے تو اس سے پیدا ہونے والی نسل بھی فیشن پرست، دین بیزار اور اسلامی تربیت سے عاری ہوگی۔

لہٰذا ماؤں کے لیے ضروری ہے کہ وہ خود برائیوں سے بچیں اور احکام شریعت پر کاربند ہوں اور اپنی اولاد کو بھی برائیوں واچھائیوں میں فرق ذہن نشین کرا کے انہیں صالح اقدار کی طرف مائل کریں، انہیں نبی کے حالات، آپ ﷺ کی سیرت طیبہ صحابہ کرامؓ کے واقعات اور کارنامے سنائیں، اس طرح ان کی تربیت عمدہ طریقے سے ہوگی، ماؤں پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ دین کی بنیادی باتیں خود بھی سیکھیں اور اولاد کو بھی سکھانے کا اہتمام کریں۔ یہ بہت ضروری ہے کہ ماؤں کا کردار بھی درست ہو، مؤثر ترین تعلیم وتربیت بذریعہ عمل ہوتی ہے۔ ایک فلسفی کہتا ہے کہ تمہارا اپنا عمل دوسروں کے لیے ہزار نصیحتوں سے زیادہ مؤثر ہے، اولاد تبھی نیکی کی راہ پر گامزن ہوگی، جب مائیں اپنے قول وفعل میں مطابقت پیدا کریں گی؛ کیوں کہ جیسا ان کا کردار ہوگا اولاد بھی وہی کچھ سیکھے گی، لہٰذا مائیں اپنے کردار میں زیادہ سے زیادہ دینی رنگ بھریں؛ تاکہ ان کی اولاد بھی ویسے ہی اوصاف و کردار کی مالک بنے، ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ چند مثالی ماؤں کا تذکرہ کرتے چلیں؛ تاکہ عصر حاضر کی ماؤں کے لیے تربیت اولاد کا ایک نمونہ سامنے موجود رہے۔

(۱) حضرت حسنؓ اور حسینؓ دونوں چھوٹے بھائی تھے، ایک بار کھیل ہی کھیل میں لڑ پڑے، پھر دونوں والدہ ماجدہ فاطمہؓ کے پاس شکایت کرنے لگے، حضرت فاطمہؓ نے دونوں صاحبزادوں کی شکایتیں سنیں۔ پھر فرمایا: میں یہ کچھ سننا نہیں چاہتی کہ حسن نے حسین کو پیٹا یا حسین نے حسن کو؛ میں تو صرف یہ جانتی ہوں کہ تم دونوں لڑے اور لڑائی اللہ کو پسند نہیں تم دونوں نے اللہ کو ناراض کیا، جس سے اللہ ناراض اس سے میں بھی ناراض۔ چلو بھاگو یہاں سے، دونوں بھائیوں نے ماں کی نظر دیکھی، جھٹ پٹ آپس میں صلح کرلیا اور ننھے منے ہاتھ اٹھا کر اللہ سے معافی مانگی۔ (عورت اسلام کے سائے میں۔ص:۲۰۶۔ازعبدالرؤف ندوی)

(۲) حضرت ام سلیمؓ جب مسلمان ہوئیں تو ان کے شوہر مالک بن نضر کو بڑا دکھ ہوا، ان کے ایک بچہ تھا نام انس تھا، حضرت ام سلیمؓ بچے کو ہر روز کلمہ یاد کراتی تھیں، مالک بن نضر سنتے تو خفا ہو کر کہتے کہ میرے بچے کو بھی بے دین کیے دیتی، ہو پھر وہ ایسا ناراض ہوئے کہ ملک شام چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔

پھر حضرت ام سلیمؓ اپنے آٹھ برس کے بیٹے کو لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! اس بچے کو اپنی خدمت کے لیے اپنے پاس رکھ لیں، آگے چل کر یہی بچہ حضرت انسؓ کے نام سے جانا پہچانا گیا، حضرت انسؓ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ میری ماں کو جزائے خیر دے، انہوں نے مجھے خوب ہی پالا اور تربیت کا حق ادا کردیا۔ (حوالہ سابق۔ص:۲۰۷)

(۳) امام احمد بن حنبلؒ کے بچپن ہی میں والد کا انتقال ہوگیا تھا، والدہ بیٹے کو خراسان سے لے کر بغداد آگئیں، یہاں انہوں نے بیٹے کی تعلیم وتربیت کا انتظام فرمایا، ان کی نگرانی سخت تھی، ہر وقت ان کی توجہ بیٹے کی تعلیم و تربیت کی طرف رہتی تھی، اس تعلیم وتربیت کے نتیجہ میں یہ نوجوان امام اہل سنت امام احمد بن حنبلؒ بن گئے؛ ورنہ بغیر باپ کے بچے کے بگڑنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ (حوالہ سابق۔ص:۲۰۷)

(۴) یہ ماں ہی کے حسن تربیت کا اثر تھا کہ امام بخاریؒ دنیائے اسلام کے ایک عظیم محدث اور دین کے بے مثال خادم و داعی قرار پائے، یہاں تک کہ بچپن میں جب ان کی بینائی چلی گئی تو ان کی والدہ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی لوٹا دی تھی۔ (بچوں کی تربیت کیسے؟ص:۱۰۳)

(۵) امام ربیعۃ الرائےؒ کی تعلیم وتربیت تنہا ان کی والدہ نے کی تھی، یہ ان کے صبر واستقلال اور تربیت کا ثمرہ تھا کہ ربیعہ اپنے وقت کے سب سے بڑے فقیہ بن گئے۔ (حقوق ومعاملات۔ص:۱۹۰) **(بقیہ صفحہ ۵۶ پر)**

گھر واپسی! نشانہ کچھ اور......

اسلام وعیسائیت کی تبلیغ کو روکنے کی سازش!

محمد عبدالرحیم قریشی (اسسٹنٹ جنرل سکریٹری)

آر ایس ایس کی ذیلی تنظیموں، وی ایچ پی، بجرنگ دل وغیرہ کی جانب سے گھر واپسی مہم پر ایک تشویش، اقلیتوں اور غیر بی جے پی سیاسی جماعتوں میں پائی جاتی ہے۔ آگرہ کے ویدنگر میں جھونپڑیوں میں بسے بنگالی زبان بولنے والے مسلمانوں کی گھر واپسی کے پروگرام کی تفصیلات عوام کے سامنے آچکی ہیں کہ ان کو اسٹیٹ بلڈرس نے کم اجرت مزدور ہونے کی وجہ سے مغربی بنگال سے لاکر بسایا تھا۔ ان کےلڑکے کچرے میں پلاسٹک وغیرہ چنا کرتے تھے۔ مفلسی کی زندگی تو تھی ہی مگر اس سے بڑھ کر عذاب یہ تھا کہ ان کی زبان بنگالی ہونے کی وجہ سے راشن کارڈس انھیں نہیں دئے گئے اور آدھار کارڈ بھی نہ دئے جانے کی وجہ سے ایک انجانے خوف میں وہ مبتلا تھے۔ ان کی اس تکلیف واُلجھن سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی گئی۔ ان کو یہ کہہ کر بلایا گیا کہ تم سب ٹوپیاں پہن کر آؤ اور پروگرام میں شرکت کرو تو تم کو راشن کارڈ اور آدھار کارڈ دلائیں گے ہندو بننے کی بات نہیں کہی گئی جب یہ پروگرام میں پہنچے تو ہون چل رہا تھا اور نزدیک ہی کالی کی مورتی رکھی تھی۔ ہون کی آگ پر کہنے پر پجاریوں کے منتروں کے دوران تیل ڈالا، کالی کی مورتی کے پیر دھوئے۔ بنگالی ہونے کے سبب وہ کالی ماتا سے مانوس بھی تھے اس کے بعد جب چند کی ٹوپیاں اتار کر ایک پجاری نے پاؤں دھلا کر اور راکھ مل کر، ٹیکا لگا کر فوٹو کھنچوانے کی بات آئی تو مسلمان چونکے کہ معاملہ راشن کارڈ اور آدھار کارڈ دلوانے کا نہیں کچھ اور ہے لیکن جب تک خبر پھیل گئی کہ ان مسلمانوں کا مذہب تبدیل کرواکر ہندو بنادیا گیا۔ جب یہ اپنے گھروں کو پہنچے تو ان میں سے چند کو اپنی بیویوں کے غم وغصہ کا سامنا کرنا پڑا اور حقیقت بتانا پڑا کہ انھوں نے اسلام ترک نہیں کیا ہے وہ مسلمان تھے اور ہیں۔ یہ گھر واپسی کا پروگرام نہیں تھا بلکہ لالچ اور دھوکہ دینے کا پروگرام تھا۔

اس کے بعد کیرالا اور ملک کے دیگر مقامات سے خبریں آنے لگیں کہ ان افراد نے جنھوں نے مشنریز کی کوششوں کی وجہ سے عیسائیت قبول کی تھی واپس ہندو بن گئے ہیں۔ یہ اعلانات سنگھ پریوار کی پارٹیوں کے لیڈروں کی طرف سے آنے لگے کہ گھر واپسی کے پروگرام ہر جگہ کئے جائیں گے۔ بی جے پی کے وزیر اعظم نے تو چُپ سادھ رکھی ہے لیکن بعض وزراء اور بی جے پی کے لیڈروں نے یہ کہہ کر پلا جھاڑنے کی کوشش کی کہ گھر واپسی کے پروگرام سے حکومت کا کوئی تعلق نہیں اور بعض کی زبان پر یہ بھی آگیا کہ اگر عوام مطالبہ کریں تو تبدیلی مذہب کو روکنے کا قانون بنایا جائے گا۔ گھر واپسی کا پروگرام بے معنٰی ہے اور غلط ہے۔ بے معنٰی اس لئے کہ کس گھر کو واپسی کیونکہ جن کو ہندو کہا جاتا ہے ان کا ایک گھر تو نہیں ہے۔ برہمن کا گھر الگ ہے چھتریوں کے گھر، اور چھتریوں، ویشوؤں میں بھی الگ الگ ذات اور گھر ہیں بے چارے شودروں اور اچھوتوں کے گھر تو برہمن کے لئے نہیں ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ آخر کس کے گھر کو لے جانا چاہتے ہو، ہندو گھر تو کوئی نہیں ہے بلکہ گھر تو ذاتوں کے ہیں۔ اس موقع پر ایک اہم بات میں کہنا چاہتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں اس کا مجھے جواب دیا جائے۔ یہ لفظ ہندو، اے سیوک سنگھیوں! یہ تو تمہاری زبان کا لفظ نہیں ہے۔ یہ سنسکرت کا لفظ نہیں تمہاری مذہبی کتابوں، دھارمک گرنتھوں میں یہ لفظ نہیں ملتا، ملتا ہے تو بتایا جائے۔ یہ لفظ تمہارے لئے مسلمانوں کی دَین اور مسلمانوں کا تم پر احسان ہے کہ لفظ ہندو دیکر مسلمانوں نے تم کو جوڑ دیا جب کہ تم الگ الگ تھے ایک دوسرے سے مختلف تھے اور ہیں۔ یہ لفظ فارسی زبان کا ہے اور مسلمانوں کا تمہارے لئے عطیہ ہے۔ اے سیوک سنگھیو! جب تم مسلمانوں اور اسلام سے نفرت کرتے ہو تو پھر اس لفظ کو لوٹا دو، لفظ ہندو استعمال نہ کرو، مسلمانوں کا دیا ہوا عطیہ واپس کردو۔ اپنی دھارمک بھاشا اور دھارمک گرنتھوں سے کوئی لفظ ملتا ہو تو نکالو اور استعمال کرو۔ لفظ ہندو، استعمال کرنا

چھوڑ دو۔ اے سیوک سنگھیو! تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ بھارت کی ایکتا کے لئے یہاں کے شہریوں کا 'ہندو' ہونا ضروری ہے۔ مجھے بتلاؤ، مسلمانوں کے، اس ملک میں قدم رکھنے سے پہلے کیا یہ ملک ایک تھا؟ کسی راجہ اور اس ملک کے کسی باشندے کے ذہن میں یہ خیال تھا کہ یہ سارا علاقہ ہمالیہ سے کنیا کماری تک، کھمبات سے کامروپ تک ایک ملک ہے؟ تاریخ تو ہمیں بتاتی ہے کہ ایسا کوئی خیال نہیں تھا۔ زبانوں کے فرق کی بنیاد پر ہر زبان والے اپنے علاقہ کو ہی اپنا ملک سمجھتے تھے، شمال سے ہرشوردھن نے جب جنوب پر حملہ کیا تو چالوکیہ راجہ پلےکشن سارے علاقہ کی حمایت لے کر ایسا ڈٹ گیا کہ ہرش وردھن کو منھ کی کھانی پڑی اور جنوب میں حکومت قائم کرنے کا ارادہ چھوڑنا پڑا۔ عربوں کا دیا ہوا لفظ 'ہند' اس مختلف علاقوں کو ایک ملک بناتا ہے۔ اور اس لفظ ہند سے یوروپی الفاظ INDIA, INDE, IND بنے ہیں۔ اے سیوک سنگھیو کیا تمہاری زبان سنسکرت میں کیا تمہاری دھارمک گرنتھوں میں کوئی لفظ ہے جس سے مراد یہ لانبی چوڑی زمین جس کو ہمارے دستور میں بھارت یعنی INDIA قرار دیا ہے اور جس کو عام لوگ ہندوستان کہتے ہیں جو فارسی زبان کا لفظ ہے مسلمانوں کے کس کس احسان کا تم انکار کروگے جنھوں نے لفظ ہندو دے کر تم کو باندھا لفظ ہندو دے کر مختلف راشٹروں کو جن میں ایک 'مہا' راشٹرا بھی ہے لفظ ہند جس سے انڈیا لفظ INDIA نکلا ہے دے کر ایک ملک بنایا۔ تیسری اہم بات یہ کہنا چاہوں گا کہ اے سیوک سنگھیو! اگر تم سمجھتے ہو کہ 'ہندو دھرم' سب سے اچھا اور سب سے سچا دھرم ہے تو تم اپنا دھرم پیش کرو۔ لوگوں کو بتاؤ کہ تمہارا دھرم کس انسان سے کیا منواتا ہے۔ کیا ماننا تمہارے دھرم میں ضرور ہے اور کس طرح ان باتوں کو ماننے سے انسان کس طرح ایک اچھا انسان بنتا ہے اور اگر تم اپنے دھرم کے پرچار کے ذریعہ لوگوں کو ہندو بنانے کی کوشش کرتے ہو اور کوئی تمہاری بات کو قبول کر کے 'ہندو' بنتا ہے تو ہم کو کوئی اعتراض نہیں ہے اور نہ ہم اس کی مخالفت کریں گے یہ حق دستور نے ہر مذہب اور دھرم کو دیا ہے۔ آپ شوق سے اپنے دھرم کا پرچار کریں اور لوگوں کو تمہارے دھرم کو قبول کرنے کے لئے کہیں لیکن اس کی بجائے کسی کو کچھ لالچ دیا جائے کچھ دینے کی بات کہہ کر ہندو بنانے کی کوشش کی جاتی ہے تو طریقہ انتہائی غلط ہے اور غیر دستوری ہے۔ لیکن یہی طریقہ گھر واپسی کے نام پر تم نے اختیار کیا ہے۔ ورنہ اس اعلان کے کیا معنیٰ جس میں تمہارے ایک نیتا نے کہا کہ عیسائی کو ہندو بنانے کے لئے دو لاکھ مگر مسلمان کو ہندو بنانے کے لئے پانچ لاکھ روپئے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن اے قارئین، اے مسلمانو، اے عیسائیو! یہ گھر واپسی کے اعلانات صرف ایک چال اور ڈرامہ ہیں۔ سنگھ پریوار چاہتا ہے کہ چند مسلمانوں اور چند عیسائیوں! میں بوکھلاہٹ پیدا ہو اور اس بوکھلاہٹ میں وہ مطالبہ کرنے لگیں کہ لگاؤ مذہب تبدیل کرنے پر پابندی، اور اس مطالبہ کو بہانہ بنا کر بی جے پی کی نریندر مودی حکومت مرکزی قانون ویسا ہی بنا دے جیسا کہ بی جے پی، مدھیہ پردیش، راجستھان اور گجرات کی ریاستوں میں بنا چکی ہے۔ ان ریاستوں کے علاوہ اڈیشہ اور ارونا چل پردیش میں اس طرح کے قوانین بنائے گئے۔ اور ان قوانین کا نشانہ، ہندو کو عیسائی یا مسلمان بننے سے روکنا ہے۔ ان قوانین میں لالچ، دباؤ اور فراڈ (دھوکہ دہی) کے ذریعہ کسی کے مذہب کو تبدیل کروانا جرم ہے اور ایسا کرنے والے کو قید اور جرمانے کی سزا ہے۔ یہاں تک تو بات ٹھیک ہے مگر لالچ کے سلسلہ میں یہ وضاحت موجود ہے کسی دنیاوی وقتی منفعت یا کسی اور چیز یعنی غیر مادی فائدہ (Or Otherwise) کا وعدہ بھی لالچ ہے۔ یعنی اگر کوئی کہے کہ تم ہمارا مذہب اختیار کروگے تو تمہیں جنت یا پیراڈائز Paradise ملے گی تو یہ بھی لالچ ہے اور جرم ہے اور دباؤ کی تعریف میں قانون یہ ہے کہ خدائی ناراضگی کی دھمکی (THREAT OF DIVINE DISPLEASURE) بھی دباؤ اور جرم ہے۔ یعنی اگر کوئی کہے تم شرک کرتے رہوگے، بت پرستی کروگے تو خدا کی ناراضگی اور غضب کا تم کو آخرت میں سامنا کرنا پڑے گا تم دوزخ کی آگ میں ڈالے جاؤگے تو یہ بھی دباؤ ہے اور جرم ہے جس کی سزا ملے گی۔ کیا کسی عیسائی یا مسلمان کو ہندو بنانے کے لئے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ تم ہندو بن جاؤگے تو جنت ملے گی یہ کہ تم عیسائیت یا اسلام پر چلتے رہے تو تم کو خدائی ناراضگی کا شکار ہونا پڑے گا۔ نہیں بالکل نہیں، یہ صرف اسلام یا عیسائیت کسی اور کو مسلمان یا عیسائی بنانے کے لئے کہہ سکتے ہیں۔ یہ قوانین اسلام اور عیسائیت کی تبلیغ و پرچار کو روکنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔

پھر ان قوانین میں یہ بھی لازم قرار دیا گیا کہ کسی کو اپنے مذہب میں لانا ہو تو اس کی اطلاع ڈسٹرک مجسٹریٹ کو دی جائے اور اطلاع کا نہ دینا

جرم ہے۔ ایک قانون یہ بھی ہے کہ کوئی اپنا مذہب تبدیل کرنا چاہتا ہے تو وہ قبل از قبل فرسٹ کلاس مجسٹریٹ کو اطلاع دے جو تحقیقات کے بعد کہ کوئی لالچ نہیں دیا گیا اور کوئی دباؤ نہیں ڈالا گیا اجازت دے گا۔ بغیر اجازت مذہب بدلا نہیں جا سکتا۔ یہ قانون اس لئے ہے کہ کوئی ہندو دوسرا مذہب قبول کرنے نہ پائے۔ یہ قوانین جن کو مذہبی آزادی کے قانون of Freedom Religion Act کا پرفریب نام دیا گیا ہے دراصل مسلمانوں کو اسلام کی تبلیغ سے اور عیسائیوں کو مشنری ورک سے روکنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ اور سنگھ پریوار چاہتا ہے کہ پورے ملک کی سطح پر ایسا ہی قانون بنایا جائے جس میں دشواری یہ ہے کہ راجیہ سبھا میں بی جے پی کو اکثریت نہیں ہے اسلئے امیت شاہ جو سنگھ پریوار سے تعلق رکھتے ہیں اور اس وقت بی جے پی کے صدر ہیں یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ اگر سیکولر پارٹیز تائید کریں تو تبدیلی مذہب پر پابندی کا قانون بنانے کو تیار ہیں۔ یہ ہے گھر واپسی کے پروگرام کا اصل نشانہ کہ تبلیغ اسلام و عیسائیت پر پابندی لگائی جائے اور مذہب کو تبدیل کرنا دشوار بنا دیا جائے تاکہ ہندوؤں میں جو رجحان اسلام یا عیسائیت اختیار کرنے کا پیدا ہو رہا ہے۔ وہ ختم ہو جائے اور تبلیغ و اشاعت کا یہ کام تقریباً ناممکن ہو جائے۔

آئین کیا کہتا ہے؟

جس وقت دستور ہند تیار کیا جا رہا تھا، یہ معاملہ زیر بحث آیا تھا کہ کیا صرف مذہب پر عمل کرنے کی آزادی دی جائے یا پھر اس کی تشہیر کی بھی آزادی دی جائے۔ کافی بحث کے بعد دستور میں دفعہ 25 بنایا گیا جس میں نہ صرف مذہب پر عمل آوری کی آزادی دی گئی بلکہ اس کی تشہیر کی بھی پوری آزادی دی گئی۔ تاہم عوامی نظم وضبط، اخلاق اور سماجی نظام کی صحت کو ملحوظ رکھنے کو بھی کہا گیا ہے۔ ہندو تنظیمیں عام طور پر عیسائیوں اور مسلمانوں پر مذہب کی تشہیر کرتے ہوئے ہندوؤں کو اپنے مذہب میں شامل کرنے کا الزام لگاتی رہتی ہیں۔ سیکولر اور آزاد خیال تنظیمیں بھی عیسائی مشنریز کی جانب سے دیہاتوں میں دلتوں کو راغب کرنے کیلئے اختیار کئے جانے والے ہتھکنڈوں کی مخالفت کرتی ہیں۔ اس وقت ملک میں تبدیلی مذہب کا جو واویلا مچایا جا رہا ہے، وہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ہندو خود کو ایک معاشرہ قرار دیتے ہیں، نہ کہ مذہب۔ کئی مرتبہ آر ایس ایس سربراہ موہن بھاگوت نے واضح طور پر کہا ہے کہ ہندو کوئی مذہب نہیں ہے بلکہ یہ ایک طرز حیات ہے۔

20ویں صدی کے اوائل میں بھی ہندو تنظیموں نے عیسائی مشنریز کو مذہبی تشہیر سے روکنے کیلئے کافی ہاتھ پیر چلائے تھے۔ اس کے نتیجہ میں 1926ء میں سوامی شردھانندا کا قتل بھی ہوا تھا۔ 2008ء میں اڈیشہ میں ایک اور سوامی لکشمانندا سرسوتی کا قتل کر دیا گیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد اڈیشہ کے کندھامل ضلع میں فرقہ وارانہ تشدد بھڑک اٹھا تھا۔ اسی ریاست اڈیشہ میں 1999ء میں عیسائی پادری گراہم اسٹین اور ان کے دو بچوں کو بھی زندہ جلا دیا گیا۔

اگرچہ اس وقت بی جے پی کی حکومت ہے لیکن جس وقت مرکز میں کانگریس برسر اقتدار تھی، اس وقت بھی تبدیلی مذہب کے مسئلہ پر وقتاً فوقتاً تشدد بھڑکتا رہا۔ تبدیلی مذہب پر پابندی لگانے یا اسے باقاعدہ بنانے کیلئے پارلیمنٹ میں 1954، 1960 اور 1979ء میں بل پیش کئے گئے لیکن ان بلوں کو تائید نہیں مل سکی۔ 1981ء میں میناکشی پورم میں بڑے پیمانہ پر تبدیلی مذہب کا پروگرام منعقد کیا گیا۔ اس کے بعد جو تنازعہ پیدا ہوا، اس کی روشنی میں مرکز میں برسر اقتدار کانگریس حکومت نے ریاستوں کو ہدایت دی کہ وہ اپنے طور پر تبدیلی مذہب کو روکنے کیلئے قانون سازی کریں۔ سب سے پہلے 1967ء میں ریاست اڈیشہ میں تبدیلی مذہب کو روکنے کیلئے قانون بنایا گیا، اس کے دوسرے ہی سال یعنی 1968ء میں مدھیہ پردیش میں قانون منظور کیا گیا لیکن ان دونوں ریاستوں کے قانون کو سپریم کورٹ میں روک دیا گیا۔ سپریم کورٹ کا یہی ادعا تھا کہ جب دستور میں اس بات کی اجازت دی گئی کہ ہندوستان میں کوئی بھی شہری اپنی مرضی کا مذہب تبدیل کر سکتا ہے اور اس پر عمل کر سکتا ہے تو اس پر کس طرح روک لگائی جا سکتی ہے۔ اس کے بعد 2000ء میں چھتیس گڑھ، 2003ء میں گجرات، 2006ء میں ہماچل پردیش، 2008ء میں راجستھان کی حکومتوں نے تبدیلی مذہب کو باقاعدہ بنانے کیلئے قوانین منظور کئے۔ تاملناڈو نے جبری تبدیلی مذہب کو روکنے کیلئے 2002ء میں قانون بنایا لیکن 2005ء میں اسے منسوخ کر دیا گیا۔ جس وقت ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ تھا، اس وقت رائے گڑھ، پٹنہ اور ادے پور کے راجاؤں نے ہندوؤں کو عیسائی بننے سے روکنے کیلئے سخت قوانین بنائے تھے۔ اس طرح تبدیلی مذہب ہندوستان میں کوئی نئی بات نہیں ہے، سنگھ پریوار یہ معاملہ صرف سیاسی فائدہ حاصل کرنے کیلئے اٹھا رہا ہے، جس کا جواب دینے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ❁❁❁

وحدتِ امت کی اہمیت اور اس راہ کی بنیادی رکاوٹیں

(ایک علمی تجزیہ)

مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی (شیخ الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد)

وحدت امت کی اہمیت اور ضرورت مسلمہ حقائق میں سے ہے، قرآن کریم نے پوری صراحت کے ساتھ فرمایا ہے:

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ تم سب ایک امت ہو۔ (المؤمنون/۵۲)

قرآن وسنت کے نصوص وحدت واجتماعیت کی تاکید، تلقین، ترغیب اور اہمیت اور افتراق وانتشار کی شناعت وقباحت کے مضامین سے لبریز ہیں۔

اس وقت عالمی سطح پر پوری امت مسلمہ افتراق اور تحزب کی ناقابل بیان کیفیت سے دوچار ہے، بلکہ عربی شاعر کے بقول۔

تجولت في طول البلاد و عرضها
و طفت بلاد اللّٰه غربا و مشرقا
فلم أر كالإسلام أدعىٰ لوحدة
و لا مثل أهليه أشد تفرقا

میں دنیا کے طول وعرض کی سیاحت کرتا رہا اور مشرق ومغرب کے دورے کرتا رہا، میں نے اسلام سے بڑھ کر وحدت کا حامل وداعی کوئی اور مذہب نہیں دیکھا اور مسلمانوں سے زیادہ اختلاف وانتشار میں مبتلا کسی کو نہیں پایا۔

موجودہ حالات میں وحدت امت کی راہ میں اصل رکاوٹیں کیا ہیں؟ ان کا علمی تجزیہ کیا جائے تو کچھ بنیادی امور سامنے آتے ہیں، جن کو مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) قرآن وسنت سے اعراض

سب سے اہم اور بنیادی چیز کتاب اور سنت کی حقیقی تعلیمات سے اعراض ہے، قرآن کریم میں جابجا اس حقیقت کی طرف اشارہ ملتا ہے، سورہ انفال میں فرمایا گیا:

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تمہارا کسی گروہ سے مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو، اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرو، تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور آپس میں جھگڑا نہ کرو، ورنہ تم ناکام ہو جاؤ گے، اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ (الانفال/۴۵-۴۶)

غور فرمایا جائے، اس آیت میں آپسی تنازع اور افتراق سے نہ صرف یہ کہ روکا جارہا ہے بلکہ اس کی مضرات کا بھی ذکر ہورہا ہے، اور اس سے پہلے ''اللہ ورسول کی اطاعت'' کا صریح حکم بھی دیا گیا ہے، اس لئے کہ باہمی نزاع اور افتراق سے حفاظت کی ضمانت اللہ ورسول کی اطاعت ہی میں ہے۔

دوسرے مقام پر وارد ہوا ہے:

ترجمہ: اگر یہ لوگ اسی طرح ایمان لے آئیں جیسے تم ایمان لائے ہو تو یہ ہدایت یاب ہیں، اور اگر روگردانی کریں تو در حقیقت وہ ہٹ دھرمی اور شقاق میں مبتلا ہیں۔ (البقرۃ/۱۳۷)

اس آیت سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ ایمان کامل وحدت و اجتماعیت کے جذبات مضبوط کردیتا ہے، اور جب خواہشات نفس غالب ہوتی ہیں تو شقاق وافتراق اور عناد وانکار کے جراثیم مضبوط ہوتے چلے جاتے ہیں، گویا ایمان کامل اور اتباع کتاب وسنت ہی وہ بنیاد ہے جو انسان کو عناد وافتراق کی لعنت سے دور رکھ سکتی ہے، نصاری کے بارے میں ارشاد قرآنی ہے:

ترجمہ: جن لوگوں نے کہا تھا کہ ہم نصاری ہیں، ان سے بھی ہم نے عہد لیا تھا، پھر جس چیز کی ان کو نصیحت کی گئی تھی، اس کا ایک بڑا حصہ وہ بھی بھلا بیٹھے، چنانچہ ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لئے دشمنی اور بغض پیدا کردیا۔ (المائدۃ/۱۴)

اس آیت میں واضح کیا گیا ہے کہ نصاریٰ جب وحی الٰہی اور حکم خداوندی کو بھلا بیٹھے تو اس کی سزا کے طور پر انکی صفوں میں انتشار اور افتراق

پیدا ہوگیا، اس تذکرے سے اصل مقصد امت مسلمہ کو یہ آگاہی دینا ہے کہ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اعراض واغماض کی نحوست باہمی افتراق اور انتشار کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔

امت محمدیہ کو واضح الفاظ میں یہ حکم دیا گیا ہے:

ترجمہ: اللہ کی رسی (قرآن) کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رکھو اور آپس میں پھوٹ مت ڈالو۔ (آل عمران/۱۰۳)

اس میں یہ صاف اشارہ موجود ہے کہ آپسی پھوٹ اور افتراق سے حفاظت کا راستہ قرآن سے مستحکم فکری وعملی تعلق ہے، اور کتاب اللہ سے اعراض ہی وحدت امت کی راہ کی سب سے بنیادی رکاوٹ ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

''لوگ جب کتاب وسنت کے احکام وتعلیمات کو جہالت کی بنا پر یا عناد اور غلبۂ ہوا وہوس کی بنیاد پر پس پشت ڈال دیتے ہیں، تو ان کے درمیان عداوت اور بغض کے حالات پیدا ہوجاتے ہیں، ان کو مجتمع رکھنے والی چیز وحی الٰہی ہے، جب وحی الٰہی سے تعلق نہیں رہا تو پھر ہر ایک ٹکڑیوں میں بٹ جاتا ہے۔'' (مجموع فتاوی شیخ الاسلام: ۳/۴۱۹)

غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وحی الٰہی کو پس پشت ڈالنے کا سبب یا تو جہل ہوتا ہے یا خواہش نفس کی اتباع، امام شاطبیؒ نے نقل کیا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے دل میں ایک دن یہ خیال آیا کہ جب پوری امت کے نبی ایک ہیں، اور وہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تو پھر امت میں اختلاف کیسے ہوگا؟ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کو بلایا اور فرمایا: اس امت کا نبی ایک ہے، کتاب ایک ہے، قبلہ ایک ہے، پھر ان میں اختلاف کیسے ہوگا؟ اس کے جواب میں حضرت ابن عباسؓ نے کہا: اے امیر المومنین! ہم پر قرآن اتارا گیا، ہم نے اسے پڑھا، سیکھا، اس کا پس منظر اور اصل مفہوم سمجھا، ہمارے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن تو پڑھیں گے مگر نہ انہیں آیات قرآنی کا اصل پس منظر اور حقیقی مورد معلوم ہوگا اور نہ مفہوم معلوم ہوگا، پھر وہ اپنی اپنی عقل اور رائے سے کام چلائیں گے، آرا مختلف ہوں گی، پھر یہ اختلاف باہمی قتال تک جا پہونچے گا۔

امام شاطبیؒ نے اس واقعہ کے ذکر کے بعد لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا تجزیہ بالکل درست ہے، انسان کو اگر آیت قرآنی کا واقعی پس منظر اور مفہوم معلوم ہو، تو وہ کبھی گمراہ نہیں ہوگا اور ٹھوکر نہیں کھائے گا، اور انسان لاعلم ہو تو پھر اپنی عقل سے کام لے گا، اندازوں سے کام چلائے گا، قیاس وتخمین میں مبتلا ہوگا، نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ خود بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔ (الاعتصام: ۲/۱۸۳)

جہالت کی طرح اتباع ہوی بھی گمراہی کا بنیادی سبب ہے، حضرت داؤدؑ کو حکم دیا گیا تھا جس کا ذکر قرآن میں ہے:

ترجمہ: اے داؤد! ہم نے زمین میں تم کو خلیفہ بنایا ہے، لہذا تم لوگوں کے درمیان برحق فیصلے کرو، اور نفسانی خواہش کے پیچھے مت چلو، ورنہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی، یقین رکھو کہ جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں، ان کے لئے سخت عذاب ہے، کیونکہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا تھا۔ (ص/۲۶)

علامہ یوسف قرضاوی تحریر فرماتے ہیں:

''خواہش نفس کی پیروی اجتماعیت کا شیرازہ بکھیر دیتی اور وحدت کو پارہ پارہ کر دیتی ہے، اس لئے کہ حق ایک ہے، اور خواہشات نفسانیہ بے شمار، دور قدیم میں بھی اور موجودہ حالات میں بھی امت مسلمہ میں تفریق پیدا کرنے والی اصل چیز اتباع ہوی ہی ملتی ہے، اسی لئے اہل السنہ صراط مستقیم سے برگشتہ افراد کو "أهل الأهواء" (خواہشات نفسانیہ کے پیروکار) کا نام دیتے ہیں۔'' (الصحوۃ الاسلامیۃ/۲۸۸)

اسی لئے ایک حدیث نبوی میں امت کے مختلف فرقوں میں منقسم ہوجانے کی پیشین گوئی اور اس کی شناعت ومضرات کے ذکر کے بعد یہ بھی وارد ہوا ہے کہ:

ترجمہ: عنقریب میری امت میں ایسی قومیں ظاہر ہوں گی جن میں بدعات اور نفسانی خواہشات اسی طرح سرایت کر جائیں گی جیسے ہڑک سگ گزیدہ انسان میں سرایت کرجاتی ہے، اس کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ اس کے اثر سے محفوظ نہیں رہتا۔ (ابوداود)

معاصر حالات میں فکری اور عملی اعتبار سے امت میں جو جماعتیں اور فرقے ایک دوسرے کے خلاف محاذ قائم کئے ہوئے ہیں، بالعموم ان میں اتباع ہوی کے یہ جراثیم دیکھے جاسکتے ہیں، امام شاطبیؒ نے کیسی فکر انگیز بات

فرمائی ہے، لکھتے ہیں:

''جو مسئلہ اسلام میں پیدا ہوا، اور لوگوں کا اس میں باہم اختلاف ہوا، مگر وہ اختلاف عداوت و بغض و عناد کا سبب نہیں بنا، ہم سمجھتے ہیں کہ وہ اسلام کے مسائل میں سے ہے، اور جو مسئلہ باہمی عداوت، فرقت اور قطع تعلق کا سبب بن جائے، ہم سمجھتے ہیں کہ اس کا دین و اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، اسلام تو الفت، باہمی محبت، ہمدردی اور اجتماعیت کا داعی ہے، جو رائے اور مسئلہ اس کے برخلاف انتشار و نزاع کا باعث بن جائے وہ دین سے خارج ہے۔'' (الاعتصام/۴۲۹)

اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ کتاب و سنت سے اعراض، جہالت اور خواہشات کی اتباع وہ امور ہیں جو وحدت باہمی کا مزاج تشکیل پانے میں بنیادی رکاوٹیں ہیں۔

(۲) غلو اور تعصب

وحدت امت کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ افراد اور جماعتوں کا فکری و عملی غلو اور عدم اعتدال و توازن ہے، مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب قدس سرہ نے بجا فرمایا ہے:

''میرے نزدیک مسلمانوں میں باہمی آویزش اور شقاق و جدال کا ایک بہت بڑا سبب فروعی واجتہادی مسائل میں تحزب و تعصب اور اپنی اختیار کردہ راہ عمل کے خلاف کو عملاً باطل اور گناہ قرار دینا اور اس پر عمل کرنے والوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا ہے جو اہل باطل اور گمراہوں کے ساتھ کرنا چاہئے تھا۔''

(وحدت امت/۲۲)

فقہیات میں اختلاف دور اول سے ہے، لیکن چونکہ سلف صالحین کے طبائع غلو سے پاک تھے اور تعصب سے نفور تھے، اس لئے ان کے یہاں اختلاف کبھی نزاع و جدال کا باعث نہیں بنتا تھا، ان کے یہاں اختلاف رائے باہمی احترام کے ماحول میں ہوتا تھا، موجودہ حالات میں بطور خاص علماء کے طبقے میں اختلاف رائے کو برداشت کرنے کی گویا صلاحیت ہی باقی نہیں ہے، فروعی مسائل میں بھی ایسا رویہ و انداز اختیار کیا جاتا ہے جیسے وہ اصول وعقائد کا معاملہ ہو، احترام و مروت کے جذبات گویا ختم ہو گئے ہیں، اس صورت حال نے علماء کی بے وقاری بھی بڑھائی ہے اور امت میں انتشار وافتراق بھی بڑھایا ہے۔

علماء کے طبقے میں غلو اور بے اعتدالی پیدا ہونے کا بنیادی سبب احکام شریعت کے مدارج کو سمجھنے اور برتنے سے تغافل ہے، غور کیا جائے کہ اساسیات شریعت اور عملی احکام کے مدارج میں فرق ہے، پھر قطعی و اجماعی احکام اور اجتہادی احکام میں بھی فرق ہے، پھر اجتماعی احکام میں فرائض و واجبات اور محرمات و مکروہات بھی ایک درجہ کے نہیں ہیں، ان میں فرق ملحوظ نہ رکھا جائے تو افراط یا تفریط کا شکار ہونا پڑے گا۔

سلف صالح مدارج احکام سے بھی مکمل طور پر باخبر تھے، ان کے قلوب اخلاص سے معمور تھے، ان میں باہم متعدد فروعی مسائل میں اختلافات تھے، مگر تمام تر اختلاف رائے و فکر کے باوجود ان کے ہاں دوسرے کا مکمل احترام و پاس بھی تھا، اس لئے انہوں نے اختلاف کو کبھی عناد اور منافرت کی سطح تک پہونچنے نہیں دیا، اسلام کے دور اوّل کو دیکھئے: خود حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے درمیان مختلف مسائل میں اختلاف تھا، حضرت ابو بکرؓ مانعین زکوۃ سے جہاد پر پورے شرح صدر کے ساتھ مصر تھے، ابتداء میں حضرت عمرؓ اس رائے کے خلاف تھے، (گو بعد میں انہوں نے اپنی رائے بدلی) وظائف مقرر کرنے کے باب میں حضرت ابو بکرؓ کا موقف مساوات کا جبکہ حضرت عمرؓ کا موقف فرق مراتب ملحوظ رکھے جانے کا تھا، مرتدین کی عورتوں کو مملوک بنائے جانے کے مسئلے میں حضرت ابو بکرؓ مثبت موقف رکھتے تھے، جب کہ حضرت عمرؓ کی رائے اس کے برعکس تھی، مفتوحہ اراضی کے مسئلہ میں بھی دونوں کی رائیں الگ الگ تھیں۔

لیکن ان سب کے باوجود باہمی احترام و تعلق کا عجب عالم تھا، حضرت عمرؓ نے یہاں تک فرمایا: خدا کی قسم: ابو بکر کی ایک رات کی عبادت عمر اور آل عمر کی پوری زندگی کے عمل سے بہتر ہے۔ (حیاۃ الصحابۃ: ا/۲۴۲)

دور صحابہ و تابعین میں، اسی طرح ائمہ متبوعین میں اور تمام علمائے سلف میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں جو موجودہ حالات میں تمام علماء اور خدام دین کے لئے خضر طریق اور مشعل راہ ہیں۔

مشہور مخلص قائد شیخ حسن البنا شہیدؒ (مصر) کے واقعات میں ہے کہ ایک علاقے میں جہاں تراویح (کی رکعات) کا مسئلہ مسلمانوں کے دو طبقات میں بہت بڑے معرکے کی صورت اختیار کر گیا تھا (واضح رہے کہ ہمارے ملک واطراف میں بطور خاص آج بھی یہ مسئلہ باہمی آویزش کا بہت بڑا سبب بنا رہتا ہے) شیخ نے دونوں طبقات کو جمع کر کے بہت درد کے ساتھ

فرمایا: بتائیے! نماز تراویح کا شرعی حکم کیا ہے؟ سب کا جواب یہی تھا کہ یہ نماز سنت ہے، شیخ نے پھر فرمایا: مسلمانوں میں باہم اخوت قائم رکھنا اور جدال وافتراق نہ ہونے دینا شرعاً کیسا ہے؟ سب نے کہا: یہ بنیادی دینی اور ملی فریضہ ہے، شیخ نے فرمایا: بتائیے: کیا شریعت میں یہ گنجائش ہے کہ ایک سنت کے لئے ہم ایسے فریضے کو ترک کردیں اور نظر انداز کردیں جو وقت کا اولین تقاضا ہے؟

واضح ہوا کہ افراط وتفریط، غلو، تشدد اور تعصب سے مکمل اجتناب، اعتدال وتوازن کی کامل رعایت، احکام شرعیہ کے مدارج ومراتب کے ادراک اور انہیں پیش نگاہ رکھے بغیر وحدت امت کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا، اور اس کے بغیر باہمی فروعی اختلاف کو منافرت کی سطح تک پہونچنے سے روکا بھی نہیں جاسکتا۔

(۳) خدمت دین کے دیگر شعبوں کو فریق سمجھنا

تیسری قابل توجہ چیز یہ ہے کہ دین کی خدمت کے تمام شعبے باہم رفیق ومعاون ہیں، انہیں اپنا فریق ومزاحم سمجھنا یا ان کے ساتھ تفریق کا برتاؤ کرنا آج کے حالات میں وحدت امت کے راستے کی بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

غور فرمایا جائے، ہر دور میں اہل حق کی خدمت دین کے راستے، میدان، محاذ اور گوشے الگ الگ رہے ہیں، خدمت دین کا ایک میدان تعلیم وتعلم ہے، دوسرا میدان مسلمانوں میں امر بالمعروف، نہی عن المنکر، دعوت وتبلیغ کا کام ہے، تیسرا میدان غیر مسلموں میں دعوت دین کا عمل ہے، چوتھا میدان اصلاح وارشاد وتزکیہ وتربیت کا خانقاہی نظام ہے، پانچواں میدان باطل وکفر کا تعاقب اور ان کی مغالطہ انگیزیوں کا رد ہے، چھٹا میدان تقریر ووعظ کا مشغلہ ہے، ساتواں میدان تحریر وتالیف کا شغل ہے، آٹھواں میدان ملی ورفاہی خدمات کا عمل ہے، ان کے علاوہ اور بھی میدان ہیں، واقعہ یہ ہے کہ یہ سارے کام انتہائی اہم ہیں، اللہ اپنی سنت کے مطابق خدمت دین کے ان تمام شعبوں کو زندہ وباقی رکھنا چاہتا ہے، اس لئے تکوینی طور پر کسی کو ایک شعبے کے لئے، کسی کو دوسرے شعبے کے لئے، کسی کو ایک میدان میں کام کرنے کے لئے اور کسی کو حسب توفیق ایک سے زائد میدانوں میں کام کے لئے منتخب فرمالیتا ہے۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے بقول ہماری اصل غلطی راستوں کو منزل سمجھ لینا ہے، اگر دین کے کسی شعبے کا خادم اپنی محنت کو راہ خدمت کے بجائے اصل منزل سمجھ لے گا تو اس کا وہی نتیجہ برآمد ہوگا جس کا منظر ہمارے سامنے ہے کہ پھر وہ دوسرے میدانوں کے خدام کو اپنا فریق سمجھنے لگے گا، اسے اپنے حق ہونے اور دوسروں کے باطل ہونے پر اصرار ہوگا۔

وحدت امت کی فضا سازگار بنانے کے لئے تمام خدام دین کو یہ سمجھنا ہوگا کہ مختلف شعبوں کی تمام خدمتیں منزل نہیں ہیں، راستے ہیں، سب کی اصل منزل ''اعلاء کلمۃ اللہ'' ایک ہے، بقول عربی شاعر۔

عباراتنا شتیٰ و حسنک واحد
و کل إلیٰ ذاک الجمال یشیر

محبوب کا حسن ایک ہے، اظہار حسن کے لئے عبارتیں اور اسلوب مختلف ہیں، سب کا مقصد ایک ہی حسن کا بیان وتوصیف ہے۔

(۴) سب وشتم اور تنقیص

وحدت امت کے راستے کی بہت نمایاں رکاوٹ زبانِ نقد وتنقیص کی بے لگامی ہے، اور اس چیز نے آتشِ اختلاف کو بہت ہوا دی ہے، دین کی اولین نمائندہ شخصیات (صحابہ، تابعین، ائمہ متبوعین) تو ہر لحاظ سے واجب الاحترام ہیں، ان کی بے توقیری، ان کی تنقیص اور ان کی شان میں گستاخی عام اہل ایمان کے لئے ناقابل برداشت ثابت ہوتی ہے، اور ملت کے جو طبقات یا افراد شعوری یا غیر شعوری طور پر ان اسلاف کے لئے ناروا الفاظ کا استعمال کرتے ہیں وہ اپنی عاقبت خراب کرنے کے ساتھ تفریق بین المسلمین کے دشمنانہ کاز کو طاقت بھی پہونچا دیتے ہیں، اس لئے اس تعلق سے حساسیت اور کامل احتیاط کا دامن تھامے بغیر امت وحدت کی راہ پر نہیں آسکتی۔

سیرت نبویہ میں غیر مسلموں کے بارے میں اس درجہ خیال وپاس کے نمونے موجود ہیں کہ ان کے آباء واکابر اور بڑوں کے بارے میں کف لسان کیا جائے اور ان کی دل آزاری کا سبب نہ بنا جائے، ابولہب کی بیٹی کے قبول ایمان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بلا وجہ ابولہب کو برا کہنے سے منع فرمایا، قرآن نے ''سد ذریعہ'' کے طور پر مشرکین کے معبودان باطل تک کو سب وشتم کرنے سے روکا ہے۔ (الانعام/۱۰۸)

جب غیر مسلموں کے تعلق سے یہ ہدایات ہیں تو خود وہ لوگ جو مسلمانوں کے کسی مسلک یا مشرب کے حاملین کے ہاں عقیدت واعتماد کا مرکز ہیں ان کے بارے میں کف لسان اور ان کی تنقیص اور سب وشتم سے کلی اجتناب کس درجہ ضروری قرار پاتا ہے، موجودہ حالات میں ملی وحدت

کے قیام کے لئے اس پہلو کی رعایت سب سے زیادہ ضروری ہے۔

(۵) مشترک اقدار کے بجائے اختلافی پہلوؤں کی طرف توجہ

فکر، رائے، مشرب، مسلک اور نظریہ میں واضح اختلاف کے باوجود باہمی اتحاد واشتراک کی فضاء قائم کرنے کے لئے ایک بنیاد یہ ہے کہ تمام خدام دین اختلافی پہلوؤں کے بجائے ان امور کو پیش نگاہ رکھیں جو قدر مشترک کا مقام رکھتے ہیں، دیگر مذاہب میں مختلف فرقوں کے درمیان مشترک اقدار بہت کم ملتی ہیں، مگر اسلام کے حاملین کے مختلف فرقوں میں مشترک اقدار بہت زیادہ ہیں، ان کو بنیاد بنا کر امت مجتمع ہوسکتی ہے۔

امت کے باہمی فروعی اختلافات کا خاتمہ تو ناممکن ہے، لیکن ''نتعاون فیما نتفق'' (مشترک امور میں اشتراک وتعاون) کا اصول پیش نظر رکھا جانا بنیادی ضرورت ہے، جب قرآن اہل کتاب کو ''کلمۃ سواء'' کے نقطۂ وحدت واشتراک پر آنے کی دعوت دے رہا ہے۔ (آل عمران/۶۴) پھر کیا وجہ ہے کہ آج خدام دین اپنے کلمہ گو بھائیوں کو مشترک اقدار کے لئے اکٹھا کرنے میں پس وپیش سے کام لیں؟

ہندوستان میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اسی فکر کے ساتھ اجتماعیت کی کامیاب، مؤثر اور بارآور کوشش کی ہے، ضرورت ہے کہ اس پودے کو تناور درخت کی شکل دی جائے، اس کے بغیر باہمی خلیجوں اور فاصلوں کا سمٹنا بہت مشکل ہے۔

(۶) دعوت دین سے غفلت

وحدت امت کے لئے ایک بہت فکر انگیز پہلو یہ ہے کہ خدام دین کی اصل صلاحیتیں ایسی تعمیری، مثبت اور اساسی مہم اور مشن میں صرف ہونے لگیں جو انکی توجہ عناد تک پہونچانے والے فروعی اختلافات سے بالکل ہٹادیں، غور کیا جائے تو آج مسلمانوں کے لئے اپنی صلاحیتوں کو صرف کرنے کا اہم میدان غیروں میں دعوت دین کا ہے، اگر خدام دین اپنے مسلکی اختلافات کے بجائے اس اہم اور ضروری مشن کی طرف اپنی توجہ مرکوز کرلیں تو ایک طرف حق کے متلاشی افراد کے لئے گوہر مطلوب کی فراہمی کا کام بھی ہوگا، اسلام کے تعلق سے مغالطہ انگیزیوں کے پردے چاک بھی ہوں گے، اور دوسری طرف خدام دین کی قوتیں صحیح سمت میں استعمال ہوکر امت کے لئے تفریق وانتشار کی لعنت سے حفاظت کا ذریعہ اور وحدت امت کے قیام کا باعث بھی ثابت ہوں گی۔

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے:

ترجمہ: اللہ نے مجھے پوری انسانیت کے لئے رحمت بنا کر مبعوث کیا ہے، میرا پیغام سب کو پہونچا دو، اور اختلاف کا شکار مت ہونا۔

اس پر صحابہ نے اختلاف سے بچنے کا عہد بھی کیا۔

غور کیا جائے تو اس حدیث میں دعوت دین کی تلقین کے ساتھ یہ اشارہ بھی موجود ہے کہ اس عمل میں انتشار واختلاف کی نحوست ختم کرکے امت کو وحدت واخوت کی منزل پر لانے کی مکمل تاثیر موجود ہے، آج دعوت دین کے فریضے سے جو مجرمانہ کوتاہی پائی جارہی ہے، ہماری صفوں کے انتشار میں بہت بڑا کردار اس کا بھی ہے۔

حاصل

یہ چند بنیادی نکات مختصراً ذکر کئے گئے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ ایک عرب مفکر کے بقول:

''مسلمانوں کا سب سے مہلک مرض اختلاف وافتراق ہے، اور اس مرض کی سب سے کارگر دوا اتحاد کو ہر صورت میں قائم کرنا ہے۔''

امت کے شیرازہ کے بکھراؤ نے ہر جہت سے امت کو ذلیل اور کمزور کردیا ہے، بقول عربی شاعر ؎

أنی اتجهت إلی الإسلام فی بلد
تجده كالطير مقصوصاً جناحاه

ہر علاقے میں مسلمانوں کی مثال اس پرندے کی سی ہے جس کے پر کتر دئے گئے ہوں اور اسے محروم پرواز کردیا گیا ہو۔

اپنی عظمت ووقار کی بازیابی اور بحالی کا صرف ایک فارمولہ ہے کہ پوری ملت مسالک ومشارب کے اختلافات اور فروق سے بالاتر ہوکر وسیع تر ملی مفاد کی خاطر متحد ہوجائے اور اس راہ میں جو بھی، جتنی بھی اور جیسی بھی رکاوٹیں آئیں، حوصلے اور قوت ارادی کے ساتھ اپنے ذاتی، وقتی اور عارضی مفادات کی پرواہ کئے بغیر ان کا خاتمہ کیا جائے، اس لئے کہ کتاب واحد (قرآن) کی حامل اور نبی واحد (محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم) کی متبع امتِ ''واحدہ'' کی اصل شناخت ہی اس کی ''وحدت'' ہے، اور اپنی شناخت کھو دینے سے بڑی محرومی کیا ہوسکتی ہے؟

❁❁❁

جامعہ ہدایت کی مختصر تاریخ وخدمات

ابوسعید ندوی (استاذ جامعۃ الہدایت جے پور)

جامعہ ایک تعلیمی ادارہ ہی نہیں ہے بلکہ ایک تحریک ہے جس کے منفرد نصاب، نظامِ تعلیم، وسیع وعریض کیمپس اور سہولیات سے بھر پور جدید طرزِ تعمیر کی شاہکار عمارتوں نے، ملت اسلامیہ ہندیہ کی تاریخ میں روشن باب کا اضافہ کیا ہے۔

اس تحریک کے بانی حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مجددی نے اپنے دادا حضرت مولانا شاہ محمد ہدایت علی مجددی نقشبندیؒ کے خواب کی تعبیر کے لیے سب سے پہلے جامعۃ الہدایہ کی بنیاد رکھی۔ اس ادارہ نے اسلامی علوم کے ساتھ عصری علوم اور تکنیکی تعلیم کو اپنے نصاب میں شامل کر کے مدارسِ اسلامیہ کی تاریخ میں اہم رول ادا کیا۔ اس تحریک کے بنیادی مقاصد میں امت میں تعلیمی انقلاب پیدا کرنا ہے۔ امت مسلمہ کو جہالت کی تاریکی سے نکال کر ہمہ جہت ترقی پر گامزن کرنا ہے۔ جامعۃ الہدایہ کے کامیاب تجربہ کے بعد ۱۹۹۷ء میں امام ربانی اسکول سیریز کی بنیاد دو اسکول سے رکھی گئی اور ان دونوں اسکول میں اردو اور اسلامیات کو خصوصیت سے نصاب میں شامل کیا گیا۔ نصابی کتب میں انہی کتابوں کو جگہ دی گئی جن کو پڑھ کر طلبہ ملک و ملت کے لیے مفید ثابت ہوں اور خود دونوں جہاں میں کامیاب و بامراد ہوں۔ اسی طرح امت کی تعلیمی، فلاحی اور سماجی کاموں کے لیے دیگر مستحکم ادارے قائم کیے گئے۔ گجرات فسادات کے بعد مسلمانوں کی قانونی چارہ جوئی کے لیے بھی ایک تنظیم قائم کی گئی اور مظلوموں کو انصاف دلانے کے لیے پچاس وکلاء کی خدمات حاصل کی گئیں۔ الحمد للہ حضرت مولانا محمد فضل الرحیم مجددی دامت برکاتہم کی کوششوں سے انصاف کے حصول میں بڑی کامیابی ملی اور مظلومین کو انصاف ملا اور ظالموں کے حوصلے پست ہوئے۔ سِول سروِسیز اور دیگر مقابلہ جاتی امتحانات کی تیاری کے لیے کریسنٹ اکیڈمی کا قیام عمل میں آیا اور اس ادارہ نے کم مدت میں بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ ہر سال کے نتائج حوصلہ افزا رہے ہیں۔

جامعۃ الہدایہ، الہدایہ اسلامک ریسرچ سینٹر، امام ربانی سینئر سیکنڈری اسکول، کریسنٹ اکیڈمی، مولانا عبدالرحیم ایجوکیشنل ٹرسٹ، مولانا عبدالرحیم چیری ٹیبل ٹرسٹ، مولانا عبد الرحیم فاؤنڈیشن، اسٹرائیو فار ایکی نس اینڈ امپاورمنٹ، فاؤنڈیشن فار سول لبرٹیز اور موسیٰ فاؤنڈیشن کے پلیٹ فارم سے انسانوں کی فلاح و بہبود خصوصیت سے امت مسلمہ کی تعلیمی، سیاسی، معاشی اور سماجی ترقی کی جدوجہد جاری ہے تاکہ امت مسلمہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت وسربلندی کو حاصل کر لے۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کے چوبیسویں اجلاس کی میزبانی بھی ہے، اس سے قبل ۱۹۹۳ء میں گیارہواں اجلاس جامعۃ الہدایہ میں منعقد ہوا تھا

مشن کے بانی

حضرت مولانا محمد عبدالرحیم صاحب مجددیؒ کے آباء واجداد روہیلہ پٹھان تھے۔ آپ کے پر دادا جناب یوسف علی خان صاحب رامپور (یوپی) آکر بس گئے تھے۔ وہ گھوڑوں کے ایک کامیاب تاجر تھے۔ جو ناگڈھ گجرات کے دوران سفر 1856ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔ اور وہاں کے شاہی قبرستان میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔

حضرت مولانا شاہ محمد ہدایت علیؒ ان کے سات بیٹوں میں سے سب سے بڑے تھے۔ کچھ عرصے کے بعد شاہ ہدایت علی صاحبؒ جے پور ہجرت فرما گئے۔ ہدایت علی صاحبؒ کے چار صاحبزادوں میں سے سب سے بڑے صاحبزادے حکیم الطاف علی خاں صاحب تھے۔ جو کہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحبؒ کے والد محترم تھے۔ آپ کی تاریخ پیدائش 1920ء کی ہے۔

مولانا شاہ محمد ہدایت علی صاحب مجددی نقشبندی ایک بڑے

صوفی بزرگ، عالم دین ،مفکر اور مصنف تھے۔ آپ کی ذہانت اور روحانی بصیرت کا عکس آپ کے محبوب پوتے مولانا محمد عبدالرحیم صاحب مجددیؒ میں نظر آتا تھا۔ شاہ صاحبؒ کی وفات کے بعد بارِ خلافت آپ کی خواہش کے مطابق آپ کے ہی کاندھوں پر آیا۔

شاہ محمد ہدایت علی صاحبؒ موجودہ تعلیمی نظام کے اندر ایک بنیادی اور انقلابی تبدیلی کے خواہاں تھے۔ وہ ایک ایسے تعلیمی ادارہ کا قیام چاہتے تھے جس کے طلباء دینی علوم کے ساتھ ساتھ موجودہ دنیاوی تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں تاکہ وہ دینی ودنیوی دونوں فوائد سے محظوظ ہوں۔

جامعۃ الہدایہ اس مشن کا صرف ایک حصہ ہے، اس مشن کا مقصد ملت اسلامیہ کی مجموعی طور پر ترقی اور اس کے کھوئے ہوئے درخشاں ماضی کی بحالی ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے مولانا آخر تک جد وجہد کرتے رہے۔ ایک ایسے مرد مومن کی طرح جس نے شریعت وطریقت کے حسین امتزاج کے ساتھ ساتھ ملت اسلامیہ کے لئے بے غرض ہو کر سادگی کے ساتھ اپنی زندگی کو وقف کر دیا۔

آپ کی شخصیت اسلامی اقدار کا مجسم تھی۔ آپ نرم خو، اعلیٰ طور پر تربیت یافتہ اور باذوق تھے۔ اس کے علاوہ عاجزی وانکساری، شرم وحیاء، روا داری سخاوت، میانہ روی جیسے اوصاف سے آپ کی شخصیت کو بھر پور حصہ ملا تھا۔

آپ نے آخری سانس 1994ء میں لی اور اس عارضی وفانی جہاں کو الوداع کہا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

جامعۃ الہدایۃ

تقریباً ۲۰۰ ملین یعنی ۲۰ کروڑ مسلمان جو کہ انڈونیشیا کے بعد دوسری بڑی آبادی ہے اپنے تابناک ماضی کے ساتھ ہندوستان میں رہتے آ رہے ہیں۔ حالانکہ انہیں اپنے Dues وحقوق حاصل کرنے کے لئے کئی دہائیوں سے بڑی جد وجہد کرنی پڑ رہی ہے۔ مسلمانوں میں ان کی غفلت سستی وکاہلی کے کئی اسباب ہیں۔ ان کی اقتصادی، تعلیمی اور سیاسی حالت نا قابل بیان ہے۔ وہ اپنے عقیدہ ومذہب پر حملہ کے خوف وہراس کے سائے میں رہ رہے ہیں۔ اور یہ خوف وہراس اس درجہ تک پہنچ گیا ہے جس نے حالات حاضرہ کے تقاضوں اور Issues کو بھی ان کی آنکھوں سے ڈھانپ کر رکھ دیا ہے۔ حالانکہ مدارس کی تعلیم کی از سر نو منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔

ایک خواب 1951ء

برصغیر ہندوستان، دنیا بھر میں اپنے بہترین دینی مدارس کے قیام وانتظام کے لئے مشہور ومعروف ہے۔ ہم اس کی ضرورت اور اس کے تعاون کے قدر رداں ہیں۔ حالات زمانہ کی تبدیلی اور تعلیم میں انقلاب کے ساتھ ساتھ معاشیات اقتصادیات تعلیم پر منحصر ہو کر رہ گئی ہے۔

ہم اپنے تعلیمی نظام کو تبدیل نہیں کر پائے۔ موجودہ Infrastructure کے ساتھ یہ مقصد بآسانی حاصل کیا جا سکتا تھا۔ بہر حال ایک عظیم روحانی شخصیت، ماہر تعلیم حضرت مولانا شاہ محمد عبدالرحیم صاحب مجددی نے اس ضرورت کو محسوس کیا۔ آپ کا بنیادی خیال یہ تھا کہ ان مدارس اور یونیورسٹیز سے فارغ ہونے والے طلباء اس لائق ہوں جو کہ دینی ودعوتی سرگرمی کے ساتھ ساتھ دنیوی میدان میں بھی Job حاصل کر سکیں۔ اس کے لئے آپ نے قدم بڑھایا اور ہندوستان کے مشہور مدارس کے ارباب حل وعقد سے اس بابت گفت وشنید کی۔ آپ نے مدارس میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری وتکنیکی تعلیم کی شمولیت پر زور دیا۔ بدقسمتی سے کوئی بھی اس چیلینج کو قبول کرنے کے لئے آگے نہیں بڑھا۔ آخر کار آپ نے بذات خود اس طرح کا ادارہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ دوسروں کو بھی اس مشکل لیکن ممکن راہ پر چلنے کا حوصلہ ملے۔

شاہ محمد ہدایت علی صاحبؒ کی وفات کے بعد آپ کے جانشین مولانا محمد عبدالرحیم صاحب مجددیؒ نے نہ صرف یہ کہ آپ نے اپنے دادا کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کیا بلکہ اس کو اپنی زندگی کا مقصد اور مشن بنا لیا۔ سب سے پہلے تو انہوں نے دینی مدارس کے اندر جدید نصاب کی شمولیت چاہی جس کے لئے آپ مدارس کے ارباب حل وعقد، اساتذہ ودیگر ذمہ داران سے ملے اور اپنی رائے کا اظہار کیا اور مسلسل کوشش میں لگے رہے کہ کسی طرح ان کی رائے کی تائید ہو جائے۔ لیکن آپ کو مثبت جواب نہ ملا اور آپ نے اکیلے ہی اس مشن کو عملی جامہ پہنانے کا پختہ عزم کیا۔ آپ صرف ایک تعلیمی

ادارہ کا قیام ہی نہیں چاہتے تھے ۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ دیگر ضروری عمارتیں مثلاً ہاسٹل بلڈنگ، اسٹاف کواٹرز، مسجد و مطبخ، اسپتال، پوسٹ آفس، شاپنگ سینٹر، بینک وغیرہ جو کہ ایک تعلیمی ادارے کے کیمپس کے لئے ضروری چیز ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس کے لئے آپ نے وسیع اراضی خریدی۔

آخر کار حضرت شاہ محمد ہدایت علی صاحبؒ کا خواب جامعۃ الہدایہ کی شکل میں رونما ہوا۔ 17 راگست 1976 میں بحمداللہ آپ نے جامعہ کی سنگ بنیاد رکھی۔ یہ ایک عظیم کام تھا۔ جس میں آپ کو اپنے عظیم مقصد کے صرف 10% حصہ میں کامیابی کے لئے تقریباً 12 سال لگے۔ عصری و تکنیکی علوم پر مشتمل ایک جدید نصاب تعلیم تیار کیا گیا۔ 1986ء میں باقاعدہ تعلیمی سال کا آغاز کیا گیا۔ بہت سے اداروں کو اس سے حوصلہ ملا۔ اور وہ وقت دور نہیں جب کہ ہمارے موجودہ مدارس کے نظام میں ایک مکمل انقلاب نظر آئے گا۔ الحمدللہ جامعہ نے تکنیکی تعلیم میں الیکٹریکل، میکینکل اور کمپیوٹر کے Trade میں عمدہ Labs اور ورکشاپ کا انتظام کیا ہے۔ جامعہ کا ایک بڑا Campus ہے۔ جس میں طلباء کی رہائشی عمارت اور اساتذہ کے کوارٹرز وغیرہ شامل ہیں۔

ادارہ کا مختصر خاکہ

اراضی:۔ جامعہ نے 173 ایکڑ زمین خریدی ہے جو کہ ریلوے اسٹیشن سے تقریباً 12 کلومیٹر دور جے پور دہلی شاہراہ پر واقع ہے۔

عمارت:۔ گذشتہ ۲۵ سال کے دوران جامعہ مندرجہ ذیل تعمیری منصوبوں میں کامیاب رہا ہے۔

ایڈمن بلڈنگ:۔

Administrative عمارت، یہ ایک خوبصورت Convention ہال، امیر جامعہ، اور نائب امیر جامعہ کے آفس، رجسٹرار آفس، لائبریری اور ۳۰ عمدہ بڑے Classroom پر مشتمل ہے۔

ہاسٹل:۔ یہ دو منزلہ عمارت جدید سہولیات سے آراستہ، جس میں 650 طلباء کی گنجائش ہے۔ ایک ریڈنگ روم Reading room اور Dining hall پر مشتمل ہے۔

تکنیکی Labs:۔

اس میں دو جدید کمپیوٹر لیب، الیکٹریکل و میکینکل ورکشاپ اور فیزیکس و کیمسٹری لیب اور انجینئرنگ ڈرائنگ روم ہیں۔

کرکٹ اور فٹ بال کے لئے وسیع میدان ہے۔

650 رہائشی طلباء اس کے علاوہ ایک بڑی تعداد جامعہ سے منسلک مکاتب میں زیر تعلیم ہیں۔

بنیادی مقاصد: ۔(۱) ایسی باشعور مسلم نسل تیار کرنا جو جدید اسلوب اور سائنٹفک انداز میں اسلام کی ترجمانی کر سکے۔ اور جو غیر اسلامی افکار و نظریات کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اور عقلی دلائل کے ذریعہ بھرپور مقابلہ کرنے کا حوصلہ اپنے اندر رکھتے ہوں۔ (۲) اعلیٰ دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم میں بھی مدرسہ کے طلبہ عصری اسکول کے برابر صلاحیت رکھتے ہوں۔ (۳) مدرسہ سے فراغت کے بعد ان کا دائرہ عمل منبر و محراب تک محدود نہ ہو۔ بلکہ اس سے بڑھ کر کہ وہ فکر معاش سے آزاد ہو جائیں اس کے لیے ان کو صنعت و حرفت بھی سکھائی جائے۔ (۴) جذبۂ خدا شناسی اور خدمت خلق سے بہرہ مند ہوں۔ (۵) طلبہ کی ایسی کردار سازی کی جائے کہ وہ جس جگہ اور جس حال میں ہوں داعیانہ شان کے ساتھ رہیں۔

نصاب تعلیم:۔ جامعہ نے اپنے عظیم مقاصد کے حصول کے لیے دینی علوم قرآن و حدیث، فقہ اسلامی، سیرت و تاریخ، عربی و اردو زبان و ادب کے ساتھ زمانہ کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے عصری علوم سائنس، جغرافیہ، ریاضی، انگریزی و ہندی زبان کو اپنے نصابِ تعلیم میں اس طور پر شامل کیا ہے کہ دینی علوم متاثر نہ ہونے پائیں، نیز یہاں سے فارغ ہونے والے طلبہ معاش میں خود کفیل ہوں، اس کے لیے تکنیکی تعلیم کا مناسب نظم کیا ہے۔

جامعہ کا مکمل نصاب درجہ ششم سے شروع ہو کر گریجویشن کی سطح تک ہے۔

تکنیکی تعلیم:۔ اس میں اس وقت مندرجہ ذیل تین ٹریڈز چل رہے ہیں:

(1) Computer Application. (2) Fitter Cum Welder. (3) Electrician Cum Wireman.

اس میں کمپیوٹر کی تعلیم ڈپلوما معیار کی اور تکنیکی تعلیم سرٹیفکٹ معیار کی ہے۔ مستقبل قریب میں مندرجہ ذیل کورسیز بتدریج یعنی پہلے سرٹیفکیٹ کورس عالی کے ساتھ اور بعدہ ڈپلوما کورس عالی پاس امیدواروں کے لیے شروع کرنے کا پروگرام زیر ترتیب ہے۔(۱) الیکٹرانکس اینڈ کمیونیکیشن (۲) ریفریجیریشن اینڈ ایرکنڈیشننگ (۳) آفس سکریٹیریل ٹریننگ (۴) سول انجینئرنگ (۵) آٹوموبائل انجینئرنگ۔

ورکشاپ:۔ مندرجہ ذیل ٹریڈس کی عملی تعلیم کے لیے دو ورکشاپ قائم کیے گئے ہیں جن میں ٹریڈس سے متعلق جملہ ضروری مشینوں اور آلات کا انتظام کیا گیا ہے۔ان میں بیک وقت طلباء عملی کام اور مشق کر سکتے ہیں،اس کے علاوہ جدید طرز دو کمپیوٹر سینٹر بھی قائم کیے گئے ہیں جن میں بڑی تعداد میں جدید کمپیوٹر لگائے گئے ہیں۔ان سے استفادہ کے لیے کوئی فیس نہیں رکھی گئی ہے۔ (۱) الیکٹریشین کم وائر مین (۲) ویلڈر کم فٹر (۳) کمپیوٹر سینٹر

درجۂ حفظ وتجوید قرآن:۔

ایسے طلباء کے لیے جو حفظ قرآن اور تجوید میں خصوصی رجحان رکھتے ہوں درجہ حفظ بھی قائم ہے۔نیز تجوید وقرأت کی باقاعدہ مشق کرائی جاتی ہے۔

طلبہ کو جامعہ میں رہتے ہوئے مرکزی حکومت سے منظور شدہ کچھ کورسیز بھی کرائے جاتے ہیں تاکہ طالب علم جب جامعہ سے فارغ ہو تو اس کے پاس یہاں کے اسناد کے ساتھ سرکاری ادارہ کا سرٹیفکٹ بھی ہو۔اور وہ اسکول وکالج کے طلبہ کے شانہ بہ شانہ عصری جامعات میں داخلہ کے اہل ہوں یا اگر کوئی طالب علم جامعہ میں رہ کر اپنا تعلیمی سلسلہ کسی وجہ سے جاری نہیں رکھ سکتا ہے تو یہاں سے ہائی اسکول کرنے کے بعد اپنے وطن میں رہ کر بھی اپنا تعلیمی سفر جاری رکھ سکتا ہے

جامعہ کے سرٹیفکٹ کی منظوری عصری درسگاھوں میں:

جامعۃ الہدایہ کو مدارس عربیہ ہندیہ میں یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ مدارس اسلامیہ میں سب سے پہلے اس کے درجہ دہم (X) کے سرٹیفکٹ کو بعض عصری جامعات نے ہائی اسکول کے مساوی تسلیم کیا ہے، اور جامعہ کا درجہ دہم (X) پاس طالب علم درج ذیل عصری جامعات کے گیارہویں کلاس کے ٹیسٹ میں بیٹھنے کا مجاز ہے،نیز انہی جامعات نے جامعہ کے عالم کو B.U.M.S اور B.A کے داخلہ امتحان میں شریک ہونے کا اہل مانا ہے۔

جامعہ سے فارغ ہونے والے طالب علم کی خصوصیات:

ا۔ اعلیٰ دینی وعربی تعلیم،یعنی قرآن وحدیث،فقہ اسلامی،سیرت وتاریخ، عربی واردو زبان وادب کی بھرپور صلاحیت۔

۲۔ اعلیٰ عصری تعلیم،یعنی سائنس،ریاضی،جغرافیہ،انگریزی وہندی زبان وادب کی اچھی صلاحیت۔

۳۔ حکومت سے منظور شدہ پروفیشنل کورسیز میں سرٹیفکٹ۔

۴۔ جامعہ میں رہ کر N.I.O.S کا امتحان پاس کرنے کے بعد مزید عصری تعلیم کے لیے کسی عصری ادارہ یعنی کالج ویونیورسٹی میں داخلہ کے لیے پوری اہلیت۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے معادلہ:

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے جامعہ کی اسناد کو منظور کر لیا ہے اور یہاں کے فارغین کے لیے اپنے یہاں داخلہ کے لیے نشستیں بھی مختص کر دی ہیں۔مزید عربی یونیورسٹیز سے معادلہ کی کوششیں جاری ہیں۔

لائبریری:۔ اساتذہ وطلبہ کے علمی استفادہ کے لیے تقریباً ۴۵ر ہزار درسی وغیر درسی کتب پر مشتمل ایک مرکزی لائبریری قائم ہے نیز ضرورت کے مطابق علمی کتابوں کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔دوسری ھدایت کلیکشن لائبریری ہے،جس میں کتب ورسائل کا عمدہ کلیکشن ہے۔

ماھنامہ ھدایت جے پور: یہ جامعۃ الھدایہ کا ترجمان ہے، سرزمین راجستھان سے شائع ہونے والا پہلا علمی،دینی،دعوتی واصلاحی ماہنامہ ھدایت،اصلاح معاشرہ کا علمبردار،مدارس اسلامیہ میں متوازن اور انقلابی تعلیم کا داعی،دعوت دین کے عصری تقاضوں سے ہم آہنگ اور ادب اسلامی کا نقیب ہے۔

اضافی سرگرمیاں (Extra Curriculum Activities)

جامعہ کی مرکزی لائبریری کے علاوہ ایک چھوٹی لائبریری طلبہ کے لیے الگ سے بھی قائم ہے جہاں سے طلبہ عصر بعد آ کر اپنی پسندیدہ کتابیں نکلواتے ہیں۔ اس کے علاوہ طلبہ میں تحریری وتقریری صلاحیت پیدا کرنے اور اس کو جلا بخشنے کے لیے اردو عربی وانگریزی میں ہفتہ واری پروگرام منعقد کرائے جاتے ہیں۔ سال میں متفرق سالانہ ثقافتی مسابقے منعقد کئے جاتے ہیں۔

کھیل وتفریح:۔ عصر تا مغرب کا وقت کھیلنے وتفریح کے لیے مخصوص ہے۔

ایک مستقل استاد کو اس شعبہ کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ جو سال کے شروع میں اپنا بجٹ کے آخر میں باقاعدہ مختلف کھیلوں کے مقابلے منعقد کئے جاتے ہیں۔ اور کامیاب کھلاڑیوں اور ٹیموں کو انعامات دیئے جاتے ہیں۔

مولانا عبدالرحیم ایجوکیشنل ٹرسٹ

امام ربانی پبلک اسکول سیریز

سچر کمیٹی رپورٹ کے مطابق مسلمانوں میں تعلیم کا تناسب بڑا ہی تشویشناک ہے۔ اور دیگر برادران وطن مثلاً ہندو، سکھ، جین، عیسائی وغیرہ یہاں تک کہ کچھ میدانوں میں تو SC, اور STs سے بھی نیچے ہے۔ اور جدید تعلیم کے لئے ہماری کوششیں دیگر برادران وطن کے مقابلے بہت کم ہیں۔

ہماری فکر:۔

ہم میں سے ہر ایک تعلیم کی اہمیت سے واقف ہے۔ لیکن مسلمانوں میں وسائل کی کمی اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ یہ بات یقینی ہے کہ Community based school قائم کر کے تعلیم کے اس مسئلہ پر تیزی سے قابو پایا جا سکتا ہے۔ اسی لئے مولانا عبدالرحیم ایجوکیشنل ٹرسٹ قائم کیا گیا ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ مسلمانوں نے بڑی تعداد میں دینی مدارس قائم کئے ہیں۔ لیکن مدارس کی تعلیم مسلمانوں کے کئی طبقوں کے نزدیک قابل ترجیح نہیں ہے۔ اس لئے وہ بچوں کی ابتدائی تعلیم کے لئے یا تو سرکاری اسکول یا پرائیویٹ اسکول کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

سرکاری اسکول ہر جگہ موجود نہیں ہیں۔ اس لئے دن بدن پرائیویٹ اور پبلک اسکول کا رجحان پرائمری تعلیم کے لئے بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ اسکول چونکہ کمرشیل ہوتے ہیں اس لئے مہنگے ہوتے ہیں اور عام مسلمانوں کی پہونچ سے دور، دوسری جانب دیگر Communities کی جانب سے مختلف تنظیمیں پرائمری اسکول کھول رہی ہیں۔ ایسے مسلم اسکول چند ہی ہیں جو کہ مرکزی بورڈ یا صوبائی بورڈ سے منظور شدہ ہوں اور عصری تعلیم کے ساتھ بنیادی اسلامی تعلیم بھی غریب مسلمان بچوں کو دے رہے ہوں۔ اس چیز کو مدّ نظر رکھتے ہوئے جامعۃ الہدایۃ نے Molana Abdur Rahim Educational Trust قائم کیا۔ جو اپنا کام بڑے کامیاب طریقہ سے جاری رکھے ہوئے۔

پہلا امام ربانی اسکول 1996ء

کربلاء اسکول:۔

کربلاء جے پور شہر کے علاقہ جل محل میں واقع ایک مسلم اکثریت والا علاقہ ہے۔ یہاں غریب مسلمان اس بات کے متحمل نہیں کہ وہ اپنے نونہالوں کو پبلک اسکول میں تعلیم دلا سکیں۔ ناخواندگی اور جہالت کے باعث بدعات وخرافات ان میں پنپ رہی تھی۔ چنانچہ پبلک اسکول کے لئے اس خطہ کا فیصلہ کیا گیا۔ الحمدللہ آج کی تاریخ میں ۳۰۰ طلباء اس اسکول میں قابل برداشت فیس کے ساتھ بنیادی دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بعد میں یہ اسکول ہدایت باغ میں منتقل کر دیا گیا۔

دوسرا امام ربانی اسکول 1998ء

کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہوئے ایک دوسرا بڑا اسکول جے پور شہر کے قلب محلّہ ہانڈی پورا میں قائم کیا گیا۔ یہ گھنی مسلم آبادی والا بڑا علاقہ ہے۔ اسکول کی شروعات پرانی عمارت میں کی گئی ہے۔ جس میں 125 طلباء کی گنجائش تھی۔ 2013ء تک 3500 طلباء کی گنجائش ہوگئی ہے۔ ابھی بھی بہت سے طلباء کو گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے داخلہ کے لئے معذرت کرنا پڑتی ہے۔ اسکول راجستھان بورڈ سے بارہویں تک کے لئے منظور شدہ ہے۔

کریسنٹ اکیڈمی

برائے سول سروسیز امتحانات

Civil Services کی اہمیت :

جمہوری نظام حکومت کو معاونت کرنے کے لئے عاملہ ایک اہم ستون کی حیثیت رکھتی ہے۔ ایماندار اور غیر متعصب افسران فرقہ پرست سیاست دانوں کے زہریلے اور برے محرکات کو کنٹرول کرنے اور ان پر نگاہ رکھنے میں ایک اہم اور فیصلہ کن رول ادا کر سکتے ہیں۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ سول سروسز کے اندر ہماری نمائندگی بہت کم ہے۔ ملت اسلامیہ کی جانب سے اس میدان میں کوئی کوشش سنجیدگی کے ساتھ نہیں کی گئی۔ موجودہ وقت میں کئی ایسے میدان ہیں جس میں نہ تو ہماری کوئی نمائندگی ہے اور نہ کوئی تعاون مثلاً میڈیا، بلکہ اس کے علاوہ کئی ایسے اہم میدان عمل ہیں جو کہ ہماری حصہ داری سے مکمل خالی ہیں۔ یہ میدان ملک کی شہ رگ کے مانند ہیں۔ مثال کے طور پر سول سروسز امتحان کے لئے کوچنگ سنٹر۔ آج کے دور میں تعلیم کافی حد تک پرائیویٹ ہو چکی ہے۔ سول سروسز امتحانات کی تیاری کرانے کے لئے تقریباً ہر شہر میں کوچنگ سینٹر قائم ہو رہے ہیں۔ جبکہ سول سروسز میں ہماری نمائندگی نہ کے برابر ہے۔ دوسری جانب کوچنگ سینٹر میں بھی ہماری جانب سے مکمل خلا ہے۔ اگر چہ حکومت اقلیتوں کو کوچنگ سینٹر سہولت مہیا کراتی ہے۔ لیکن ان نوکریوں کے لئے امیدوار پرائیویٹ کوچنگ سینٹر کو ترجیح دیتے ہیں۔

اس کے لئے مولانا محمد فضل الرحیم صاحب مجددی نے اس چیلنج کو قبول کیا اور اس خلا کو پر کرنے کے لئے عملی قدم بڑھایا۔ آپ کے تجدیدی جذبہ اور انقلابی سوچ کے باعث مسلمانوں میں اس کا رول دیکھنے کو ملتا ہے۔ کم از کم اتر پردیش اور دہلی میں۔ آپ کے قائم کردہ انسٹی ٹیوٹ میں بلا کسی تفریق مذہب و ملت طلباء Competitive امتحان کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔ ہم بغیر کسی جھجک کے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے کوچنگ سنٹر سے نکلنے والے کامیاب Appointed طلباء اپنی ذمہ داری اور ڈیوٹی بلا کسی امتیاز، بھید بھاؤ کے امانت داری اور یکسوئی کے ساتھ انجام دیں گے۔

Crescent Academy Aligarh:-

اس مقصد کے لئے پہلا سینٹر کریسنٹ اکیڈمی کے تحت علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے Admin block کے نزدیک عائشہ کالج میں 2002ء میں قائم ہوا۔

یہ سینٹر یونیورسٹی کے سابق ریٹائرڈ Polytechnic کے پرنسپل جناب ضیاء الحسن صاحب کی زیر سرپرستی کامیابی کے ساتھ رواں دواں ہے۔ اس سینٹر کو صوبائی Judicial Services کے امتحانات میں قابل ذکر پوزیشن حاصل ہوئی ہے۔ کئی Student کا PCS officer اور Judegs بننے کا Credit اس Center کو جاتا ہے۔

Crescent Academy Delhi:-

علیگڑھ اور لکھنؤ کے Centers کے تجربات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اس نتیجہ پر پہونچے کہ اگر چہ یہ سینٹر صوبائی Services کے امتحانات کی ضرورت پوری کر رہے ہیں۔ ہمیں دہلی میں ایک Center کی ضرورت ہے جو کہ مرکزی Civil Services کے امتحانات کی ضرورت کو پورا کر سکے۔ اس لئے کہ دہلی Civil services امتحانات کی کوچنگ Activities کا مرکز اور Hub ہے۔ کیونکہ یہاں UPSC کا آفس قائم ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ یہاں مختلف عناوین کی موزوں اور کامیاب Faculties موجود ہیں۔ دہلی اکیڈمی کی ذمہ داری دیگر سینٹرز کے مابین رابطہ Coordination بنانا، مستقبل کے لئے پلان بنانا اور دوسرے سینٹرز کے لئے پالیسیاں بنانا ہے۔ Civil services میں انٹرویو اور شخصیت شناسی ایک جزء لا ینفک کی حیثیت رکھتا ہے۔ دہلی سینٹر اس مشکل گذار مرحلہ کو امیدواروں کے لئے آسان بنانے کے لئے بطور Interview session practice کا انعقاد کرتا ہے۔ جس میں ادبی، Admnistration، و تعلیمی میدان کی ممتاز شخصیات بطور Interviewer کے شریک ہوتی ہیں۔

اس کے علاوہ دیگر (Assignment) آفس کے کام کاج اکیڈمی کے اسٹاف کے ذریعہ نمٹائے جاتے ہیں۔

❁❁❁

گلابی شہر جے پور کے تاریخی مقامات کا ایک مختصر تاریخی جائزہ

مولانا محمد شمشاد ندوی (استاذ جامعۃ الہدایہ، جے پور)

راجستھان کی راجدھانی جے پور جسے گلابی نگر سے جانا جاتا ہے، اس شہر کو راجا سوائی جے سنگھ نے 1727ء میں بسایا۔ جس میں سایہ دار برآمدے، چوڑی سڑکیں اور کشادہ بازار، عظیم فصیل اور مضبوط دروازے بنائے گئے۔ ہر دروازہ کو خاص نام سے موسوم کیا گیا۔ اجمیری گیٹ، چاند پول گیٹ، زور آور سنگھ گیٹ، گنگا پول گیٹ، سورج پول گیٹ، گھاٹ گیٹ، نیو گیٹ، سانگانیری گیٹ سے ہی شہر میں داخلہ ہوتا ہے۔ اب شہر کا باہری حصہ زیادہ آباد ہو گیا ہے۔ مرزا اسماعیل بیگ کی ذہانت و قابلیت، نقشہ نویسی اور فنِ تعمیر کی مہارت نے اس شہر کو عالمی شہرت عطا کر دی ہے۔ صنعت و تجارت اور پُرامن ماحول کی وجہ سے یہاں کی آبادی میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔

اس شہر میں آمیر کا قلعہ، جے گڑھ قلعہ، موتی ڈونگری محل، جل محل، جنتر منتر، سٹی پیلیس، ہوا محل، کنک گھاٹی، چندر محل اور رام نواس گارڈن سیاحوں کے لیے خاص توجہ کے مراکز ہیں۔ اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے عبرت گاہیں ہیں، کیسے کیسے حکمراں آئے اور سب چھوڑ کر اس دنیا سے چلے گئے۔ دنیا کا عہدہ و منصب، جاہ و جلال، دولت و ثروت، ہیرے جواہرات اور حکومت و سربراہی عارضی و ناپائیدار ہیں۔ البتہ خالق کائنات کے حکموں کے مطابق زندگی گزارنے والے اور انسانوں کی خدمت کرنے والے زندہ جاوید اور کامیاب و بامراد قرار پاتے ہیں۔ تاریخی مقامات کسی کے لیے تفریح اور وقت گزاری کے لیے ہیں اور کسی کے لیے عبرت و نصیحت۔

صوبۂ راجستھان 28 ریاستوں سے مل کر تشکیل پایا ہے، ان میں ایک راجپوتانہ ہے جس کی راجدھانی کبھی آمیر اور بعد میں جے پور قرار پائی۔ اب یہ پورے صوبے کی راجدھانی ہے۔ ریاست جے پور کے مورثِ اعلیٰ ڈھولا رائے کچھواہا راجپوت نے ۹۶۷ء میں ڈھونڈھار راج قائم کیا اور آمیر کو اپنی راجدھانی بنایا۔ راجپوتانہ کے حکمرانوں کے تعلقات مغل حکمرانوں سے بہتر رہے اس لیے یہ خطہ مسلمانوں کے لیے ہمیشہ امن و سکون کا گہوارہ بنا رہا۔

تقسیم ہند کے بعد بھی یہاں مسلمانوں کی جان، مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا خاص بندوبست کیا گیا۔ آج بھی جے پور میں مسلمانوں کی بڑی آبادی ہے۔ تقریباً ساڑھے تین سو مساجد اور کئی مدارس ہیں۔ ان میں جامعۃ الہدایہ کو پورے صوبہ میں مرکزی ادارہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہ ادارہ مرجع الخلائق اور جہالت کے ماحول میں امید کی ایک بڑی کرن ہے

راجپوتانہ کے حکمرانوں میں بھارمل، مان سنگھ، مرزا راجا جے سنگھ اور سوائی جے سنگھ دوم کو شہرتِ دوام حاصل ہوئی اور ان حکمرانوں کے تعلقات مغلیہ سلطنت سے خوشگوار رہے۔ سب سے پہلے بھارمل نے مغلیہ حکومت کی تابعداری قبول کر کے اپنی لڑکی کی شادی بھی شہنشاہ اکبر سے کر دی۔ اس طرح راجپوتانہ اور مغلیہ سلطنت کی قربت بڑھتی چلی گئی۔ راجا مان سنگھ سے کون واقف نہیں، وہ اکبر کے نو رتنوں میں سے ایک تھا، وہ اکبر کا سپہ سالار، راز داں اور مشیر کار تھا۔ اکبر کی بیوی جودھا بائی سے شہزادہ سلیم کی پیدائش ہوئی جو بعد میں ملک کا حکمراں بھی بنا۔ اکبر نے راجا مان سنگھ کو کئی عہدوں کے ساتھ کابل، بہار اور بنگال کا صوبیدار بھی بنایا۔

سابق راجدھانی آمیر میں اکبری مسجد آج بھی موجود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ راجپوتانہ سے دہلی تک اس طرح کی کئی مساجد تعمیر کی گئیں، لیکن مرورِ زمانہ کی وجہ سے اب وہ مسجدیں نگاہوں کے سامنے نہیں رہیں۔ تقسیم ہند کے بعد یا تو شہید کر دی گئیں یا ان کی شکل بدل دی گئی، لیکن راجستھان میں تین مسجدیں اکبری مسجد کے نام سے معروف ہیں۔ ان میں ایک اجمیر درگاہ کے احاطہ میں، دوسری آمیر میں، تیسری منوہر پور میں آج بھی موجود ہیں۔

اکبری مسجدوں کا نقشہ یکساں ہے۔ موٹی دیواریں، کشادہ صحن، بلند دروازہ اور نقش ونگار کی ہوئی دیواریں، اپنی مثال آپ ہیں۔

اکبر کا نام آتے ہی دو نام ابوالفضل اور فیضی خود بخود ذہن میں آجاتے ہیں۔ اکبر کے دربار سے وابستہ ابوالفضل وفیضی راجستھان کے ضلع ناگور کے رہنے والے تھے، جن کے سیاہ کارنامے تاریخ کے اوراق میں ثبت ہیں۔ مجدد الف ثانی احمد سرہندیؒ نے دینِ الٰہی کے خاتمہ میں جو رول ادا کیا، وہ سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

مرزا راجا جے سنگھ (1667-1621) نے ۴۶ برسوں تک حکومت کی۔ اس دوران اسے جہانگیر، شاہجہاں اور اورنگ زیب کی سیوا میں رہنے کا موقع ملا۔ اسے شاہجہاں نے مرزا راجا کا خطاب دیا اور منصبِ شش ہزاری بھی۔ اورنگ زیب نے اسے مرہٹوں کے خلاف فوجی کارروائی کا ذمہ دار بنایا تھا۔ جے سنگھ نے شیواجی کو شکست دے کر مغلیہ سلطنت کی اطاعت کے معاہدہ پر دستخط کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس کا انتقال ۱۱۵۶ھ/۱۷۴۳ء میں ہوا۔

راجپوتانہ کے حکمرانوں میں سوائی جے سنگھ دوم نے گلابی نگر جے پور کو بسا کر عالمی شہرت حاصل کی۔ اس نے فارسی وسنسکرت اور علمِ نجوم و فلکیات میں مہارت حاصل کی۔ اس کا دورِ حکومت ۱۷۰۰ء سے ۱۷۴۳ء تک رہا۔ اس کو سوائی کا خطاب مغل شہنشاہ نے عطا کیا تھا۔ یہ خطاب عزت وتکریم کا مظہر ہے جو اُسے مغلیہ دربار میں حاصل تھی۔

سوائی جے سنگھ نے راجپوتانہ میں اپنی حکومت مضبوط کرنے اور مراٹھوں کا مقابلہ کرنے کے مقصد سے ۱۷ر جولائی ۱۷۳۴ء کو راجپوت راجاؤں کا سمیلن منعقد کیا۔ حالانکہ اس کو اپنے مقصد میں مکمل کامیابی نہیں ملی۔ سوائی جے سنگھ کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ اس نے ۱۷۲۷ء میں ایک مقررہ نقشہ کے مطابق ایک شہر آباد کیا جس کو گلابی نگر جے پور کہا جاتا ہے۔ اس نے احمد آباد کے طرز پر اس شہر کو آباد کیا۔ احمد آباد صوبہ گجرات کا ایک مشہور شہر ہے۔ قلعہ نہار گڑھ اور قلعہ جے گڑھ کی تعمیر کی۔ اس نے ایک جانب مسلم حکمرانوں سے اچھے تعلقات قائم کیے، وہیں ہندو رعایا کو خوش کرنے کے لیے مذہبی تقریبات واجتماعات کے انعقاد میں بھی خصوصی دلچسپی لی۔ اس نے کئی مرتبہ یگ کر کے دور دراز سے برہمنوں کو بلا کر زبردست ضیافت کی اور ان کو خوب نوازا۔ اس نے جے پور کی تعمیر میں مندروں کو خوب جگہ دی۔ اس لیے جے پور کو چھوٹی کاشی بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن اس سے مسلمانوں کو بھی کوئی شکایت نہیں رہی۔ اس نے پیشہ کے لحاظ سے مسلم کالونیاں آباد کیں اور ان کو سرکاری ملازمت میں بھی نمائندگی دی۔

راجستھان کی تشکیل کے بعد جے پور شہر کو راجدھانی بنایا گیا۔ اس وقت جے پور شہر کی آبادی تقریباً تیس لاکھ اور دیہات کی آبادی اکیس لاکھ ۵۴ ہزار ہے۔ جے پور ضلع کے ملحق اضلاع الور، سیکر، اجمیر، ٹونک اور دوسہ ہیں۔ یہ سبھی آزادی سے قبل مستقل ریاستیں تھیں۔ اجمیر اور ٹونک کی تاریخ بہت روشن ہے۔

راجستھان کی سرکاری زبان ہندی ہے لیکن اور بھی کئی بولیاں بولی جاتی ہیں۔ ان میں مارواڑی، سندھی، پنجابی، میواتی، اردو، لیکن جے پور کے دیہاتوں میں ڈھونڈھاری بولی جاتی ہے۔

راجستھان کے مردوں کا لباس عموماً دھوتی کرتا اور سر پر چنری کی پگڑی ہوتی ہے۔ عورتیں لہنگا، کرتی اور لمبی اوڑھنی استعمال کرتی ہیں یا ساڑی۔ مسلم عورتیں شلوار وقمیص میں نظر آتی ہیں۔ شہر یا دیہات کے لباس میں یکسانیت ہے، البتہ شہر میں برقع کا رواج عام ہے۔ اونٹ جس کو صحرائی جہاز بھی کہتے ہیں بکثرت ہیں، ان کو سواری اور مال برداری کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

جے پور کی قدیم مسلم آبادی برادری کے اعتبار سے بسائی گئی تھی، لیکن نئی آبادی میں اس کا التزام کم ہے۔ مسلمانوں کی کثیر آبادی گھاٹ گیٹ، رام گنج، چار دروازہ، عیدگاہ، کربلا اور نائی کی ٹھڑی، چاند پول اور شاستری نگر کے علاقے میں آباد ہے۔ ہر خطہ میں کئی کئی محلے ہیں۔ اس شہر کا قدیم مارکیٹ ہوا محل کے اردگرد ہے۔ اس کے قریب چورا ہے جس کو بڑی چوپڑ کہا جاتا ہے اس کے چاروں راستوں پر سایہ دار برآمدے والی دکانیں ہیں جن میں روز مرہ کی ضروریات کے ساتھ ہیرے جواہرات، راجستھانی ملبوسات، جے پوری رضائیاں، لاکھ کی چوڑیاں، جے پوری جوتے چپل، سانگانیری چادریں، بندھیج کی ساڑیاں وغیرہ کی دکانیں ہیں۔

جے پور کے مسلمان تجارت وصنعت سے وابستہ رہے ہیں۔ نگینہ کا کاروبار ان کے ہاتھ میں تھا لیکن دھیرے دھیرے دیگر قوموں میں یہ

کاروبار منتقل ہو گیا۔ مسلمان ان کے دست نگر بن گئے۔ مسلمانوں کے ہاتھ سے اس کاروبار کے نکل جانے کے کئی اسباب ہیں جن میں حکومت کی مسلم مخالف پالیسی اور برادرانِ وطن کی عیاری و مکاری کے ساتھ مسلمانوں کا شراب و شباب میں مبتلا ہو جانا ہے۔ ان حالات میں بھی مسلمان تقویٰ، للّٰہیت، حکمت و دانش مندی اور محنت و ایمانداری سے صنعت و تجارت میں قدم بڑھائیں تو ان کے لیے ترقی کی کئی راہیں ہیں اور کئی کاروبار آج بھی ان کے ہاتھوں میں ہیں۔ رنگائی و چھپائی، کاغذ، چوڑی، رضائی، جوتے، چپل اور نگینے سے وابستہ مسلمانوں میں بھی بڑے کاروباری ہیں۔

جے پور میں لاکھ اور ہاتھی دانت کا کام، سانگانیری چھپائی، پیتل کی نقاشی و مینا کاری، بلو پاٹری اور مورتی سازی کے لیے بھی مشہور ہے۔ جواہرات کی تخلیق اور تجارت کے لیے جے پور عالمی شہرت کا حامل ہے۔ سنگ مرمر کی مورتیاں، ستون اور دیگر چیزیں تیار کی جاتی ہیں۔ جے پور سے دوسو کیلو میٹر کے فاصلے پر 'مکرانہ' میں سنگ مرمر کا بڑا ذخیرہ ہے۔ وہاں کی کان سے سالہا سال سے یہ قیمتی پتھر نکالے جا رہے ہیں۔

اب ان تاریخی و سیاحتی مقامات پر ایک نظر ڈالتے ہیں جن کو دیکھنے کے لیے ملک و بیرون ملک کے سیاح جے پور کا رخ کرتے ہیں۔

ہوا محل:۔ یہ محل دلکش و عظیم الشان محل ہے۔ سوائی پرتاپ سنگھ نے ۱۷۹۹ء میں لال پتھر سے قلب شہر میں تعمیر کروائی۔ پانچ منزلہ محل کھڑکیوں و جالیوں و گنبد سے آراستہ ہے۔ اس کی کھڑکیوں و جالیوں سے پورے شہر کا نظارہ کیا جاتا ہے۔ صبح و شام کی معتدل ہواؤں کے درمیان گھنٹوں ٹھہرے رہنے کو جی چاہتا ہے۔ اس عالمی شہرت یافتہ خوبصورت محل کی تعمیر کا مقصد یہ تھا کہ رانیاں تہواروں اور راجا کی سواریوں اور جھانکیوں کا دیدار کر سکیں اور گرمیوں میں خوشگوار ہواؤں کے ساتھ شہر کی رونق و چہل پہل کو دیکھ سکیں۔ ہوا محل کے پچھلے حصے میں تین سو ساٹھ کھڑکیاں ہیں جن سے صاف اور ٹھنڈی ہوائیں آتی ہیں۔

اس وسیع محل کی چار دیواری میں ترپولیہ دروازہ، جلیب چوک، مبارک محل، دیوانِ خاص، دیوانِ عام، نقار خانہ، چندر محل، گووند دیو جی کا مندر، لائبریری، اسلحہ خانہ اور جنتر منتر واقع ہے۔ ایک محل سٹی پیلیس کے نام سے مشہور ہے جو اب میوزیم ہے۔ راجا سوائی جے سنگھ اور ان کے جانشینوں کی تعمیر کردہ عمارتیں پرشکوہ و عالیشان اور مضبوط و مستحکم ہونے کے ساتھ اپنے مکینوں کی روشن تاریخ کے گواہ بھی ہیں۔

مہاراجہ سوائی مادھو سنگھ دوم نے ۱۹۰۰ء میں مبارک محل کی تعمیر شاہی مہمانوں کی خاطر کروائی۔ اس محل میں سنگ مرمر اور قیمتی پتھروں سے آراستہ کر کے دلکشی و رعنائی کا پیکر بنا دیا گیا۔ جھروکے، برآمدے اور محرابیں لوگوں کو اپنی جانب مائل کرتے ہیں۔ آج اس میں راجستھانی ملبوسات کے نادر نمونے اور رنگ برنگ کے لباس رکھے گئے ہیں۔

جنتر منتر:۔ راجا جے سنگھ سوائی دوم نے جے پور، دہلی، بنارس، متھرا اور اجین میں رصد گاہیں بنوانے میں اپنے سائنسی علوم و فنون سے خوب کام کیا۔ وہ دھوپ گھڑی جو دہلی کی رصد گاہ کے مثلث برج کے اوپر ہے آج تک درست وقت دیتی ہے۔ اس نے فلکیاتی جدول یا زیج کی ازسرِ نو ترتیب کی جسے دہلی کے بادشاہ محمد شاہ کے نام پر زیج محمد شاہی کہتے ہیں۔ جے پور کا جنتر منتر اس کی عظیم یادگار ہے جو آج بھی علمِ فلکیات کے ماہرین اور سیاحوں کے لیے توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اس کے احاطے کی خوبصورتی و شادابی، نادر تعمیرات اور بلند برج کا زینہ طے کرنے میں خواتین و اطفال خوب لطف اندوز ہوتے ہیں اور بلندی سے شہر کا دیدار کر کے شاداں و فرحاں ہوتے ہیں۔ جنتر منتر کی تعمیر اینٹ پتھر گاڑھے چونے کی مدد سے اٹھارہویں صدی کی ابتدا ۱۷۲۸ء میں ہوئی۔

رام باغ پیلیس:۔ سوائی رام سنگھ نے اس وسیع و خوبصورت اور جدید سہولیات سے آراستہ محل ۱۸۳۵ء میں اپنے خصوصی مہمانوں کے قیام کے لیے تعمیر کرایا اور اس محل کو اپنے ذاتی مصرف میں رکھا۔ اب تاج ہوٹل گروپ کے زیر انتظام سیاح اور سرکاری مہمان قیام کرتے ہیں اور وہاں ٹھہرنے والوں کو بھرپور سہولت فراہم کی جاتی ہے۔

سسو دیا گارڈن:۔ یہ گارڈن راجا سوائی جے سنگھ کی بیوی اور راجا مادھو سنگھ کی ماں سسو دیا رانی کے نام سے منسوب ہے۔ سسو دیا محل میں مادھو سنگھ کی پیدائش ہوئی تھی۔ محل میں ایک منڈپ ہے جو برآمدوں و گیلریوں سے گھرا ہوا ہے۔ اس کے نیچے تہہ خانے بنے ہوئے ہیں۔ اس محل

کے ساتھ ایک خوبصورت باغ ہے۔ یہ باغ جے پور، آگرہ شاہراہ پر واقع ہے۔ موسم گرما میں سیر وتفریح اور کھلی فضا کے لیے آج بھی لوگ اس گارڈن کا رُخ کرتے ہیں۔ تقریبات کی محفلیں بھی یہاں آراستہ کی جاتی ہیں۔ سوائی جے سنگھ کی بیوی سسو دیا رانی نے ۱۷۷۹ء میں اس محل کی تعمیر کرنے میں خصوصی دلچسپی لی۔

جل محل:۔ دہلی جے پور ہائی وے پر واقع جل محل کو تعمیر کرنے کا سہرا بھی سوائی جے سنگھ کو جاتا ہے جس نے جے پور میں پانی کی سہولت کی خاطر گر بھاوتی ندی پر باندھ بنوا کر سیاحتی مقام بنا دیا، چند سالوں سے جل محل تعمیر نو کے لیے ایک منصوبہ پر کام چل رہا ہے۔ گرمی کے موسم میں راجا اپنی رانیوں اور درباریوں کے ساتھ گھنٹوں یہاں قیام کیا کرتا تھا۔ جل محل جامعۃ الہدایہ سے جے پور جاتے ہوئے تین کیلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔

رام نواس باغ:۔ اجمیری گیٹ سے سانگانیری گیٹ تک پھیلا ہوا رام نواس باغ شہر کی چار دیواری سے باہر واقع ہے، جہاں عجائب گھر، چڑیا گھر اور البرٹ ہال موجود ہے۔ مہاراجا سوائی رام سنگھ نے اس زمانے میں چار لاکھ روپئے خرچ کر کے خوبصورت عمارت ۱۸۷۶ء سے ۱۸۷۸ء کے درمیان تعمیر کرائی۔ یہ عمارت باغ کے قلب میں واقع ہے۔ اس عمارت میں ایک وسیع ہال ہے جس میں جے پور کے راجاؤں کی تصویریں آویزاں ہیں۔ اس وقت اس عمارت کو میوزیم بنا دیا گیا ہے۔ باغ، چڑیا گھر اور میوزیم کی وجہ سے تہوار اور چھٹیوں کے دنوں میں یہاں کافی بھیڑ رہتی ہے۔

سانگانیر:۔ اجمیری گیٹ سے تیرہ کیلو میٹر دور سانگانیر رنگائی و چھپائی اور کاغذ سازی کے لیے مشہور ہے۔ گیارہویں صدی کا ایک جین مندر بھی یہاں موجود ہے جس میں جین مت کے لوگ بڑی تعداد میں آتے ہیں۔ جے پور اور اس کے اطراف میں بالا جی مندر، کھاٹو شیام، گلتا جی مندر اور گووند دیو مندر زیادہ مشہور ہیں۔

رام گڑھ جھیل:۔ جے پور سے چھبیس کیلو میٹر دور پورب کی جانب رام گڑھ باندھ ہے۔ چند سال پہلے اس باندھ میں اتنا پانی جمع ہوتا تھا کہ جے پور شہر میں سپلائی کیا جاتا تھا لیکن دھیرے دھیرے اس کا پانی کم ہوتا چلا گیا۔

سانبھر:۔ جے پور سے ۹۴ کیلو میٹر دور سانبھر چوہان راجاؤں کی پہلی راجدھانی تھی، یہاں کی جھیل سے نمک تیار کیا جاتا ہے، یہ علاقہ نمک کی پیداوار کے لیے مشہور ہے۔

آمیر کا قلعہ:۔ آمیر کا قلعہ عالمی شہرت کا حامل ہے۔ اس کا اولین باب جے پول کہلاتا ہے۔ اندر داخل ہوتے ہی وسیع صحن ہے جسے جلیب چوک کہا جاتا ہے، اس کے مشرق و مغرب میں دو محراب نما دروازے ہیں جو سورج پول اور چاند پول کہلاتے ہیں۔ محل میں سنگھ پول سے داخل ہوا جاتا ہے۔ یہاں سے اصل محل شروع ہوتا ہے۔ دیوانِ عام چالیس ستونوں پر قائم ہے۔ اس کے ستون سنگ مرمر کے ہیں۔ اس کی تعمیر مرزا راجا جے سنگھ نے کرائی تھی۔ وہیں گنیش پول ہے جس سے محل کے اگلے حصے میں داخل ہوا جاتا ہے۔ اس کی تعمیر سوائی جے سنگھ کے حکم سے پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ دیوانِ خاص میں راجا اپنے درباریوں کے ساتھ صلاح مشورہ کیا کرتے تھے۔ دو وسیع کمرے، دالان، فوارے، آنگن وغیرہ بھی اس سے ملحق ہیں۔ اس میں شیش محل خاص توجہ کی حامل ہے۔ ایک موم بتی جلاتے ہی پورا محل روشن ہو جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے بہت ساری موم بتیاں جلا دی گئی ہوں۔ یہاں رانیوں کے قیام کے لیے الگ الگ بلاک بنے ہیں۔ پورا محل خوبصورتی، نقش نگاری، رعنائی و دلکشی، استحکام و پائیداری اور ندرت وجدت میں اپنی مثال آپ ہے۔ جے پور کے پایہ تخت بننے سے پہلے راجپوتانہ کے حکمراں اسی قلعہ سے حکمرانی کرتے تھے۔ دہلی سے جے پور کے سفر میں پہلے آمیر یا اس سے قریب ہائی وے سے گزرنا پڑتا ہے۔ جامعۃ الہدایہ آمیر سے قریب واقع ہے۔ آمیر قلعہ اور ہوا محل کے درمیان تقریباً آٹھ کیلو میٹر کا فاصلہ ہے۔

جے گڑھ قلعہ:۔ اس قلعہ کو مرزا راجا جے سنگھ نے پہاڑ کی بلندی پر حفاظتی لحاظ سے تعمیر کرایا تھا۔ سوائی جے سنگھ نے اپنے چھوٹے بھائی وِجے سنگھ کو یہیں قید کیا تھا۔ قید کی حالت میں ہی وجے سنگھ کی موت ہوگئی تھی۔ یہاں خاموشی سے توپ سازی و بارود کے ڈھیر اور قیمتی ساز وسامان رکھے جاتے تھے، مان سنگھ نے کابل، قندھار فتح کرنے کے بعد وہاں سے حاصل کی ہوئی بڑی دولت یہیں رکھی تھی۔ اندرا گاندھی کے دور میں اس سے سونے چاندی، ہیرے جواہرات دہلی لے جائے جانے کی خبر بھی عام ہوئی تھی جو کھدائی میں حاصل ہوئی تھی۔ یہاں توپ بنانے کا کارخانہ تھا۔ اب

بھی ایک توپ رکھی ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے، وہ دنیا کی سب سے بڑی توپ ہے۔توپ کی نال بیس فٹ لمبی ہے، اس توپ سے ۲۲ میل تک گولہ پھینکا جاسکتا تھا۔ اس توپ میں سو کیلوگرام بارود بھرا جاتا تھا، اس کا وزن ہی سوٹن ہے، جے گڑھ قلعہ کے تین اہم دروازے ڈونگر دروازہ، اَونی دروازہ اور بھیرو دروازہ ہیں یہاں جے بان توپ کے علاوہ نوتوپیں اور بھی ہیں، اس قلعہ میں سرنگ بھی ہے۔ اب جے گڑھ کے ایک محل کو میوزیم بنادیا گیا ہے۔ اس میں راجاؤں کی تلواریں، ڈھالیں وغیرہ رکھی گئی ہیں۔ یہ قلعہ بھی خاص توجہ کا مرکز ہے۔ جے پور آنے والے مسلم سیاح جے پور سے قریب دوشہر اجمیر اور ٹونک کا بھی رُخ کرتے ہیں۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں شہروں کے تاریخی، سیاسی و علمی حیثیت کے متعلق مختصر روشنی ڈال دی جائے۔ ان دونوں کے بغیر راجستھان کی تاریخ بھی مکمل نہیں ہوتی۔ ان دونوں شہروں کے گہرے اثرات جے پور پر مرتب ہوئے ہیں۔

جے پور سے ۱۳۵ کیلومیٹر کے فاصلہ پر واقع اجمیر خواجہ معین الدین چشتیؒ سے نسبت رکھنے کی وجہ سے عالمی شہرت کا درجہ حاصل کرلیا ہے۔ ملک کے ہر بڑے شہر سے آمدورفت کی سہولت مہیا ہوگئی ہے۔ ہندو بیرونِ ہند سے زائرین درگاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ میں حاضری دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اجمیر میں تجارت، سیاحت اور رابطۂ عامہ کو فروغ حاصل ہوا ہے۔ تقسیم ہند کے بعد مسلمانوں کی بڑی آبادی یہاں سے پاکستان منتقل ہوگئی۔ اس شہر میں تعلیمی بورڈ اور تعلیمی سہولیات کے باوجود مسلمانوں کی شرحِ خواندگی افسوسناک ہے۔ اگر درگاہ گیسودراز گلبرگہ کی انتظامیہ کمیٹی کے نقشِ قدم کی طرح درگاہ اجمیر کی مجلس منتظمہ قدم بڑھائے تو یہاں بھی تعلیمی انقلاب برپا ہوسکتا ہے۔ درگاہ کی آمدنی سے مکاتب، اسکول، کالج اور انجینئرنگ و پولی ٹیکنک کالج قائم کیا جائے تو امت مسلمہ کی بڑی تعلیمی ضرورت پوری ہوسکتی ہے۔ امید ہے کہ سجادہ نشین اور ناظم اس جانب جلد ہی توجہ دیں گے۔

اسی طرح خواجہ معین الدین چشتیؒ کی تعلیمات اور دعوتی سرگرمیوں سے موجودہ مسلمان وابستہ ہوجائے تو شرک وبدعات کی تاریکیاں کم ہوجائیں۔ موجودہ حالات میں خواجہ معین الدین چشتیؒ کی دعوتی زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ حضرتؒ نے مخالف ماحول اور کفر وشرک کے باوجود غیر مسلموں کو دائرۂ اسلام میں داخل کرنے کا فریضہ انجام دیا۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ ان کی کوششوں سے راجستھان کی سرزمین اسلام سے بہرہ ور ہوگی۔

جے پور سے سو کیلومیٹر کے فاصلہ پر ٹونک کی ایک روشن تاریخ ہے۔ راجستھان کی تشکیل سے قبل ٹونک ایک مسلم ریاست تھی جس کو ۱۸۰۶ء میں نواب امیر خان نے اپنے زوربازو سے ایسٹ انڈیا کمپنی سے ایک معاہدہ کے تحت حاصل کیا۔ اس خودمختار ریاست میں علماء وحکماء اور ماہرین فن کی خوب حوصلہ افزائی ہوئی جس کی وجہ سے یہ شہر علم کا گہوارہ بن گیا۔ ملک کے گوشہ گوشہ سے طلبہ یہاں علم حاصل کرنے کے لیے آتے تھے۔ علامہ حکیم برکات احمدؒ نے ۱۸۹۹ء میں دارالعلوم خلیلیہ کی بنیاد رکھی۔ اس مدرسہ میں دوسرے ملک کے طلبہ بھی علامہ سے شرفِ تلمذ حاصل کرنے آتے تھے۔ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے بھی یہاں تعلیم حاصل کی ہے۔ حضرت مولانا سیف الرحمٰن کابلیؒ نے جامع مسجد قافلہ میں مدرسہ ناصریہ اور حضرت مولانا حیدر حسن خان ٹونکیؒ نے اس مدرسہ فرقانیہ کی نشاۃ ثانیہ فرمائی جس کو ان کے نانا مولوی محمد صاحبؒ نے ۱۸۲۵ء میں بنیاد ڈالی تھی۔ مولوی محمود حسن نے معجم المصنفین کی کئی جلدیں تیار کرکے لائقِ تحسین کام کیا جس کی چار جلدیں منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ بناس ندی کے کنارے آباد ٹونک مسلم ریاست ہونے کی وجہ سے علماء، حکماء اور ماہرین فن جمع ہوئے اور ٹونک کے نوابوں نے ان کی حوصلہ افزائی اور قدردانی کی۔ نواب محمد علی خانؒ خود عالم تھے اور علماء وفضلاء کے قدرداں تھے، انھوں نے کتابوں کی اشاعت کے لیے مطبع محمدی قائم کرکے علمی مجلس کی بنیاد ڈالی۔ پانچ ہزار صفحات پر مشتمل قرۃ العیون نامی کتاب مرتب کی۔ انہوں نے اپنے عہد حکومت میں کتب خانہ اور خوش نویسی کا شعبہ بھی قائم کیا اور اردو کو سرکاری زبان کا درجہ دیا۔ ان کا قائم کردہ کتب خانہ مختلف مراحل سے گزر کر آج مولانا ابوالکلام آزاد عربی وفارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے نام سے مشہور ہے۔ سید احمد شہید کا قافلہ ٹونک میں وارد ہوا تھا۔ ٹونک کی جامع مسجد قافلہ ان کی طرف ہی منسوب ہے۔ راجستھان کا یہ علمی شہر مادی اعتبار سے اگر چہ پسماندگی کا شکار ہے لیکن اب بھی اسلاف کی علمی وتہذیبی روایت کا امین ہے۔

۞۞۞

بورڈ کی سرگرمیوں کا مختصر خاکہ

(اجین ۲۰۱۳ء سے جے پور ۲۰۱۵ء تک)

مرتب: وقارالدین لطیفی

(۱) بورڈ کے ۲۳رویں اجلاس عام اجین کے بعد سب سے پہلی مجلس عاملہ کی میٹنگ ۲۲رجون ۲۰۱۳ء کو نیو ہورائزن اسکول حضرت نظام الدین نئی دہلی میں منعقد ہوئی جسمیں اجین اجلاس میں طے کئے گئے امور پر تبادلہ خیال ہوا اور آئندہ کے لئے لائحہ عمل طے کیا گیا۔ اس نشست میں اترا کھنڈ و ہماچل پردیش میں قدرتی آفات سے ہونے والے جانی و مالی نقصانات پر گہرے رنج والم کا اظہار کیا گیا اور ملک کی سلامتی وعوام کی عافیت کی دعا کی گئی نیز مدراس ہائی کورٹ میں بدر سعید صاحبہ کی طرف سے داخل رٹ جسمیں طلاق و خلع کے تصدیق ناموں کی اجرائی پر روک لگانے کی درخواست کی گئی ہے اس پر غور کیا گیا۔ اسی طرح لے پالک کے مقدمہ پر بھی غور کیا گیا۔ اور قانون وقف کی ترمیم کے سلسلہ میں اب تک کی جانے والی کوششوں کا بھی جائزہ لیا گیا اور آئندہ کی حکمت عملی طے کی گئی۔ سپریم کورٹ میں جاری دارالقضا کیس کا بھی جائزہ لیا گیا۔ اس اجلاس میں ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ بل کے ساتھ ساتھ آثار قدیمہ کے تحت آنے والی مساجد جسمیں نماز با جماعت کی ممانعت ہے اس پر غور کیا گیا۔ (تفصیلی روداد سہ ماہی خبرنامہ اپریل تا جون ۲۰۱۳ء میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے)

(۲) اجین کے اجلاس کے بعد بورڈ کی دوسری مجلس عاملہ کی میٹنگ ۲۲رستمبر ۲۰۱۳ء نیو ہورائزن اسکول حضرت نظام الدین نئی دہلی میں منعقد ہوئی، اس نشست میں لوک سبھا و راجیہ سبھا سے منظور ہونے والے وقف ترمیمی بل کا جائزہ لیا گیا، جائزہ کے بعد معلوم ہوا کہ ستر سے اسّی فیصد بورڈ کی ترمیمات اسمیں شامل کرلی گئی ہیں لیکن جو ترمیمات باقی رہ گئیں اور خاص کر جائیداد وقف پر ناجائز قبضوں کے انخلاء کا قانون جس کے لئے حکومت کے ذمہ داروں نے بار بار وعدہ کیا وہ بل پیش نہ ہوسکا اس پر غور کیا گیا اور آئندہ کی حکمت عملی طے کی گئی۔ اسی طرح ڈائریکٹ ٹیکسیز کوڈ بل، مدراس ہائی کورٹ میں چل رہے مقدمہ طلاق وخلع سے متعلق اور ناز فاؤنڈیشن کی طرف سے داخل ہم جنسی کا مقدمہ جو سپریم کورٹ میں زیر دوراں ہے جس پر عدالت نے اپریل ۲۰۱۲ء میں شنوائی مکمل کرلی تھی کا جائزہ، لے پالک مقدمہ، مسلم مطلقہ کے حقوق ملکی قانون کی روشنی میں، اصلاح معاشرہ، فرقہ وارانہ صورتحال پر تشویش کا اظہار اور حکومت سے ذمہ دار افسران پر سخت سے سخت کارروائی کا مطالبہ، انسداد فرقہ وارانہ تشدد بل کو قانون بنانے کا مطالبہ اور کوششوں کا جائزہ، آثار قدیمہ، ارکان بورڈ کے لئے ضابطہ اخلاق، دارالقضا کمیٹی کا جائزہ اور بورڈ کے تحت قائم ہونے والے دارالقضا کے لئے ضابطہ عمل کی تیاری، کیرالہ ہائی کورٹ میں چل رہے وراثت کے مقدمہ کا جائزہ۔ (تفصیلی روداد سہ ماہی خبرنامہ جولائی تا ستمبر ۲۰۱۳ء پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے)

(۳) اجین کے بعد مجلس عاملہ کا تیسرا اجلاس ۳۱رمئی و یکم جون ۲۰۱۴ء کو محلّہ کاٹیا فائل کے انٹرنیشنل ہال جلگاؤں، مہاراشٹر میں منعقد ہوا، جسمیں تحکیم طلاق، مسلم مطلقہ اور نفقہ مطلقہ کے ساتھ ساتھ انسداد فرقہ وارانہ تشدد بل، قانون وقف میں بورڈ کے بقیہ ترمیمات کو شامل کرانے اور قانون انخلاء وقف کو منظور کرانے کی کوشش، دارالقضا کے لئے ضابطہ عمل کے مسودہ کی پیشی، بابری مسجد مقدمہ، دارالقضا مقدمہ، تفہیم شریعت کمیٹی، مجموعہ قوانین اسلامی، آئینی حقوق بچاؤ تحریک، لے پالک، یونیفارم سول کوڈ، اصلاح معاشرہ اور مرکز میں نئی حکومت کا جائزہ کے بعد اعلامیہ منظور کیا گیا۔ (تفصیلی روداد سہ ماہی خبرنامہ جولائی تا ستمبر ۲۰۱۴ء پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے)

مقدمہ ہم جنسی کا فیصلہ

ناز فاؤنڈیشن نے ۲۰۰۱ء میں دہلی ہائی کورٹ میں ایک رٹ داخل کی تھی جسمیں تعزیرات ہند کی دفعہ ۳۷۷ر کے دستوری جواز کو چیلنج کیا تھا۔ اور اسمیں یہ بھی مطالبہ کیا گیا تھا کہ تنہائی اور خلوت میں جو عمل دو اشخاص کے درمیان بلا جور اور باہمی رضامندی سے ہو اس کو جرم قرار نہیں دینا چاہئے، اس رٹ میں دہلی ہائی کورٹ نے ۲رجولائی ۲۰۰۹ء کو اس جرم کو نہ صرف جائز

قرار دیا بلکہ قانون کی دفعہ ۳۷۷ میں ترمیم کی سفارش بھی کی۔ مسلم پرسنل لا بورڈ ہائی کورٹ میں فریق نہیں تھا، بورڈ نے ۲۰۱۰ء میں خصوصی اجازت کی درخواست (SLP) کے ذریعہ دہلی ہائی کورٹ کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل داخل کی سپریم کورٹ نے ۱۱ر دسمبر ۲۰۱۳ء کو اپنا فیصلہ سنایا جسمیں دہلی ہائی کورٹ کے فیصلہ کو نہ صرف خارج کیا بلکہ سپریم کورٹ نے ہائی کورٹ کو یہ ہدایت بھی دی کہ ''جس عمل کو قانون میں جرم قرار دیا گیا عدالت اس عمل کو جرائم کی فہرست سے خارج نہیں کرسکتی''۔ بہر حال اسمیں بورڈ کی بہت بڑی کامیابی ہے۔

شبنم ہاشمی رٹ کا فیصلہ

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ شبنم ہاشمی نے متبنیٰ کو حقیقی اولاد کا درجہ دلانے کے سلسلہ میں سپریم کورٹ میں ایک رٹ داخل کی تھی جسمیں ملک کی معزز عدالت سپریم کورٹ نے ۱۹ر فروری ۲۰۱۴ء کو اپنا فیصلہ سنایا۔ واضح رہے کہ اس کیس میں مسلم پرسنل لا بورڈ بھی فریق بن کر پیروی کر رہا تھا، عدالت نے جس طرح کا فیصلہ دیا ہے وہ کھلے طور پر شریعت میں مداخلت ہے۔ بورڈ شریعت کے اصولوں کو اس سلسلہ میں بحال کرنے اور اس فیصلہ کو بے اثر کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

دارالقضا کیس کا فیصلہ

وشولوچن مدن نامی ایڈوکیٹ نے ۲۰۰۵ء میں سپریم کورٹ میں ایک رٹ داخل کر کے مطالبہ کیا کہ ملک میں چل رہے دارالقضا اور دارالافتاء پر پابندی عائد کردی جائے۔ اور اس نے دارالعلوم دیوبند، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور مرکزی حکومت کے ساتھ ساتھ کئی سرکاری اداروں کو بھی فریق بنایا، بورڈ نے پوری توجہ کے ساتھ لیگل کمیٹی کی سرپرستی میں اپنا جواب داخل کیا، عدالت نے ۷ر جولائی ۲۰۱۴ء کو اپنا فیصلہ سنایا، عدالت نے اپنے فیصلہ میں کہا کہ دارالقضا متوازی عدالت نہیں ہے، اور اسے اپنا نظام چلانے کا حق واختیار ہے، اس مقدمہ کے فیصلہ سے پوری ملت اسلامیہ ہندیہ کو بڑی تقویت ملی اور بورڈ کے کارناموں میں ایک تاریخی کارنامہ کے طور پر درج ہوا۔ اسمیں بلاشبہ بورڈ کی محنتوں کا بڑا دخل ہے اور یہ بورڈ کی بہت بڑی کامیابی ہے۔

اصلاح معاشرہ

- بورڈ کے اجین اجلاس کے بعد ۱۲ر تا ۱۹ر اپریل ۲۰۱۳ء اصلاح معاشرہ کے پلیٹ فارم سے جامعۃ البنات رشیدیہ کی زیر نگرانی ہفتہ خواتین کا کامیاب پروگرام منعقد کیا گیا۔ اس ہفتہ خواتین پروگرام میں محترم صدر بورڈ صاحب وجنرل سکریٹری بورڈ صاحب نے بھی شرکت فرمائی اور خطاب کیا۔
- ۱۴ر اپریل ۲۰۱۳ء کو نیو ہورائزن اسکول حضرت نظام الدین نئی دہلی میں اصلاح معاشرہ برائے خواتین کا ایک پروگرام ہوا۔
- ۱۵ر اپریل ۲۰۱۳ء کو شہر بھوپال میں اصلاح معاشرہ کنونشن برائے خواتین کا اہم پروگرام ہوا۔
- ۲۸ر اپریل ۲۰۱۳ء اولیس فنکشن ہال مغل پورہ حیدرآباد میں تنظیم بنت حرام کی زیر نگرانی اصلاح معاشرہ برائے خواتین کا پروگرام ہوا۔
- ۲۴ر مئی ۲۰۱۳ء کو دوپہر میں مسلم مسافر خانہ گونڈہ یوپی میں اصلاح معاشرہ برائے خواتین کا پروگرام ہوا۔
- ۸ر جون ۲۰۱۳ء کو ٹیلا بازار کیلا شہر شمالی تری پورہ میں اصلاح معاشرہ کا عظیم الشان اجلاس ہوا۔
- ۲۴ر اور ۲۵ر اگست ۲۰۱۳ء کو لکڑی کا پل، پرل ایجنسی آڈیٹوریم حیدرآباد میں خواتین کے اندر بیداری لانے کے لئے اصلاح معاشرہ برائے خواتین کا دوروزہ عظیم الشان ورکشاپ منعقد ہوا۔
- ۲ر جون ۲۰۱۴ء کو بورڈ کے رکن مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی صاحب نے عظیم الشان اصلاح معاشرہ اجلاس کا انعقاد مالیگاؤں میں کیا اور اسی اجلاس کے دوران مولانا محمد عمرین صاحب نے بورڈ کے اسسٹنٹ جنرل سکریٹری، جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب وسکریٹری بورڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی خدمت میں بورڈ کے کاموں کی انجام دہی کے لئے پانچ لاکھ روپے کا نقد گرانقدر تعاون فرمایا۔
- ۲۶ر اکتوبر ۲۰۱۴ء کو نیو ہورائزن اسکول حضرت نظام الدین نئی دہلی میں اصلاح معاشرہ برائے خواتین کا اہم پروگرام منعقد ہوا۔
- اسی طرح بورڈ کے معزز رکن محترم پیر جی حافظ حسین احمد قادری صاحب پورے ہریانہ اور اس کے اطراف میں ہر ماہ پابندی کے ساتھ اصلاح معاشرہ کا پروگرام منعقد کرتے ہیں اور تسلسل کے ساتھ اس کی رپورٹ دفتر بورڈ اور بورڈ کے ذمہ داروں کی خدمت میں روانہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر وصحت اور کام میں برکت دے اور ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین

تفہیم شریعت

- بورڈ کے اجین اجلاس کے بعد ۳۱ر مارچ ۲۰۱۳ء کو شولا پور میں تفہیم شریعت کا بڑا اہم پروگرام ہوا۔
- ۱۴راپریل ۲۰۱۳ء کو امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ و جھارکھنڈ کے زیر انتظام کلکتہ میں تفہیم شریعت کا عظیم الشان اجلاس ہوا۔
- ۱۴ر و ۱۵ر مئی ۲۰۱۳ء کو دوروزہ تفہیم شریعت کمیٹی برائے خواتین کا حیدرآباد میں عظیم الشان پروگرام ہوا۔
- ۳۰ر جون ۲۰۱۳ء کو امارت شرعیہ کے زیر انتظام جھارکھنڈ کے صنعتی شہر جمشید پور میں اہم پروگرام ہوا۔
- ۴ر مارچ ۲۰۱۴ء کو دھرا گجرات میں شاندار پروگرام ہوا۔
- ۲۲ر ۲۳ر مارچ ۲۰۱۴ء کو حیدرآباد میں دوروزہ ورکشاپ منعقد ہوا۔
- ۲۰ر مئی ۲۰۱۴ء کو جامع مسجد ممبئی میں عمدہ پروگرام ہوا۔
- ۲۵ر مئی ۲۰۱۴ء کو شمسی کمپلیکس دھنباد میں اہم پروگرام ہوا۔
- ۱۴ر ستمبر ۲۰۱۴ء کو دارالعلوم فرنگی محل عیدگاہ عیش باغ لکھنؤ میں عظیم الشان پروگرام کا انعقاد ہوا۔

اس کے علاوہ کشمیر اندور وغیرہ میں بھی نہایت ہی اہم پروگرام منعقد ہوئے جسکی تفصیل انشاء اللہ آئندہ کے شمارہ میں دی جائے گی۔ تفہیم شریعت کے تمام پروگرام کے آخر میں سوال و جواب کا وقفہ بھی رکھا جاتا ہے اور قرآن و سنت کی روشنی میں مدلل اور مفصل جواب بھی دیا جاتا ہے۔ زیادہ تر پروگراموں میں کنویز کمیٹی حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے شرکت کی اور بعض جگہوں پر بورڈ کے معزز ارکان نے بھی شرکت فرمائی۔

دارالقضا

- ۲۴ر مارچ ۲۰۱۴ء کو المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد میں دارالقضا کمیٹی کی ایک اہم میٹنگ ہوئی۔
- ۲۶ر ۲۷ر ۲۸ر مارچ ۲۰۱۴ء کو المعہد العالی الاسلامی میں قضاۃ کی تربیت اور کار قضا کی اہمیت ونزاکت اور واقفیت کو جلا بخشنے کی خاطر سہ روزہ تربیت قضا کا بہترین اور کامیاب پروگرام منعقد ہوا۔
- ۲۷ر ۲۸ر ۲۹ر مئی ۲۰۱۴ء کو شہر پونہ میں اسی طرح کا ایک تربیت قضا کا کیمپ منعقد ہوا۔
- ۲۰ر ۲۱ر ستمبر ۲۰۱۴ء کو دارالقضا کمیٹی کا دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں جنرل سکریٹری بورڈ محترم کی صدارت میں ایک دوروزہ مذاکرۂ علمی منعقد ہوا جسمیں کمیٹی کی خصوصی دعوت پر محترم حضرت صدر بورڈ نے بنفس نفیس شرکت فرما کر اپنا کلیدی خطاب فرمایا۔

اجین سے جے پور تک کئی مقامات پر کمیٹی کی کاوشوں سے الحمدللہ نئے دارالقضا قائم ہوئے ہیں، اس شمارہ میں علیحدہ سے بورڈ کے تمام ملحقہ دارالقضا کی تفصیلات قیام کی تاریخ اور سالانہ مقدمات کا اوسط اور رابطہ کے لئے مکمل پتہ کے ساتھ شریک اشاعت کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ یہ کوشش قبولیت کی نگاہ سے دیکھی جائے گی اور ایک نظر میں بورڈ کے ملحقہ دارالقضا کا اجمالی خاکہ لوگوں کے ذہن میں آ جائیگا۔

ذمہ داران بورڈ کی میٹنگ

۲۴ر نومبر ۲۰۱۳ء کو صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب دامت برکاتہم بورڈ کے عہدیداران اور مختلف کمیٹیوں کے کنوینروں کی ایک مشاورتی نشست دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بلائی جسمیں انجام پانے والے کاموں کا جائزہ لیا گیا اور آئندہ کے لئے لائحہ عمل طے کیا گیا۔

انخلاء وقف کے قانون کے سلسلہ میں

وقف ترمیمی بل ۲۰۱۳ء جب ایوان بالا سے منظور ہوا تو بورڈ کے اسسٹنٹ جنرل سکریٹری محترم جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے اپنے ایک صحافتی بیان میں جہاں ایک طرف وقف ترمیمی بل کی منظوری کا استقبال کیا اور حکومت کے ذمہ داروں کی تعریف بھی کی وہیں دوسری طرف دوٹوک لفظوں میں فرمایا کہ ''وقف ترمیمی بل بہتر مگر انخلاء کا بل حکومت پر بقایا۔ وقف کے متعلق اصل مسئلہ ناجائز قبضوں اور غلط استعمال کو قانون کے ذریعہ ختم کرنے کا ہے، مسلم پرسنل لا بورڈ نے وقف اراضی پر غلط یا ناجائز قبضوں کے انخلاء کا قانون بنانے کی برابر وکالت کی ہے۔ اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے نمائندوں نے جناب کے۔ رحمٰن خانصاحب کا بھرپور تعاون کیا لیکن یہ قانون مسودہ میں گم ہے اور پارلیمنٹ میں پیش نہیں کیا گیا جو افسوسناک ہے''۔

انخلاء وقف کے قانون کے سلسلہ میں بورڈ نے یہیں پر بس نہیں کیا بلکہ کئی بار یو پی اے چیئر پرسن محترمہ سونیا گاندھی، جناب احمد پٹیل، جناب کے۔ رحمٰن خان صاحب، جناب سشیل کمار شنڈے، جناب کپل سبل اور محترم وزیر اعظم سے کئی بار ملاقات کی گئی اور قانون انخلاء وقف کے ساتھ

ساتھ انسداد فرقہ وارانہ تشدد بل جیسے کئی قانونی وعدالتی معاملوں کے سلسلہ میں کوششیں کی گئی ہیں۔

دفتر کا ماہانہ پروگرام

سابق صدر بورڈ حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ نے اپنے دورِصدارت میں بورڈ کے صدر دفتر دہلی کو فعال وسرگرم کرنے کی ابتدا فرمائی، اوراس کے لئے دفتری ساز وسامان کے ساتھ دفتر کو منظم فرمایا، چونکہ بغرض علاج ان کا زیادہ تر قیام دہلی رہتا تھا تو وہ بورڈ کے دفتر کو فعال رکھنے پر زیادہ توجہ فرماتے، انہوں نے اپنے دور میں ماہانہ لیکچر سیریز کی شروعات کروائی، جو کئی سالوں تک چلتا رہا، پھر ۲۰۰۵ء میں تفہیم شریعت کمیٹی وجود میں آئی اور اس کے کل ہند کنوینر حضرت مولانا سید جلال الدین عمری صاحب (موجودہ نائب صدر بورڈ) تھے اوران کا قیام مستقل دہلی ہونے کی وجہ سے قانون دانوں اور دانشوروں کے کئی اہم پروگرام دفتر میں منعقد ہوئے، اور اسی دوران بورڈ کے موجودہ اسسٹنٹ جنرل سکریٹری جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب ہر ماہ پابندی کے ساتھ دفتر میں ایک ہفتہ قیام فرماتے اس دوران بھی محلّہ اور علاقہ کے لوگوں کو جوڑنے کا نہایت ہی مفید سلسلہ شروع ہوا، پھر حضرت مولانا سید جلال الدین عمری صاحب کے امیر جماعت منتخب ہونے کی وجہ سے تفہیم شریعت کے کنوینر کے عہدہ سے معذرت اورمحترم جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب کی پیرانہ سالی اور بیماری واعذاری کی وجہ سے دہلی آمد میں بتدریج کمی آجانے کی وجہ سے یہ سلسلہ کچھ دنوں کے لئے رک سا گیا، پھر ۲۰۱۲ء کے اواخر اور ۲۰۱۳ء میں ملک گیر سطح پر آئینی حقوق بچاؤ تحریک کے تحت ائمہ اور دانشوروں کے ساتھ دفتر میں کئی بار تبادلۂ خیال کی غرض سے کامیاب نشستیں منعقد ہوئیں، اور ان تمام نشستوں کے بڑے دور رس اثرات بھی مرتب ہوئے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ کچھ دنوں کے لئے کسی وجہ سے موقوف ہوگیا لیکن جنوری ۲۰۱۵ء سے حضرت جنرل سکریٹری محترم نے اس سلسلہ کو پھر سے دوبارہ شروع کرنے کی دفتر کو ہدایت فرمائی اوراس کے لئے دفتر کے کارکنوں اور معاونوں میں قاضی تبریز عالم، خالد صابر قاسمی، قاضی محمد کامل قاسمی، محمد ارشد عالم اوراس حقیر پر مشتمل ایک پانچ نفری کمیٹی بھی تشکیل فرمائی۔ اس سلسلہ میں اس کا خیال رکھنے کی ہدایت فرمائی کہ مہینہ میں ایک پروگرام دفتر میں ہو اور ایک پروگرام دفتر سے باہر ہو۔

۳۱رجنوری ۲۰۱۵ء کو دفتر بورڈ میں ائمہ، علماء، قانون داں اور دانشوروں پر مشتمل زیر صدارت رکن بورڈ مولانا قاری محمد یعقوب خاں صاحب امام وخطیب مسجد خلیل اللہ جامعہ نگر نئی دہلی منعقد ہوا اوراس نشست میں رکن بورڈ مولانا محمد رفیق قاسمی صاحب سکریٹری جماعت اسلامی ہند کا کلیدی خطاب ہوا، اس مشاورتی نشست میں چالیس کے قریب لوگوں نے شرکت فرمائی اور اپنے بیش قیمت مشورے بھی دئے۔ جسمیں خاص طور پر درج ذیل تجاویز آئیں:

- مسلم پرسنل لا بورڈ کی سرگرمیوں کو ائمہ مساجد کے ذریعہ عوام تک پہونچایا جائے۔
- اس طرح کی نشستیں مختلف مکاتب فکر کے دفاتر میں ہوں تاکہ اس مکتبہ فکر کے لوگ بھی اسمیں جڑسکیں۔
- دارالقضا کے نظام کو پورے ملک میں پھیلایا جائے۔

اسی طرح ۱۸رفروری ۲۰۱۵ء کو دفتر کے باہر مشرقی دہلی کے مدرسہ زینت القرآن ویلکم میں ''شریعت اسلامی کی بالا دستی'' کے موضوع پر مولانا شمیم قاسمی صاحب امام وخطیب عیدگاہ ومدینہ مسجد جعفرآباد دہلی کی صدارت میں ہوئی جسمیں مولانا مفتی احمد نادر قاسمی صاحب اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے کلیدی خطاب فرمایا۔

اس نشست میں بھی علماء، ائمہ، قانون داں، دانشور وسماجی حضرات نے شرکت فرمائی۔ یہاں بھی سوال وجواب اور تجاویز پیش کرنے کا وقفہ رکھا گیا تھا یہاں بھی لوگوں نے اس طرح کی نشست کے سلسلہ کو نہ صرف سراہا بلکہ اس بات پر بھی زور دیا کہ اس طرح کی نشستیں باربار ہونی چاہئے۔

دفتر سے باہر کئی مقامات پر اگلی نشست منعقد کرنے کی پیش کش آئی ہوئی ہے۔ لیکن ابھی اس پر کوئی فیصلہ نہیں ہوسکا ہے۔ آئندہ شمارہ میں اس کی رپورٹ پیش کی جائیگی۔

وفیات

غیر ارکان میں مشہور شاعر ڈاکٹر کلیم عاجز صاحب ۱۵رفروری ۲۰۱۵ء کو، محترم جناب الحاج ذوالفقار صاحب چترا جھارکھنڈ ۲رمارچ ۲۰۱۵ء کو انتقال فرماگئے۔ اور ۷رمارچ ۲۰۱۵ء کو رات گیارہ بجے بورڈ کے صابق صدر حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمی صاحبؒ کی اہلیہ محترمہ انتقال فرما گئیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے اوران سب کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

بورڈ کے ملحقہ دارالقضاء-تعارف وخدمات-ایک مختصر جائزہ

قاضی تبریز عالم (آرگنائزر دارالقضاء وتفہیم شریعت کمیٹی)

تاریخ شاہد ہے کہ ہندوستان میں شروع سے قضا کا نظام مستحکم طریقہ پر جاری رہا ہے، مغلوں کے دور سے انگریزوں کے دور میں بھی اس کا عام رواج رہا ہے، بھٹکل، حیدرآباد اور بھوپال وغیرہ کے نظام قضا کا چرچا آج بھی ہر خاص وعام کی زبان پر ہے، ہندوستان کی آزادی سے پہلے ۱۹۲۱ء میں امارت شرعیہ نے اپنے قیام کے وقت سے ہی اس پر توجہ دی جس کی آج کی تاریخ میں بڑی اہمیت ہے، جس کے روشن کارنامے آج بھی پورے آب و تاب کے ساتھ جاری ہیں۔ دسمبر ۱۹۷۲ء میں تحفظ شریعت کا قافلہ ممبئی کی سرزمین پر جمع ہوا تھا اسمیں بھی بنیادی طور پر نظام قضا کا موضوع جاری رہا، بورڈ نے شروع دن سے اس پر نہ صرف توجہ کی بلکہ عملی اقدام بھی کیا۔ اس کنونشن سے تحریک پا کر مہاراشٹر کے دو اہم شہروں مالیگاؤں اور اورنگ آباد میں باقاعدہ دارالقضا کا نظام قائم کیا گیا جو ابھی تک انتہائی کامیابی کے ساتھ اپنا کام انجام دے رہے ہیں۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اپنے قیام کے دن سے ہی قیام دارالقضا کی کوششیں کرتا رہا اور اس کے لئے اپنی میٹنگوں میں اس کا جائزہ اور آئندہ کے لئے لائحہ بھی بناتا رہا۔ چنانچہ بورڈ کے کنونشن کے بعد مختلف اجلاس عام اور عاملہ کی نشستوں میں اس پر غور کیا جاتا رہا۔ اور اپنی بساط بھر دارالقضا کا قیام کرتا رہا، کئی موقعوں پر اس کے لئے مستقل کمیٹیاں بنائی گئیں اور اس وقت مولانا عتیق احمد بستوی صاحب کی سربراہی میں جو چھ نفری کمیٹی کام کررہی ہے۔ یہ کمیٹی نئے رنگ وانداز سے کام کررہی ہے اور الحمد للہ تھوڑے دنوں میں بہت بہتر کام انجام دے چکی ہے۔ اور توقع یہی ہے کہ کمیٹی کے ذریعہ انجام پانے والے کام کارآمد اور دیرپا ثابت ہوں گے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ کاموں کی کثرت اور نزاکت کے پیش نظر اس کے لئے کچھ اصول وضوابط بھی مرتب کئے جاتے ہیں تو کمیٹی نے بھی کچھ آسان اور رہنما اصول اس کے لئے وضع کئے ہیں جسمیں خاص طور پر جن مقامات سے صدر بورڈ رجنرل سکریٹری رکنوینر کمیٹی کی خدمت میں قیام دارالقضاء کی درخواستیں آتی ہیں ان پر ضروری کارروائی اور جائزہ کے بعد صدر بورڈ کی جانب سے نصب قاضی کا کام کیا جاتا ہے۔

اسی طرح آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی زیر نگرانی کام کررہے کسی بھی دارالقضاء کے فیصلہ سے اگر کوئی شخص مطمئن نہ ہو تو اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس فیصلہ کے خلاف مرافعہ کی اپیل صدر بورڈ حضرت مولانا سید رابع حسنی ندوی صاحب کی خدمت میں بھیج کر اس فیصلہ کو چیلنج کرسکتا ہے، صدر محترم اپنے جائزہ کے بعد اس اپیل کو سماعت کیلئے منظور کرتے ہیں یا نامنظور، منظور کرنے کی صورت میں صدر بورڈ محترم اس اپیل کی سماعت کے لئے کسی سینئر قاضی کو مقرر فرماتے ہیں، جو باقاعدہ اس اپیل کی سماعت کے بعد اپنا فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔ اپیل کے لئے ضروری ہے کہ درخواست صدر بورڈ محترم کی خدمت میں لکھنؤ اور ایک کاپی بورڈ کے صدر دفتر دہلی کو بھیجی جائے۔ دونوں پتے درج ذیل ہیں۔

(1) **Head Office**: All India Muslim Personal Law Board,
76A/1 Main Market Okhla Vill. Jamia Nagar New Delhi - 110025

(2) **President office:** Post Box no. 93 Darul Uloom Nadwatul Ulma Lucknow- 226007

دارالقضاء کی تحریک کو پھیلانے کے لئے وقتاً فوقتاً تربیت قضاء کیمپ کا بھی انعقاد کیا جاتا ہے، اوسطاً سال میں دو سے تین کیمپ منعقد کئے جاتے ہیں، اس سے دارالقضاء کے ماحول سازی میں کافی مدد ملتی ہے۔

(۱) مہاراشٹر:

ریاست مہاراشٹرامیں بورڈ کی زیر نگرانی کل ۲۳ر دارالقضاء کار قضاء کا کام انجام دے رہے ہیں جبکہ عثمان آباد، ناندیڑ، بھنڈارہ، جالنہ، اور پربھنی سے قیام دارالقضاء کی درخواستیں موصول ہوئی تھیں جو ابھی زیر غور ہیں اس کے علاوہ، چندر پور، احمد نگر وغیرہ میں ماحول سازی کا کام جاری ہے، اس وقت مہاراشٹرامیں قائم دارالقضاء حسب ذیل ہیں۔

(۱) دارالقضاء شریوردھن کوکن

۲۰۰۶ء میں دارالقضاء جامعہ حسینیہ شریوردھن ضلع رائے گڑھ کوکن میں دارالقضاء کا قیام عمل میں آیا، جامعہ حسینیہ اور دارالقضاء دونوں کے اخراجات وانتظام مدنی مجلس کرتی ہے، قاضی محمد حسین قمر الدین ماہمکر فلاحی قاضی اور قاضی محمد سیف صاحب معاون قاضی کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے ہیں۔ دارالقضا کا وقت دوپہر دو بجے سے مغرب تک ہے۔ شافعی مسلک کی اکثریت ہے اس لئے فیصلے اور کارروائی شافعی مسلک کے مطابق ہی انجام پاتے ہیں۔

مقدمہ فیس ۵۰۰ر روپئے ہے، اجرت نقل نہیں لی جاتی ہے، سالانہ مقدمات کا اوسط ۷۵ر ہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Qazie Shariat Darul-Quaza Kokan
Jamia Hussainia Arabia Vill & P.O Arathi
,Shri wardhan, Rai Gadh, 402110 (M.S)

(۲) دارالقضاء پنویل

دارالقضاء پنویل شریوردھن کی شاخ کے طور پر ۱۴۳۲ھ میں قائم ہوا۔ قاضی زید صاحب پٹھو قاضی مقرر ہیں۔ جنوری ۲۰۱۳ء میں اس دارالقضاء کا باضابطہ مسلم پرسنل لا بورڈ سے الحاق منظور کیا گیا، یہ دارالقضاء شافعی مسلک پر ہے، قاضی صاحب کو فیصلہ کا اختیار نہیں ہے فیصلہ کے لئے مسلوں کو دارالقضاء شریوردھن بھیجا جاتا ہے۔ مقدمہ کا سالانہ اوسط ۳۰ر سے زائد ہے، دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Qazie Shariat Darul-Quaza Panvel
Shop no.4 Qaswa plaza Patel Mohalla
Panvel Rai Gadh, 410206 (M.S)

(۳) دارالقضاء اکولہ وبلڈانہ

۱۹۹۸ء میں درالقضا اکولہ وبلڈانہ کا قیام عمل میں آیا۔ قاضی اشفاق قاسمی صاحب قاضی شریعت ہیں، مقامی کمیٹی انجمن مفید المسلمین کے نام سے رجسٹرڈ ہے جو بیت المال اور دارالقضاء کا انتظام دیکھتی ہے اور انجمن مفید المسلمین کے نام سے رجسٹرڈ ہے۔

سالانہ مقدمات کی تعداد کا اوسط ۱۲۵ر سے زائد ہے۔ قاضی الیاس صاحب ۱۴۲۸ھ سے معاون قاضی ہیں، شعیب احمد صاحب محرر ہیں، مقدمہ فیس ۳۰۰ روپے ہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat Darul Quaza,
Akola & Buldana
Jama Masjid Momin pura Akola, Distt.
Akola-444001-(M.S)

(۴) دارالقضاء گوونڈی

دارالقضاء گونڈی کا قیام ۲۰۰۴ء میں عمل میں آیا۔ اس وقت مولانا بدرالدجی صاحب بحیثیت قاضی خدمت انجام دیتے ہیں، قاضی صاحب کو ابھی فیصلہ کا اختیار نہیں ہے، فیصلہ کے لئے فائل حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کے پاس ارسال کی جاتی ہے، دارالقضاء کے تمام انتظامات تنظیم اہلسنت والجماعت کرتی ہے۔ سالانہ مقدمات کا اوسط ۳۰ر ہے، مقدمہ فیس ۲۰۰۰ر روپئے ہے اور اجرت نقل فی صفحہ ایک روپیہ ہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Darul-Quaza Govendi
Kamla Raman Nagar Behind Sai baba
Mandir Near Riksa Station Baiganwadi
Govendi Mumbai, 400043 (M.S)

(۵) دارالقضاء تھانے

دارالقضاء اسلامی دینی جماعت کے زیر نگرانی مدرسہ مدینۃ العلوم میں قائم ہے، دارالقضاء کا بورڈ سے الحاق ۱۹۹۳ء میں ہوا، دارالقضاء کی آفس، ویٹنگ روم و دیگر سہولیات مناسب ہیں قاضی عبداللہ نور قاسمی قاضی شریعت ہیں اور فیصلہ کا اختیار ہے، کوئی محرر یا معاون نہیں ہے۔ دارالقضا کا وقت صبح ۹ر بجے سے ظہر تک ہے، سالانہ مقدمات کی تعداد ۵۰ر سے زائد

ہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat, Darul Quaza Thane
Madarsa Madinatul Uloom , Dr. Ansari
Road, 2nd. Robodi Thane-400601-(M.S)

(۶) دارالقضاء تدبیر فاؤنڈیشن پونے

دارالقضاء تدبیر فاؤنڈیشن کا بورڈ کے تحت قیام جولائی ۲۰۱۲ء میں عمل میں آیا، قاضی طاہر حسین صاحب قاضی شریعت اور مولانا زبیر صاحب محرر کے فرائض انجام دیتے ہیں، قاضی صاحب موصوف کو فیصلہ کا اختیار ہے، دارالقضاء ایڈوکیٹ الطاف احمد کے آفس میں چلتا ہے، اس وقت سالانہ مقدمات کی تعداد کا اوسط ۲۵؍ ہے۔ دارالقضا کا سارا انتظام تدبیر فاؤنڈیشن کے ذمہ ہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat
Darul Quaza Tadbir foundation
C/O Advt. A.A. Shaikh 13 Mayfair complex,
2125/2126. V.P. Street Camp
Pune.411001 (M.S)

(۷) دارالقضاء پوسد

دارالقضاء پوسد کو ۲۰۰۷ء میں باضابطہ مسلم پرسنل لا بورڈ کی زیر نگرانی قائم کیا گیا، اس وقت قاضی عبدالحق صاحب قاضی ہیں، حافظ لیاقت صاحب معاون قاضی کے عہدہ پر بحال ہیں اور قاضی اشفاق صاحب قاسمی (قاضی شریعت اکولہ) کو مہینہ میں دو بار بحیثیت قاضی کے یہاں آکر کار قضاء کی انجام دہی کی ذمہ داری دی گئی ہے۔ درمیان میں بعض ناگزیر حالات کی بنا پر ۶؍۷؍ ماہ یہ دارالقضا تعطل کا بھی شکار رہا لیکن اب الحمدللہ بہتر کام ہو رہا ہے۔

اس دارالقضاء میں مقدمہ فیس ۳۰۰؍ روپئے ہے، انجمن مفید المسلمین قائم ہے جو بیت المال اور دارالقضاء کا نظم ونسق دیکھتی ہے۔

دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat Darul Quaza Poosad
Gadhi ward Jame Masjid,Poosad ,Yewat
Mahal 445204 (M.S.)

(۸) دارالقضاء نیرول نیوی ممبئی

تقریباً ۶؍ سال قبل دارالقضاء کا قیام عمل میں آیا قاضی داؤد صاحب کو قاضی مقرر کیا گیا، اس وقت سے دارالقضاء اپنی خدمات انجام دے رہا ہے، نیوی ممبئی میں یہ دارالقضاء تسلسل کے ساتھ قضا کا کام کر رہا ہے اور دارالقضاء میں سالانہ تقریباً ۲۵؍ مقدمات درج ہوتے ہیں۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Darul-Quaza Nevi Mumbai Jama Masjid
Sector,15 Nerol Nevi, Mumbai. 06 (M.S)

(۹) دارالقضاء، ناگپور

۴؍ اپریل ۲۰۱۳ء کو باضابطہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ سے دارالقضاء مدرسہ مدینۃ العلوم صدر ناگپور کا الحاق کیا گیا، دارالقضاء کے تمام اخراجات وانتظامات کا ذمہ دار مدرسہ مدینۃ العلوم ہی ہے قاضی محمد مرتضی صاحب قاضی شریعت ہیں جبکہ مولانا قاضی محمد فاروق قاسمی صاحب نائب قاضی شریعت، مولانا شمیم احمد صاحب معاون قاضی ہیں اور مفتی عتیق الرحمن صاحب وقاری مسعود احمد صاحب مشیر کے فرائض انجام دیتے ہیں، فیصلے اکثر وبیشتر تمام حضرات کے مشورہ کے بعد ہوتا ہے اور اس پر عموماً قاضی شریعت کے دستخط ہوتے ہیں۔

یہ دارالقضاء دراصل ۱۹۸۶ء سے مدرسہ مدینۃ العلوم میں شرعی پنچایت کی حیثیت سے کام کر رہی تھی، چونکہ شرعی پنچایت کا کوئی مستحکم نظام نہیں تھا اس لئے اس کو باقاعدہ مسلم پرسنل لا بورڈ سے ملحق کرنے کی درخواست کی تو بورڈ نے اپنے جائزہ کے بعد اس کا الحاق منظور کیا، اس وقت سالانہ مقدمات کی تعداد کا اوسط ۸۰؍ سے زائد ہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat Darul Quaza Nagpur
Madrasa Madinatu Uloom Mangal Bazar,
Sadar Nagpur, 440001 (M.S)

(۱۰) دارالقضاء ناگپاڑہ جنکشن ممبئی

دارالقضاء کا قیام ۲۸؍ اپریل ۲۰۱۳ء کو عمل میں آیا، قاضی فیاض عالم

قاسمی کو قاضی شریعت مقرر کیا گیا ہے، موصوف کو ابھی فیصلہ کا اختیار نہیں دیا گیا ہے، کارروائی کے مسلیں حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی کے پاس بھیج دی جاتی ہیں اور وہ فیصلہ کرتے ہیں، مولانا مصدق صاحب معاون قاضی اور مولانا منظور صاحب شرطی ہیں، یہاں دارالقضاء کا وقت صبح ۹ر بجے سے ایک بجے تک ہے۔ مقدمہ فیس ۲۰۰۰ر روپئے ہے، سالانہ مقدمات کا اوسط ۱۰۰ر کے قریب ہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat Darul Quaza,
Nagpada Mumbai Basement Masjid Kedy
Shoping Center Nagpada junction
Mumbai 8 (M.S.)

(۱۱) دارالقضاء کوسہ ممبرا

دارالقضاء کا قیام ۱۹۹۹ء میں عمل میں آیا، منتظمہ کمیٹی کے سکریٹری ادھم فلاحی صاحب ہیں، اس وقت قاضی عبداللہ نور قاسمی صاحب قضاء کے فرائض انجام دے رہے ہیں یہاں اوقات کار بعد نماز ظہر سے عصر تک ہے، یہاں کوئی محرر یا معاون نہیں ہے۔

مقدمہ فیس ۲۰۰۰ر روپئے ہے اور اجرت نقل ۱۵۰ر روپئے ہے، سالانہ مقدمات کا اوسط ۵۰ر سے زائد ہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat Darul Quaza Mumbara
Islamic Library,Tanwar Nagar,
Kausa,Mumbara-400612-(M.S)

(۱۲) دارالقضاء شرولی کولہاپور

دارالقضاء دارالعلوم شرولی کولہاپور کا قیام ۲۸ر اپریل ۲۰۱۳ء کو عمل میں آیا، قاضی محمد اشرف خان قاسمی کو قاضی شریعت مقرر کیا گیا ہے، موصوف کو ابھی فیصلہ کا اختیار نہیں ہے چنانچہ قاضی صاحب ابھی کارروائی مکمل کر کے حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی کے پاس بھیجتے ہیں، مقدمہ فیس ۵۰۰ر روپئے ہے، اجرت نقل ۲۵ر روپئے فی صفحہ ہے، دارالقضاء کے تمام اخراجات دارالعلوم شرولی کولہاپور برداشت کرتا ہے۔ سالانہ مقدمات کا اوسط ۲۵ کے قریب ہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Qazie Shariat Darul-Quaza Kolhapur
Darululoom Kolhapur (Shiroli) P.B. Road
Shiroli Tal: Hatakanangale,Kolhapur
416122 (M.S)

(۱۳) دارالقضاء ہنگولی

دارالقضاء کا قیام جولائی ۲۰۱۳ء میں عمل میں آیا، دارالقضاء مدرسہ معراج العلوم پنشن پورہ ہنگولی میں قائم ہے، مدرسہ کے مہتمم مفتی شفیق صاحب ہی کو قاضی شریعت کا حلف دلایا گیا، فی الحال ان کو فیصلہ کا اختیار نہیں ہے، دارالقضاء کی ایک آفس زیر تعمیر ہے، جو تین کمروں پر مشتمل ہے۔ دارالقضاء کے تمام اخراجات کا ذمہ دار مدرسہ ہے، البتہ شہر کی بھی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی، سالانہ مقدمات کی تعداد تقریباً ۱۵ر ہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Qazie Shariat Darul-Quaza Hingoli
Madarsa Merajul uloom Pinshanpura
Hingoli 431513 (M.S)

(۱۴) دارالقضاء بیت العلوم کونڈوا خرد پونے

دارالقضاء بیت العلوم کونڈوا خرد کو ۱۹۹۶ء میں مفتی شاکر صاحب نے قائم کیا تھا، اور خود ہی بحیثیت قاضی خدمت انجام دے رہے تھے،، ۲۰۱۰ء میں باضابطہ مسلم پرسنل لا بورڈ سے الحاق کی ضرورت محسوس کی اور اس کے لئے بورڈ میں درخواست بھی دی تو بورڈ نے اپنے جائزہ کے بعد الحاق منظور کیا اور قاضی شاکر صاحب کو قاضی شریعت اور قاضی شاہد صاحب کو نائب قاضی کے عہدہ پر مقرر کیا، ان کو فیصلہ کا اختیار ملا ہوا ہے، دارالقضاء میں کوئی محرر نہیں ہے، ۲۰۱۰ء سے مقدمہ فیس ایک ہزار روپئے ہے اور نقول کی اجرت فی صفحہ ۱۰ر روپئے ہے، سالانہ مقدمات کا اوسط ۴۰ کے قریب ہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat Darul Quaza
Madarsa Baitul Uloom behind Ashoka
Mews Kondwa Khurd. 42
Pune.4110 48 (M.S)

(۱۵) دارالقضاء اسپان ویلفیئر چیریٹیبل ٹرسٹ پونے

دارالقضاء اسپان ویلفیئر چیریٹیبل ٹرسٹ پونے مئی ۲۰۱۲ء میں قائم کیا گیا، مسلم ویلفیئر ٹرسٹ ہی دارالقضاء کے تمام اخراجات وانتظامات کی ذمہ دار ہے، فی الحال دارالقضاء بھی ٹرسٹ ہی کے آفس میں چل رہا ہے، قاضی طاہر حسین صاحب ہفتہ میں تین روز (پیر، منگل اور بدھ) ظہر سے عصر تک خدمت انجام دیتے ہیں، سالانہ مقدمات کا اوسط ۵ ہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat Darul Quaza
Span Welfare Charitable Trust
21,Al-Ameen Society, Market Yard,
Pune. 411037 (M.S)

(۱۶) دارالقضاء امراوتی

دارالقضاء امراوتی ۳ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۲ فروری ۲۰۰۶ء کو قائم کیا گیا، مفتی شریف الدین صاحب اور مفتی مجیب الرحمٰن صاحب قضاء کی خدمت انجام دے رہے ہیں، جناب مسعود صاحب معاون ہیں، سالانہ تقریباً ۵۰؍ سے زائد مقدمات دارالقضاء سے حل کئے جاتے ہیں، دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quzian-e-Shariat Darul Quaza (Shar'ee Panchayet) Near Nida School,
Opp. Ashoria petrol pump
Balgaon Road Amrawati 444601M.S.

(۱۷) دارالقضاء دھولیہ نندوربار

دارالقضاء دھولیہ ۱۵ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ مطابق ۴ مئی ۱۹۹۹ء کو قائم کیا گیا، قاضی محمد انیس الرحمٰن قاسمی صاحب کو قاضی شریعت مقرر کیا گیا، قاضی صاحب کو ابھی فیصلہ کا اختیار نہیں ہے، کارروائی مکمل کرنے کے بعد قاضی اشفاق احمد صاحب قاسمی کی تحریری موافقت کے بعد فیصلہ صادر کیا جاتا ہے، سالانہ مقدمات کا اوسط ۱۰۰؍ سے زائد ہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat Darul Quaza
Madhupur street no. 14,
Dhaulia,424001 M.S

(۱۸) دارالقضاء لاتور:

فروری ۲۰۱۴ء میں دارالقضاء لاتور کا قیام عمل میں آیا، پانچ افراد پر مشتمل ایک قضاء کونسل تشکیل دی گئی ہے، مولانا عبدالجلیل صاحب قاسمی قاضی شریعت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں دارالقضاء بہتر کام کر رہا ہے۔ قاضی صاحب کو ابھی فیصلہ کا اختیار نہیں ہے، دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Qazie Shariat Darul-Quaza
Madarsa Madinatul uloom Khori Gali Latur
Latur 413531 (M.S)

(۱۹) دارالقضاء شولاپور:

مئی ۲۰۱۴ء میں دارالقضاء شولاپور کا قیام عمل میں آیا، مولانا عبد الغفار صاحب قاسمی کو قاضی شریعت اور مولانا پیر محمد صاحب کو معاون قاضی مقرر کیا گیا ہے۔ قاضی صاحب کو ابھی فیصلہ کا اختیار نہیں ہے۔ دارالقضاء بہتر کام کر رہا ہے، دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Darul-Quaza Qazie Shariat
Plot no. 242 Shaheed Qurban Husain
Nagar, Gurunanak Chowk
Near Police Station Solapur (M.S)

(۲۰) دارالقضاء داپولی:

مئی ۲۰۱۴ء میں دارالقضاء کا بورڈ سے الحاق جائزہ وغیرہ کے بعد منظور کیا گیا، اور باقاعدہ دارالقضاء کا قیام یکم جون ۲۰۱۳ء کو جامعہ حسینیہ شریوردھن کے زیر نگرانی عمل میں آیا، دارالقضاء کے تمام انتظامات و اخراجات کی ذمہ داری انجمن دردمندان تعلیم وترقی کے ذمہ ہے، دارالقضاء کے لئے فی الوقت بس اسٹیشن کے پاس تین کمروں پر مشتمل آفس کا نظم کیا گیا ہے۔ قاضی شہباز صاحب کو قاضی شریعت مقرر کیا گیا ہے قاضی صاحب کو فیصلہ کا اختیار نہیں ہے، فیصلہ فی الحال دارالقضاء شریوردھن کے قاضی صاحب ہی تحریر فرماتے ہیں۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Qazi Darul Qaza Dapoli
Second floor Kirish Building Near St.
Station Dapoli Distt Ratnagiri -415712(M.S)

(۲۱) دارالقضاء سندھودرگ:

دسمبر ۲۰۱۴ء میں دارالقضاء سندھودرگ کا قیام عمل میں آیا، قاضی محمد سرفراز مقادم صاحب قاضی شریعت اور قاضی محمد نعمان صاحب نائب قاضی ہیں، دارالقضاء میں کام بہتر طریقہ پر شروع ہو چکا ہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Qazie Shariat Darul-Quaza Sindhudurg
Madarsa Falah-e- Ummat Gonjara Taluka
Kudal Distt Sindhudurg-416520(M.S)

(۲۲) دارالقضاء چپلون

دسمبر ۲۰۱۴ء میں دارالقضاء چپلون قائم کیا گیا اور مولانا محمد صابر صاحب ڈانگے کو قاضی شریعت مقرر کیا گیا۔ ابھی قاضی صاحب کو فیصلہ کا اختیار نہیں ہے۔ شریوردھن کے قاضی صاحب سے تحریری موافقت کے بعد فیصلے جاری کئے جاتے ہیں۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Darul-Quaza Chiplun Qazie Shariat
Anjuman Dardmandan Taleem o Taraqqi
Azad Nagar , Golkot Road Chiplun Distt
Ratnagiri -415618 M.S)

(۲) اترپردیش:

ریاست یوپی میں بورڈ کی زیرنگرانی کل ۱۲؍مقامات پر دارالقضاء خدمات انجام دے رہے ہیں، جبکہ میرٹھ، بلیا کی درخواست ابھی زیرغور ہے، اس کے علاوہ خلیل آباد اور امبیڈکرنگر میں ماحول سازی کا کام جاری ہے۔ اترپردیش کے ملحقہ دارالقضاء کی تفصیلات درج ذیل ہیں۔

(۲۳) دارالقضاء ندوۃ العلماء لکھنؤ:

مسلم پرسنل لا بورڈ کی تحریک پر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں دارالقضاء ۴؍رجب ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۶؍مارچ ۱۹۸۶ء سے قائم ہے، یہ یوپی کا مرکزی دارالقضاء ہے، بورڈ سے منسلک تمام دارالقضاؤں کے مقابل اس میں سب سے زیادہ اور سب سے تجربہ کار قضاۃ ہیں مولانا محمد برہان الدین سنبھلی صاحب، مولانا مفتی ظہور صاحب ندوی، مولانا عتیق احمد صاحب بستوی، مولانا نیاز احمد صاحب ندوی اور مولانا مستقیم احمد صاحب ندوی پر مشتمل ایک قاضی کونسل ہے جو کار قضاء انجام دیتی ہے، فی الحال اس دارالقضاء میں سالانہ تقریباً ۵۰؍سے زائد مقدمات درج ہوتے ہیں۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quzat-e-Shariat -Markazi Darul Quaza
(U.P.)
Darul Uloom Nadwatul Ulama,
Post Box No. 93,Lucknow-226007-U.P.

(۲۴) دارالقضاء اعظم گڑھ:

جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ میں ۱۹۸۰ء سے قضاء کا کام ہو رہا ہے، البتہ باضابطہ دارالقضاء کا قیام ۱۹۹۳ء میں عمل میں آیا، اس وقت مفتی وسیم اختر قاسمی صاحب قاضی شریعت ہیں، اور سالانہ مقدمات کی تعداد تقریباً ۵۰؍ سے زائد ہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat Darul Quaza
Jami'atur Rashad, Harra Ki Chungi,
Azamgarh,276001U.P.

(۲۵) دارالقضاء علیگڑھ

دارالقضاء کا قیام شعبان ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۰۱۰ء میں عمل میں آیا۔ دارالقضاء کا آفس ایک مسجد کے بیسمنٹ میں ہے، اور یہ خانہ کافی وسیع ہے اور یہی ویٹنگ روم کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، اس وقت ڈاکٹر مفتی عامر صمدانی صاحب قاسمی قاضی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور ایک چپراسی ہے، دارالقضاء کا وقت ۱۱؍بجے صبح سے شام ۴؍بجے تک رکھا گیا ہے، مقدمہ فیس ۲۵۰؍روپئے ہے اور اجرت نقل فی صفحہ ۱۵؍روپئے ہے، ابھی قاضی صاحب کنوینر کمیٹی حضرت مولانا عتیق احمد بستوی صاحب کی تحریری موافقت کے بعد فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat Darul Qaza Aligarh
Masjid Buali ShahTeela Upper Court
Aligarh 202002 (U.P)

(۲۵) دارالقضاء گورکھپور:

۱۹۸۷ء میں دارالقضاء کا قیام عمل میں آیا اور مولانا ولی اللہ قاسمی صاحب کو قاضی شریعت مقرر فرمایا، درمیان میں چند سالوں تک دارالقضاء

تعطل کا بھی شکار رہا، لیکن ۲۰۰۵ء سے با قاعدہ سرگرم عمل ہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shari Darul Quaza Gorakhpur
Anjman Islamia, Khuni Pur, Gorakhpur (U.P.)

(۲۶) دارالقضاء الہٰ آباد:

۲۰۰۵ء میں دارالعلوم الہ آباد میں مرکز عدلیہ شرعیہ کے نام سے ایک ادارہ قائم تھا جو مسلمانوں کے عائلی تنازعات حل کرتا تھا، پھر ۲۰۱۲ء میں ان لوگوں کی درخواست پر اس کو بورڈ سے ملحق کیا گیا اور دارالقضاء کی طرز پر الحمد للہ کام ہو رہا ہے، اب تک سیکڑوں مقدمات اس دارالقضاء سے حل کئے جا چکے ہیں، مولانا سیف الرحمٰن صاحب اس کے قاضی ہیں، سالانہ مقدمات کی تعداد ۳۰ سے زائد ہے ۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat Darul Quaza Allahabad
Darul Uloom Allahabad, Wasiabad
Allahabad.(U.P.)

(۲۷) دارالقضاء عیش باغ لکھنؤ:

یہ دارالقضاء جنوری ۲۰۱۰ء میں قائم ہوا، مولانا مستقیم صاحب ندوی قاضی شریعت ہیں اور مولانا نصر اللہ صاحب محرر ہیں۔ سالانہ ۲۵ر مقدمات اس دارالقضاء سے حل کئے جاتے ہیں ۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat Darul Quaza
Farangi Mahal, Eidgah, Aish bagh
Lucknow, 226003 U.P

(۲۸) دارالقضاء پھلت مظفر نگر:

۲۰۱۰ء میں دارالقضاء کا قیام عمل میں آیا، مولانا محمد عاشق صدیقی صاحب کو قاضی شریعت مقرر کیا گیا، دارالقضاء جامعہ ولی اللہ الاسلامیہ میں قائم ہے، فی الحال سالانہ مقدمات کی تعداد تقریباً ۳۵ر ہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat Darul Qaza Muzaffarnagar
Jamia Al Imam Waliillah Al Islamia Phulat
Dist. Muzaffar Nagar (U.P)

(۲۹) دارالقضاء رائے بریلی:

گذشتہ سالوں سے مدرسہ ضیاء العلوم تکیہ کلاں رائے بریلی میں دارالقضاء قائم ہے، مولانا راشد حسین ندوی صاحب قاضی شریعت ہیں، فی الحال سالانہ مقدمات کی تعداد ۲۰ر کے قریب ہے، دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat, Darul Quaza
Madrasa Ziaul Uloom, Maidan Pur, Takia
Kalan, Raibreily 229001(U.P.)

(۳۰) دارالقضاء رامپور:

مدرسہ جامع العلوم فرقانیہ میں دارالقضا ۱۴۳۲ھ سے قائم ہے، مولانا محمد ایوب صاحب ندوی کو قاضی مقرر کیا گیا ہے، دارالقضاء میں سالانہ مقدمات کا اوسط تقریباً ۱۵ر ہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat Darul Quaza Rampur
Madarsa Jameul Uloom Furqania Misten
Ganj Rampur, 244901 (U.P.

(۳۱) دارالقضاء سیتاپور:

مدرسہ جامعہ عربیہ میں دارالقضاء کا قیام ۱۹۸۴ء میں عمل میں آیا، اس وقت مولانا منیر صاحب قاضی شریعت اور مولانا جاوید صاحب نائب قاضی مقرر ہیں، سالانہ مقدمات کی تعداد ۱۵۰ سے زائد ہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat, Darul Quaza
Jamia Arabia, Near City station, Sitapur (U.P.)

(۳۲) دارالقضاء کلچھینہ غازی آباد:

۲۰۱۳ء میں دارالقضاء کا قیام عمل میں آیا اور مولانا خالد سیف اللہ صاحب ندوی قاسمی کو قاضی مقرر کیا گیا، کچھ ہی ماہ کے بعد اچانک قاضی صاحب کے استعفیٰ دے دینے کی وجہ سے دارالقضاء فی الوقت تعطل کا شکار ہے۔ تجدید نو کی کوششیں جاری ہیں، دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e Shriat Darul Qaza Gaziabad
Jamia Islamia Arabia Gulzare Qurania
Kalchina Modi Nager Distt: Ghaziabad. UP.

(۳۳) دارالقضاء بڑوت ضلع باغپت

مدرسہ قاسم العلوم بڑوت میں ۲۰۱۲ میں دارالقضاء کا قیام عمل میں آیا، اور مولانا فرقان صاحب ندوی کو قاضی شریعت مقرر کیا گیا ہے، الحمدللہ سالانہ ۲۰؍ سے زائد مقدمات اس وقت دارالقضاء میں درج ہوتے ہیں۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat Darul Quaza
Madarsa Qasimul Uloom Bauli Road
Baraut Disst: Baghpat U.P

(۳) مدھیہ پردیش

مدھیہ پردیش میں فی الوقت دو مقامات پر بورڈ کی زیر نگرانی دارالقضاء قائم ہیں ایک اندور میں اور دوسرے برہان پور میں۔

(۳۴) دارالقضاء اندور

دارالقضاء کا قیام یکم ستمبر ۱۹۹۲ء کو عمل میں آیا، مولانا محمد ذکاء اللہ شبلی صاحب کو قاضی شریعت مقرر کیا گیا، مولانا رونق افروز صاحب نائب قاضی ہیں، سالانہ مقدمات کی تعداد ۱۵۰؍ سے زائد ہے، مقدمہ فیس ۵۰۰؍ روپئے ہے، دارالقضاء کا وقت ۱۰؍ بجے سے ۱؍ بجے تک ہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat Darul Quaza,Indor
22, Masjid Chhoti, Gowal Toli,
Indore-452001M.P.

(۳۵) دارالقضاء برہان پور

دارالقضاء برہان پور کا قیام یکم صفر ۱۴۰۷ھ مطابق ۶؍ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو عمل میں آیا، اس وقت مولانا رحمت اللہ صاحب قاضی اور مفتی ارشد صاحب معاون قاضی ہیں۔ ۱۹۹۰ء میں دارالقضاء کو مدرسہ شیخ علی متقی منتقل کر دیا گیا، درمیان میں چند سال دارالقضاء موقوف بھی رہا، مقدمہ فیس ۵۰۰؍ روپئے ہے، یہاں سالانہ مقدمات کا اوسط تقریباً ۴۰؍ رہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat Darul Quaza
Madrasa Shaikh Ali Muttaqui
UtauliSarai,Transport Nagar Adilpura
Burhan Pur 450331 (M.P.)

(۴) صوبہ اتراکھنڈ

(۳۶) دارالقضاء دہرادون

دارالقضاء دہرادون کا قیام ۲۳؍ اپریل ۲۰۰۵ء کو عمل میں آیا، قاضی محمد سلیم صاحب کو قاضی شریعت مقرر کیا گیا، موصوف کو ابھی فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہے، سالانہ مقدمات کی تعداد ۳۰؍ سے زائد ہے، ڈاکٹر محمد فاروق صاحب کی ہدایت و رہنمائی میں اصلاح معاشرہ کے تحت مہینہ میں ایک بار علماء و ائمہ کی اور کبھی کبھی عوامی میٹنگ بلائی جاتی ہے جو دارالقضاء کی تشہیر کے لئے کافی مددگار ثابت ہو رہی ہے، دارالقضاء کا وقت ۱۰؍ بجے سے ایک بجے تک ہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi Shariat Darul Quaza
1, Inder Road, Near Dwarka Store Chowk
Dehradun 248001,(Uttarakhand)

(۵) ریاست ہریانہ

ہریانہ میں دو مقامات پر دارالقضاء قائم ہیں (۱) بوڑیہ ضلع یمنا نگر (۲) سونی پت

(۳۷) دارالقضاء بوڑیہ یمنا نگر ہریانہ

دارالقضاء کا قیام جامعہ عربیہ فیض القرآن خانقاہ بوڑیہ میں ۳۱؍ اپریل ۲۰۱۰ء کو عمل میں آیا، قاضی ریاض ارمان صاحب قاسمی کو قاضی شریعت مقرر کیا گیا، موصوف کو ابھی فیصلہ کا اختیار نہیں ہے، دارالقضاء کے تمام اخراجات کی ذمہ داری مدرسہ پر ہے، سالانہ مقدمات کی تعداد تقریباً ۳۰؍ رہے، دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat Darul Quaza Yamunanagar
Madarsah Islamia Qurania Faizul Uloom
Buria Jagadhri, 135101Disst:
Yamna Nager. H.R

(۳۸) دارالقضاء سونی پت ہریانہ

دارالقضاء کا قیام ۲۰۱۰ء میں جامعہ امام احمد سرہندی میں عمل میں آیا، دارالقضاء کے تمام اخراجات کی ذمہ داری مدرسہ کے ذمہ ہے، قاضی محمد ارشاد صاحب ندوی کو قاضی شریعت مقرر کیا گیا ہے، موصوف کو ابھی

فیصلہ کا اختیار نہیں ہے۔

Qazi-e-Shariat Darul Qaza Sonipat
Jamiatul Imam Ahmad Al Sarhindi Al Islamia, Eid Gah ColonySonipat (Haryana)

(۶) صوبہ گجرات

گجرات میں صرف ایک جگہ احمد آباد میں دارالقضاء قائم ہے۔

(۳۹) دارالقضاء احمد آباد

کئی سال قبل احمد آباد میں دارالقضا قائم کیا گیا تھا لیکن درمیان میں کچھ دنوں کے لئے تعطل کا بھی شکار رہا پھر ۴؍فروری ۲۰۱۰ء کو اسکی تجدید کی گئی اور اس وقت مولانا نعیم احمد صاحب قاضی شریعت ہیں۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat Darul Quaza
1st Floor, Badar Plaza, Opp. Savan party plot,Near Samrat Hotel Sarkhez
Ahmadabad, 382210, Gujrat

(۷) ریاست دہلی

جنوبی دہلی میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی آفس میں ایک دارالقضاء قائم ہے، اس کے علاوہ ۲۰۰۲ء میں مشرقی دہلی کے جعفرآباد علاقہ میں ایک دارالقضاء قائم ہوا تھا جو ۲۰۱۳ء میں بعض ناگزیر حالات کے سبب بند ہوگیا۔

(۴۰) دارالقضاء جنوبی دہلی

دارالقضاء جنوبی دہلی کا قیام ۲۹؍جنوری ۱۹۹۴ء کو عمل میں آیا اور مولانا محمد کامل صاحب قاسمی کو قاضی شریعت مقرر کیا گیا، اور اس وقت مولانا احسان اللہ صاحب محرر کے طور پر خدمت انجام دیتے ہیں دارالقضاء کے تمام اخراجات کی ادائیگی منتظمہ کمیٹی کرتی ہے، سالانہ مقدمات کا اوسط تقریباً ۴۰ ہے، مقدمہ فیس ۳۰۰ روپئے ہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat Darul Quaza South Delhi
All India Muslim Personal Law Board
76A/1, Main Market, Okhla Vill.
Jamia Nagar,New Delhi-110025

(۸) راجستھان

راجستھان میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی زیرنگرانی صرف ایک دارالقضاء اجمیر میں قائم ہے، اس کے علاوہ، جے پور، ٹونک اور جھنجھنو میں دارالقضاء کے قیام کی کوششیں جاری ہیں، اللہ ان کوششوں کو کامیاب فرمائے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

(۴۱) دارالقضاء اجمیر

جامعہ معین الدین چشتی اجمیر میں ۳۰ نومبر ۲۰۱۴ء کو دارالقضاء کا قیام عمل میں آیا، مولانا محفوظ الرحمٰن قاسمی صاحب کو قاضی شریعت مقرر کیا گیا، موصوف کو فی الحال فیصلہ کا اختیار نہیں ہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi- e- Shariat Darul-Quaza Ajmer
Jamia Moenuddeen Chishti Somalpur Road, Chandwala,Post.-H.M.T. Ajmer
305003 (Rajasthan)

(۸) ریاست گوا

(۴۲) دارالقضاء گوا

گوا کے مڈگاؤں میں ۸؍جنوری ۲۰۱۵ء کو دارالقضاء کا قیام عمل میں آیا، مولانا عنایت اللہ صاحب مظاہری کو قاضی شریعت مقرر کیا گیا ہے اور مولانا ارشد صاحب قاسمی کو نائب قاضی شریعت مقرر کیا گیا ہے، قاضی صاحب کو ابھی فیصلہ کا اختیار نہیں ہے۔ دارالقضاء سے رابطہ کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

Quazi-e-Shariat Darul Quaza Goa
Al- Falah apartment Near quba Masjid
Shirodem Post Navelim Madgaon Goa

بورڈ کے تحت قائم دارالقضا کا مذکورہ بالا سطروں میں آپ نے ایک اجمالی خاکہ ملاحظہ فرمایا، اس کے علاوہ امارت شرعیہ پٹنہ، امارت شرعیہ مراٹھواڑہ، امارت شرعیہ کرناٹک اور امارت شرعیہ آندھرا پردیش کے دارالقضا علیحدہ ہیں۔ امارت شرعیہ پٹنہ کو چھوڑ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ سب بورڈ کی تحریک پر ہی قائم ہوئے ہیں۔ بورڈ نے شروع سے یہ اصول بنا رکھا ہے کہ جن صوبوں میں امارت شرعیہ قائم ہے وہاں بورڈ کی طرف سے دارالقضاء کے قیام کی کوشش نہیں کی جاتی ہے۔ اللہ رب العزت ان سبھوں کی خدمات کو قبول فرمائے۔

❁❁❁

ایجنڈا اور نظام الاوقات

چوبیسواں اجلاس آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ، جامعۃ الہدایۃ جے پور راجستھان، مؤرخہ ۲۱/۲۲ مارچ ۲۰۱۵ء بروز سنیچر و اتوار

ادارہ

افتتاحی نشست

مؤرخہ ۲۱/مارچ ۲۰۱۵ء روز ہفتہ بوقت ساڑھے نو بجے صبح تا دو پہر ڈیڑھ بجے دن

(اس اجلاس میں جملہ اراکین و مدعوئین شریک ہوں گے)

ایجنڈا:

۱۔ تلاوت قرآن مجید

۲۔ تجاویز تعزیت

۳۔ خطبہ استقبالیہ

۴۔ خطبہ صدارت

۵۔ اقلیتوں کے مذہبی تشخص کے تحفظ اور تعلیمی حقوق کے دستوری تحفظات کے خلاف سازش اور اس کے انسداد کے لئے دیگر اقلیتوں کے رابطہ و اشتراک اور دیگر اقدامات پر غور

دوسری نشست

مؤرخہ ۲۱/مارچ ۲۰۱۵ء روز ہفتہ بعد نماز مغرب تا عشاء

(اس اجلاس میں جملہ اراکین و مدعوئین شریک ہوں گے)

ایجنڈا:

۱۔ تلاوت کلام پاک کے بعد سابقہ کارروائی کی توثیق

۲۔ جنرل سکریٹری بورڈ کی رپورٹ اور اس پر تبادلہ خیال

۳۔ حسابات بورڈ اور سالانہ بجٹ کی پیشی برائے منظوری

۴۔ بورڈ کے مالی استحکام پر غور

۵۔ دارالقضاء سے متعلق سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ کا قانونی جائزہ

۶۔ پی سی جین کمیٹی کی رپورٹ کا جائزہ جسمیں مسلم پرسنل لا سے متعلق کئی قوانین کو ختم کرنے کی سفارش کی گئی ہے

تیسری نشست

مؤرخہ ۲۲/مارچ ۲۰۱۵ء روز اتوار بوقت ۹/ بجے صبح تا دو بجے دن

(اس اجلاس میں جملہ اراکین و مدعوئین شریک ہوں گے)

ایجنڈا:

۱۔ ہائی کورٹس اور سپریم کورٹ میں زیر سماعت مقدمات کا جائزہ اور اس کی رپورٹ۔

۲۔ بورڈ کی مختلف کمیٹیوں کی رپورٹ (اصلاح معاشرہ، دارالقضاء کمیٹی، تفہیم شریعت کمیٹی، بابری مسجد کمیٹی، قانونی کمیٹی، مجموعہ قوانین اسلامی کمیٹی وغیرہ

۳۔ لا کمیشن کی رپورٹ۔ اکتوبر ۲۰۱۴ء-۱۹۱۳ء اور ۱۹۳۰ء کے مسلمان وقف ویالیڈیٹنگ ایکٹس کی منسوخی کی سفارش اور اس منسوخی سے اثرات کا جائزہ

۴۔ گھر واپسی پروگرام اور تبلیغ مذہب کی آزادی کا تحفظ

۵۔ دیگر امور بہ اجازت صدر

۶۔ اعلامیہ جے پور

جلسہ عام:-

۲۲/مارچ ۲۰۱۵ء روز اتوار بعد نماز مغرب (کربلا میدان جے پور)

This document was created with Win2PDF available at http://www.win2pdf.com.
The unregistered version of Win2PDF is for evaluation or non-commercial use only.
This page will not be added after purchasing Win2PDF.